سفرِ حجازِ مقدّس

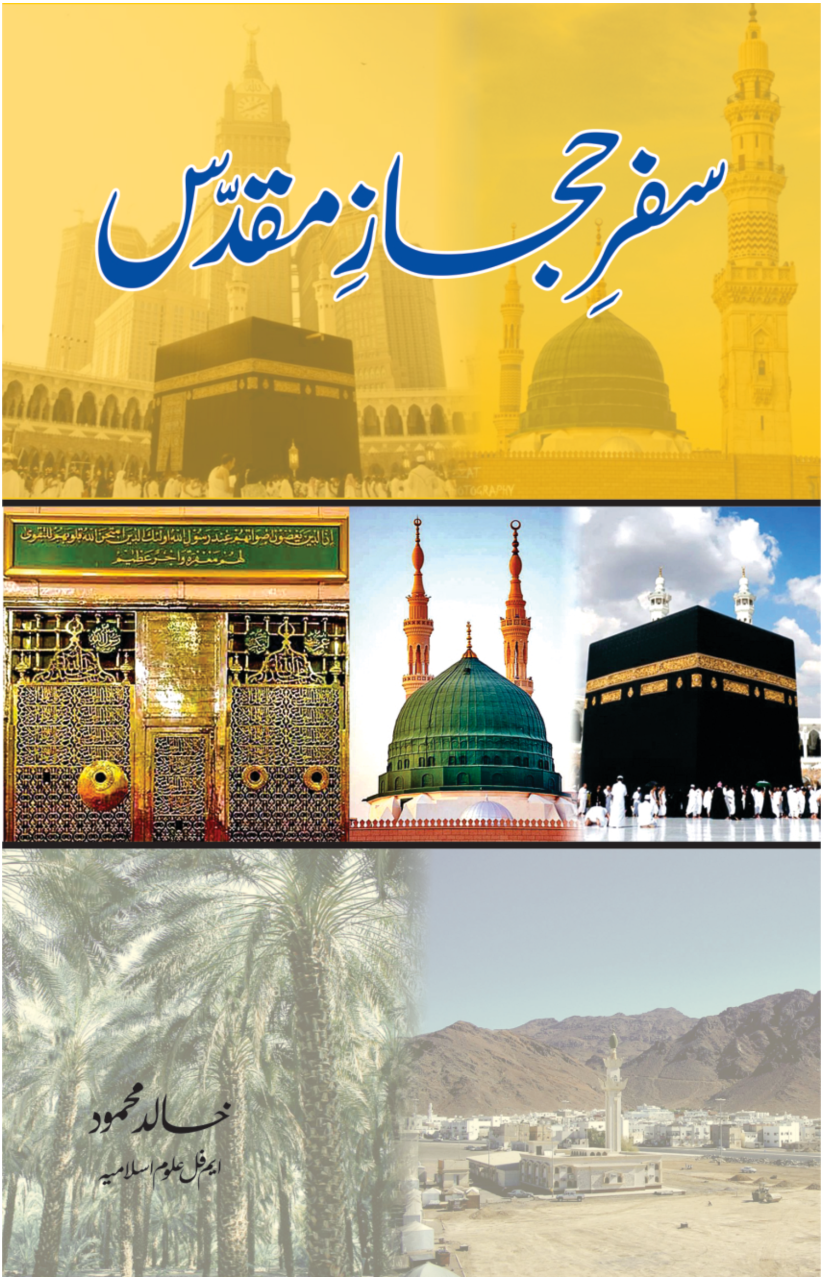

خالد محمود
ایم فل علوم اسلامیہ

سفرِ حجازِ مقدّس

خالد محمود

ایم فِل عُلومِ اسلامیہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

سفرِ حجازِ مقدّس

مصنف	:	خالد محمود، ایم فل علوم اسلامیہ
تاریخ اشاعت	:	جمعۃ المبارک 29 ربیع الاوّل 1443 ہجری مقدس بمطابق 05 نومبر 2021ء
کمپوزنگ	:	وقاص شبیر
ای میل	:	khalidmahmoodpk@yahoo.com
ای میل	:	khalidmahmood.pk@hotmail.com
مطبع	:	اے ایف پرنٹرز، داتا گنج بخش ٹاؤن، لاہور
قیمت	:	Rs.250/-

انتساب

والدین کریمین

زوجہ صالحہ

اور

سعادت مند بچوں کے نام

فہرست مضامین

1۔ حرفِ اوّل	9
2۔ حج کا اِرادہ اور تیاری	11
3۔ سفر سعادت کا آغاز	15
4۔ مواقیت	17
5۔ یلملم	17
6۔ ذوالحلیفہ	18
7۔ دیگر مواقیت	18
8۔ لاہور کا ہوائی اڈا	18
9۔ سعودی عرب آمد	21
10۔ پرانے وقتوں کا حج	22
11۔ جدہ کا ہوائی اڈا	25
12۔ سوئے حرم	26
13۔ الشمیسی چیک پوسٹ	27
14۔ وادیٔ اُم القریٰ	28
15۔ مکہ مکرمہ حرم ہے	29
16۔ اُم القریٰ کی آبادکاری	30

17۔ حج کی منادی	35
18۔ حطیم	37
19۔ بیت اللہ کے چار رکن	38
20۔ مکہ مکرمہ میں ارادہ گناہ پر وعید	39
21۔ عمرہ کی ادائیگی	49
22۔ آب زمزم	55
23۔ سعی صفاومروہ	57
24۔ تکمیل عمرہ	59
25۔ حرم کی رونقیں	59
26۔ مطاف کی توسیع	61
27۔ تنعیم سے نفلی عمرہ	61
28۔ فریضہ حج کی ادائیگی	63
29۔ آسان حج کونسا ہے؟	65
30۔ وادئ منیٰ سے حج کا آغاز	66
31۔ منیٰ میں مسجد خیف	66
32۔ میدان عرفات میں	68
33۔ خطبہ حجۃ الوداع، زندگی کا منشور	69
34۔ مسجد نمرہ میں خطبہ کے مبلغین	71
35۔ عرفات میں نہر زبیدہ	73

36۔ مزدلفہ میں آمد اور قیام	74
37۔ وادیٔ منیٰ میں واپسی	75
38۔ طواف زیارۃ	78
39۔ تکمیل حج	78
40۔ مکہ کے مشہور پہاڑ	78
41۔ غار حرا اور غار ثور	79
42۔ حرم میں اہلِ سُنت کے چار مصلّے	81
43۔ کبوتروں کا طواف	83
44۔ نظافہ	84
45۔ زبان یار من تُرکی	85
46۔ حرم کے مشہور دروازے	87
47۔ حرم کے نزدیک رہائشی علاقے	87
48۔ مکہ مکرمہ کی مشہور مساجد	89
49۔ مکہ مکرمہ کے اہم محلے	89
50۔ اہل مکہ مکرمہ	89
51۔ حرمین شریفین کی بلند و بالا عمارتیں	92
52۔ مکہ مکرمہ کے بازار	93
53۔ مطعم طیبات	95
54۔ البیک، فاسٹ فوڈ ریسٹورنٹ	96

55۔ بنگالی خادم سے مکالمہ	97
56۔ حرم کا تحفہ	97
57۔ کرونا اور حج بیت اللہ	98
58۔ فلسفہ حج اور اس کی عملیت	100
59۔ حج اور فرقہ پرستی	101
60۔ حج اور ہمارے اخلاقی رویے	105
61۔ خدام الحجاج	111
62۔ حضرت جنید بغدادی کا ایک حاجی سے مکالمہ	114
63۔ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	125
64۔ مدینہ منورہ کی مختصر تاریخ	125
65۔ ہجرت مدینہ	128
66۔ مدینہ کی مثالی ریاست کی بنیاد	132
67۔ مدینہ کی راہ میں	135
68۔ مدینہ منورہ سے دیگر بلاد عرب کی مسافت	139
69۔ مدینہ منورہ کو یثرب کہنا گناہ ہے	140
70۔ مدینہ بھی حرم ہے	141
71۔ مسجد نبوی میں داخلہ	141
72۔ آپ ﷺ پر درود و سلام کے آداب	142
73۔ ریاض الجنۃ	145

74۔ روضہ شریف کا اندرونی منظر	146
75۔ گنبد خضریٰ	147
76۔ مسجد نبوی کی سلائیڈنگ چھتیں اور فولڈنگ چھتریاں	148
77۔ مدینہ منورہ کی سردی	148
78۔ جنت البقیع	149
79۔ شہدائے اُحد کا قبرستان	150
80۔ دیگر زیارات	151
81۔ اہل مدینہ منورہ	151
82۔ بخور، مدینہ منورہ کی مشہور خوشبو	152
83۔ شاہ فہد قرآن پرنٹنگ کمپلیکس	152
84۔ مدینہ منورہ کی مارکیٹ	153
85۔ قدیم مدینہ منورہ کے ماڈل کی نمائش	155
86۔ کھجور منڈی	156
87۔ مکوجی	157
88۔ سفرحج میں مدینہ منورہ سے واپسی	158
89۔ ذوالحلیفہ میں حاجی بابا گم ہوگیا	159
90۔ ذکر ایک عمرے کا	160

حرفِ اوّل

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو کائنات کا خالق و مالک ہے اور کروڑں درود وسلام نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے بھٹکی ہوئی انسانیت کی رہنمائی کا بندوبست فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے اِس بندہ ناچیز کو اپنے فضل وکرم سے دو مرتبہ حج بیت اللہ اور ایک مرتبہ عمرہ ادا کرنے کی سعادت نصیب فرمائی۔ اللہ کریم کا اس لطف وکرم پر بھی بے حد شکر ہے کہ اُس نے عازمین حج وعمرہ کی رہنمائی کے لیے حج وعمرہ کے ضروری مسائل پر ایک کتاب ترتیب دینے کی سوچ اور توفیق عطا فرمائی۔ الحمدللہ قارئین کرام نے اس کتاب کو بہت پسند فرمایا۔ ہندوستان سے تعلق رکھنے والے جناب محمد اشرف صاحب نے ای میل کے ذریعہ مجھ سے رابطہ کیا کہ آپ کی کتاب ''رہنمائے حج وعمرہ'' مکہ مکرمہ میں ایک پاکستانی بھائی کے پاس دیکھی تھی جو بہت آسان، جامع اور مختصر ہے۔ ہم اِس کتاب کو ہندوستان میں چھپوانا چاہتے ہیں۔ ان کی خواہش پر میں نے کتاب کا مُسَوَّدہ ان کو ای میل کر دیا تھا تاہم بعد میں ان سے رابطہ نہیں ہو سکا۔ حال ہی میں یہ کتاب قرآن آسان تحریک (رجسٹرڈ) 50 لوئر مال نزد، M.A.O کالج، لاہور نے شائع کی ہے۔

زیرِ نظر سفرنامہ میں، میں نے انہی اَسفارِ حج اور عمرہ کی یادداشتوں کو جمع کیا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ حجاج کرام کی طرف سے فریضہ حج کی ادائیگی میں غفلت وسستی یا واجبات حج کی ادائیگی میں بعض کوتاہیوں کی نشاندہی بھی کی ہے، کہ لوگ اِحرام میں غلطیوں کے بھی مرتکب ہوتے ہیں لیکن نصیحت قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے اور نہ ہی اس کا فدیہ دینے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات تو یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ وہ حج کرنے آئے ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں ''فلسفہ حج اور اس کی عملیت'' کے عنوان سے ایک باب شامل کیا گیا ہے جس میں خدانخواستہ ناتواں اور کمزور مسلمان

بھائیوں کی اخلاقی کمزوریاں بیان کرنا مقصود نہیں نہ تنقید کرنا مقصود ہے بلکہ مستقبل میں حج کرنے والے اور حج کا انتظام کرنے والے مسلمانوں کی خدمت میں ایک درخواست ہے کہ حج، صبر و تحمل، برداشت، عجز و انکساری، امانت و دیانت، تقویٰ، فسق و فجور سے اجتناب اور دوسروں کے کام آنے کا نام ہے، نہ کہ لڑائی، جھگڑے، عدم برداشت، بددیانتی اور خیانت کا۔ یہ باتیں محض اصلاح اور تربیت کے حوالے سے بیان کی گئی ہیں۔ حج، بدنی عبادت کے ساتھ ساتھ مالی عبادت بھی ہے، اس لیے منتظمین کو مالی معاملات میں بہت احتیاط برتنے کی ضرورت ہے۔ علاوہ ازیں حج کے مناسک اور مسائل دیگر عبادتوں کی نسبت زیادہ ہیں، پھر فرض حج کی ادائیگی بھی زندگی میں صرف ایک مرتبہ ہے اس لیے بعض اوقات اہل علم سے بھی بھول چوک ہو جاتی ہے۔

حج کے سفرنامے بہت سارے کہنہ مشق اہلِ قلم نے اپنے اپنے انداز میں تحریر فرمائے ہیں جو مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ یہ لکھنے والوں کی یادداشتیں ہی ہوتی ہیں جو ان کے تجربات اور مشاہدات پر مبنی ہوتی ہیں۔ یہ یادداشتیں عمومی طور پر ایک جیسی نہیں ہوتیں بلکہ مختلف ہوتی ہیں۔ ان شاء اللہ سفر کی یہ یادداشتیں ان کے لیے بھی فائدہ مند ہیں جو حج کر چکے ہیں اور ان کے لیے بھی جو حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ سفرنامہ حج کی گائیڈ بھی ہے۔ اگر کوئی حاجی یا معتمر حج کی کتاب نہ بھی پڑھے تو اس کو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اگر کتاب میں مجھ سے کوئی سہو ہو گیا ہو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عظیم سے معافی کا طالب ہوں۔ اور اللہ کریم سے اس بات پر بھی معافی کا طالب ہوں کہ میرے قلم سے کوئی ایسی بات تحریر ہو جائے جو قیامت کے دن قابل مواخذہ ہو۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿٨٨﴾ (ھود 11:88)

طالبِ شفاعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بروزِ محشر

خالد محمود

جمعۃ المبارک 05 نومبر 2021ء بمطابق

29 ربیع الاوّل 1443 ہجری مقدس

حج کا اِرادہ اور تیاری

حج اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے اور صاحب استطاعت مسلمان (مرد اور عورت) پر زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ فرض ہے۔ ہاں اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی ہے تو وہ جتنے جی چاہے نفلی حج کر سکتا ہے لیکن ان سے دکھاوا اور شہرت مقصود نہ ہو۔ بلکہ اللہ کی رضا اور تزکیۂ نفس مقصود ہو۔

الحمد للہ میں نے ایک مذہبی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ اس لیے دین متین کی طرف رغبت ورثے میں ملی۔ والد گرامی، میرے بچپن میں ہی اللہ کے حضور حاضر ہو گئے تھے۔ والدہ ماجدہ نے ماں اور باپ دونوں بن کر میری پرورش کی اور تعلیم و تربیت دینی بنیادوں پر کی۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں نے دین کا ایک چوتھائی بنیادی علم اپنی والدہ ماجدہ سے اور باقی علم کالجوں اور یونیورسٹیوں سے حاصل کیا ہے تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ میری والدہ ماجدہ کو حج کرنے کا بڑا ذوق وشوق تھا۔ میرے ساتھ حج کرنے سے پہلے انہوں نے دو حج کیے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ مجھ پر حج، فرض ہو چکا ہے اس لیے تاخیر مناسب نہیں جبکہ میں اس بات کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہوئے بھی اپنی عملی کمزوریوں کی وجہ سے ٹال مٹول سے کام لے رہا تھا کہ کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالب، شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

بالآخر والدہ ماجدہ کے بار بار کہنے پر حج کرنے کا ارادہ کرلیا۔ ان سے پوچھا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ حج پر جانے کا ارادہ رکھتی ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں، میں ان کے انکار کی گہرائی سمجھنے سے قاصر رہا اور اپنی اور اپنی اہلیہ کی درخواست گورنمنٹ سکیم کے تحت ایم سی بی بینک علامہ اقبال روڈ، لاہور میں جمع کروادی اور والدہ کو بتا دیا۔ لیکن اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ قرعہ اندازی میں ہمارا نام نہیں آیا۔ اگلے سال یعنی 2007ء میں، میں نے والدہ صاحبہ، ہمشیرہ اور اہلیہ سب کی درخواستیں گورنمنٹ سکیم کے تحت الائیڈ بینک مین برانچ، لاہور میں جمع کروادیں۔ الحمد للہ وہ قرعہ اندازی

میں کامیاب قرار پائیں۔ چنانچہ میں نے اپنا فرضی حج اپنی فیملی کے ساتھ 2007ء بمطابق 1428 ہجری مقدس میں ادا کیا، جس میں ہماری روانگی مورخہ 13 دسمبر 2007ء کو پاکستان کی قومی ایئر لائنز ''پی آئی اے'' کے ذریعہ تھی اور حرمین شریفین میں ہمارے قیام کی مدت چالیس دن تھی۔ دوسرا حج اپنے والد گرامی کے لیے حج بدل 2009ء بمطابق 1430 ہجری مقدس میں کیا جو میں نے اکیلے ادا کیا۔ اس حج میں میری روانگی سعودی ایئر لائنز کے ذریعہ تھی اور حرمین شریفین میں قیام چوالیس دن کا تھا۔ حج بدل کی وصیت بھی میری والدہ ماجدہ نے کی تھی کہ اپنے والد گرامی کا حج کرنا۔ اسی سال وہ 15 فروری 2009ء کو اللہ کے حضور حاضر ہو گئیں۔ چنانچہ جونہی حج کا موسم شروع ہوا میں نے حج کی درخواست الائیڈ بینک مین برانچ نیپئر روڈ، لاہور میں جمع کروادی جو بفضل تعالیٰ قرعہ اندازی میں کامیاب قرار پائی۔ چونکہ میں پہلے ایک حج ادا کر چکا تھا، اس لئے مجھے گروپ لیڈر بنا دیا گیا۔ میرے گروپ میں میرے دفتر کے اور لوگ بھی شامل تھے۔

گورنمنٹ ملازم ہونے کی وجہ سے میرا پاسپورٹ بطور گورنمنٹ آفیشل کے بنا ہوا تھا۔ اس لیے سفرِ حج وعمرہ میں ہر بار سعودی عرب میں قیام کی مدت کے لحاظ سے اپنے ادارے سے چھٹی بھی منظور کروانی پڑی اور N.O.C بھی لینا پڑا، یہ دونوں دستاویزات ہوائی اڈے پر چیک کی گئیں۔

اس بات میں بڑا وزن ہے کہ گھر کا مالک اگر کسی شخص سے ناراض ہو تو وہ اس کو اپنے گھر میں کیا گھر کے تھڑے پر بھی قدم نہیں رکھنے دیتا، اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو اپنے گھر بلاتا ہے ان سے راضی ہوتا ہے تو بلاتا ہے اور بیگانوں کو اپنے گھر داخل نہیں ہونے دیتا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عظیم سے قوی امید ہے کہ وہ ہمارے عیبوں کی پردہ پوشی فرماتے ہوئے ہمارے قصور معاف فرما دے گا۔

ہم نے حج کی درخواستیں جمع کروانے کے ساتھ ہی حج کی تیاری تو شروع کر دی تھی لیکن قرعہ اندازی کا شدت سے انتظار تھا۔ قرعہ اندازی ہوئی تو ہم نے اپنی درخواستوں کی کامیابی کی معلومات وزارتِ مذہبی امور کی ویب سائٹ hajjinfo.org پر رات کو ہی دیکھ لی تھیں۔

قرعہ اندازی کے بعد وزارتِ مذہبی امور اسلام آباد کی جانب سے حج کی مبارکباد کا اطلاع

نامہ ملنے کے ساتھ ہی حج کی ٹریننگ کا آغاز ہوگیا۔ میں نے فیملی کیساتھ ان تربیتی کورسز میں بھی حصہ لیا اور ساتھ ہی ساتھ حج سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کے لیے بازار میں دستیاب چھوٹی بڑی متعدد کتابیں بھی پڑھ لیں۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حج ایک غیر معمولی سفر ہے لہٰذا جو شخص حج کا ارادہ کرے اس کو چاہیے کہ وہ حج سے پہلے خود کو دینی تعلیمات کی طرف خوب راغب کرلے۔ حج کی دعائیں اچھی طرح یاد کرلے۔ لین دین اور خاندانی معاملات اگر کوئی ہیں تو ان کو بھی حل کرلے۔ کمائی بھی حلال کی ہو۔ اگر کسی کے حقوق و فرائض کی ادائیگی میں کوئی زیادتی کی ہے تو اس کی تلافی ضروری ہے۔ ورنہ جس شخص نے لوگوں کے حقوق غصب کیے ہیں، جس کا کھانا بھی حرام، پینا بھی حرام اور لباس بھی حرام کا ہے، اللہ تعالیٰ کو ایسے حاجی کا لبیک پکارنا قابل قبول نہیں۔

حج پر روانگی سے دو روز قبل ہم نے اس وقت کی ہدایات کے مطابق حاجی کیمپ نزد ریلوے اسٹیشن لاہور سے ضروری کاغذات، جن میں گورنمنٹ کا جاری کردہ روانگی کا اطلاع نامہ، بینک میں جمع کرائی گئی رقم کی رسید بمعہ تصدیق شدہ تصویریں شامل تھیں وصول کیے۔ ویزا لگا پاسپورٹ اور حکومت کی طرف سے جاری کردہ اطلاع نامہ متعلقہ ائیر لائنز کے کاونٹر پر پیش کر کے پاسپورٹ اور ٹکٹ حاصل کیا۔ ہمیں کہا گیا کہ پاسپورٹ پر اپنے کوائف، فوٹو اور سعودی قونصلیٹ کے دستخط ضرور چیک کرلیں۔ بعض اوقات فوٹو تبدیل ہو جاتی ہے یا دستخط نہیں ہوتے تو آگے چل کر بڑی پریشانی اور مشکل پیش آتی ہے۔ اس صورت میں فوری طور پر حاجی کیمپ کے عملہ سے رجوع کریں۔ چنانچہ دھڑکتے دل سے یہ سب کچھ چیک کیا اور تسلی کر کے کاغذات ہینڈ بیگ میں رکھے۔

حاجی کیمپ سے ہی روانگی سے دو دن پہلے گردن توڑ بخار کا ٹیکہ لگوا کر پیلے رنگ کا کارڈ حاصل کیا جو سعودی عرب میں ائیر پورٹ پر چیک کیا گیا۔ والدہ ماجدہ کی ڈاکٹری نسخے کے مطابق بلڈ پریشر، شوگر اور دیگر ادویات پلاسٹک کے لفافے میں بند کر کے حاجی کیمپ میں موجود ڈاکٹر سے تصدیق کی مہر لگوائی۔ حاجی کیمپ میں ویکسینیشن کے لئے سینکڑوں لوگوں کو بلایا گیا تھا۔ کچھ لوگ

دھوپ میں قطار بنائے کھڑے تھے کچھ اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے جیسے انسانوں کی جماعت نہیں بلکہ بھیڑ بکریوں کا ایک غول ہو۔لیکن کوئی ویکسینیٹر موجود نہیں تھا۔کافی انتظار کرنے کے بعد، میں احتجاج ریکارڈ کروانے کے لیے وہاں پر موجود ایک افسر کے کمرے میں گیا تو انہوں نے کہا آپ تشریف رکھیں۔میں نے مدعا بیان کیا تو فرمانے لگے، ویکسینیشن کے لیے عملہ ابھی آ رہا ہے۔ یہاں اچانک میری ملاقات میرے سکول کے زمانے کے ہیڈ ماسٹر جناب انجم رحمانی صاحب سے ہوئی جو بعد میں عجائب گھر میں ڈائریکٹر اور گورنمنٹ کالج، لاہور میں استاد بھی رہے، وہ بھی میری طرح انجکشن لگوانے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ ویکسینیٹر صاحب تشریف لائے تو انہوں نے اپنے آفیسر کے کہنے پر ہمیں انجکشن لگا کر پیلے رنگ کا کارڈ حوالے کرتے ہوئے کہا کہ اس پر اپنا نام خود ہی لکھ لیں۔ہم نے کہا ہمارا قطعاً یہ مقصد نہیں تھا ہم تو تمام لوگوں کے نمائندہ بن کر آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں۔انہوں نے کہا کہ ہم سب کے لیے ویکسینیشن کا انتظام کر رہے ہیں۔

حاجی کیمپ میں عازمینِ حج کی سہولت کے لیے مختلف شعبے قائم کیے گئے تھے، جن میں استقبالیہ، معلومات، ائیر لائنز کے دفاتر، بینک برانچیں، ڈسپنسری، کینٹین اور ضروری اشیاء (اِحرام، عبایا، بیگ، جوتے، چھتریاں اور بیلٹ وغیرہ) کے اسٹال شامل تھے۔

پاسپورٹ لینے کے بعد حاجی کیمپ کے اندر ہی الائیڈ بینک لمٹیڈ کے کاونٹر پر گئے۔ ہدایات کے مطابق بینک میں رقم جمع کروانے کی اصل رسید، پاسپورٹ اور ہوائی سفر کا ٹکٹ بینک میں دکھایا اور کچھ ٹریولر چیک جو کہ زرِ مبادلہ کا ہی ایک ذریعہ ہے، کی صورت میں اور کچھ کھلے ریال کی صورت میں کرنسی حاصل کی۔ٹریولر چیک وصول کرتے وقت ہمیں کہا گیا کہ سعودی عرب میں بینک سے ٹریولر چیک کیش کراتے وقت پاسپورٹ کا فلاں صفحہ اور ٹریولر چیک کے نمبروں کی تفصیل کا کاغذ بینک میں دکھانا پڑے گا۔لہٰذا ہمیں ہر وقت ٹریولر چیک اور ان کی تفصیل کا کاغذ بہت احتیاط اور حفاظت سے رکھنے پڑے۔

قارئین کرام اندازہ لگائیں کہ آج سے چند سال قبل حج کے کاغذات کا طریقہ کار کتنا پیچیدہ

تھا۔ یہ سب کچھ اکٹھا کر کے ہینڈ بیگ میں رکھا اور گھر کی راہ لی۔ گھر میں مہمان رشتہ دار آئے ہوئے تھے، گپ شپ ہو رہی تھی کہ اچانک موبائل فون کی گھنٹی نے چونکا دیا۔ حاجی کیمپ میں واقع الائیڈ بینک، حج بوتھ کے عملہ نے مجھے میرا نام لے کر مخاطب کیا اور کہا کہ فوراً حاجی کیمپ واپس آئیں۔ میں نے حیرانگی سے پوچھا کیا معاملہ ہے خیریت تو ہے؟ کہنے لگے آپ کو ٹریولر چیک جاری کرتے ہوئے ہم سے غلطی ہوگئی ہے۔ میں فوراً اپنے بڑے بھائی چوہدری عباس علی کے ہمراہ ان کی گاڑی میں حاجی کیمپ پہنچا۔ انہوں نے پہلے سے جاری کردہ ٹریولر چیک کینسل کیے اور نئے ٹریولر چیک جاری کیے، اس عمل میں کافی وقت لگ گیا۔ ماجرہ یہ تھا کہ ہماری رہائش محلہ اجیاد (قریش) میں یعنی حرم کے بہت قریب تھی لیکن بلڈنگ کا کرایہ دور کی رہائش گاہ یعنی عزیزیہ کا کاٹا گیا تھا اس لیے ہمیں رقم زیادہ مل گئی تھی۔ مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے جب ہمارے پاس سے نقد رقم ختم ہوگئی تو محلہ مسفلہ میں واقع بینک سے یہ ٹریولر چیک کیش کروائے۔ اگلے سال یعنی 2009ء میں حکومت کی طرف سے ایک تو ٹریولر چیک کا اجراء بند کر دیا گیا، حجاج کو ان کی جگہ تمام رقم ریال میں ہی فراہم کی گئی، دوسرے ''حج پاسپورٹ'' جاری کرنے کی بجائے عام پاسپورٹ ہی حج کے لیے استعمال ہونے لگا، جس سے حاجیوں کے لیے کافی آسانی پیدا ہوگئی۔ اس سے پہلے حکومتِ پاکستان حجاج کو سپیشل پاسپورٹ جاری کرتی تھی جو صرف حج کے لیے ہی کارآمد ہوتا تھا۔

سفرِ سعادت کا آغاز

بین الاقوامی فلائٹ میں تین گھنٹے پہلے ہوائی اڈے پر رپورٹ کرنا ہوتا ہے۔ اس مرتبہ گورنمنٹ سکیم کے تحت حج فلائٹ اپریشن ہوائی اڈے کی عمارت کی بجائے ائیر پورٹ سے ملحق حاجی کیمپ سے کیا گیا تھا۔ عازمین حج کو کہا گیا کہ وہ آٹھ گھنٹے پہلے حاجی کیمپ، واقع چوک بوہڑ والا، نزد ریلوے سٹیشن، لاہور تشریف لائیں، وہاں سے ان کو ائیر پورٹ سے متصل حاجی کیمپ حج مشن کی بسوں میں لیجایا جائے گا۔ چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا۔ ہمارا سامان حاجی کیمپ میں ہی ائیر لائنز کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ ہماری بس حاجی کیمپ سے ایک وارڈن کی رہنمائی میں روانہ ہوئی

جو اپنی موٹر سائیکل پر ایک خاص رفتار سے چلتا تھا۔ ہم ڈیوس روڈ، شملہ پہاڑی اور مال روڈ سے ہوتے ہوئے حاجی کیمپ ائیر پورٹ پہنچے۔ کیمپ میں داخل ہو کر حال احوال کا جائزہ لیا، روانگی میں کافی وقت باقی تھا۔ دورانِ انتظار ایک بنچ پر بیٹھ کر باہمی دلچسپی کے اُمور پر گفتگو کرتے رہے۔ یہاں تقریباً تمام عازمین حج گروپوں کی صورت میں ایک دوسرے سے گپ شپ میں مصروف تھے۔ جو تنہا تھے بنچوں پر بیٹھے اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے۔

اِحرام باندھنے کا اعلان کیا گیا تو وضو کیا اور احرام باندھا۔ اِحرام، حج اور عمرے کا لباس ہے۔ اس کو اِحرام اس لیے کہتے ہیں کہ اِحرام پہن لینے کے بعد بہت سی چیزیں جو پہلے حلال تھیں اب حرام ہو گئی ہیں۔ اِحرام باندھنے کے ساتھ ہی دو نوافل ادا کئے اور لبیک پکارا۔

لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ط

لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ط

اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَ الْمُلْكَ ط لَا شَرِيْكَ لَكَ ○

میں حاضر ہوں۔ اے اللہ میں حاضر ہوں۔

میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں۔

بلا شبہ تعریف اور نعمت تیرے ہی لیے ہے۔ اور ملک (بھی) تیرے ہی لیے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

لبیک کہنا حاجی کا اعترافِ بندگی بھی ہے اور خالقِ کائنات کی عظمت و بزرگی کا اعتراف اور شرک سے بیزاری کا اظہار بھی ہے۔ یہ ایسا کلمہ ہے جسے ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور اس کا حاجی بندہ حاضری لگواتا ہے کہ میں حاضر ہو گیا ہوں۔ اس لیے ہر حاجی کو علم ہونا چاہیے کہ حاضری لگوانے کے بعد اس پر کتنی پابندیاں عائد ہو چکی ہیں۔

مواقیت

حج ایک ایسی عبادت ہے جس کے کام باقی عبادات کی نسبت زیادہ ہے۔ مزید برآں اس عبادت میں زمان ومکان ملوث ہیں۔ یعنی حج مکہ مکرمہ، منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ کسی اور جگہ نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح اِس کا زمانہ بھی متعین ہے جو ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ سے لے کر ذوالحجہ کی بارہ یا تیرہ تاریخ تک ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حج اور عمرہ کرنے والے کے لیے باقاعدہ جگہیں بھی مقرر فرمائی ہیں اور ایک مخصوص لباس بھی مقرر فرمایا ہے۔ احرام باندھنے کی اس جگہ کو میقات کہتے ہیں۔ اور اس لباس کو اِحرام کہا جاتا ہے۔

کل پانچ مواقیت ہیں۔ ان مواقیت سے باہر کے رہنے والوں کو آفاقی کہا جاتا ہے۔

1۔ یلملم

برصغیر پاک و ہند اور بنگلہ دیش وغیرہ سے حج وعمرہ کے لیے مکہ مکرمہ جانے والوں کے لیے میقات یلملم ہے۔ جس کا نیا نام السعدیۃ ہے جو یمن والوں کی میقات ہے۔ یہ مکہ مکرمہ کے جنوب میں 92 کلومیٹر پر واقع ہے۔ ہوائی جہاز میں میقات پہنچنے سے پہلے اعلان کیا جاتا ہے کہ عمرہ یا حج (جس کا بھی ارادہ ہے) کی نیت کرلیں اور احرام باندھ لیں۔ سنت یہی ہے کہ نیت میقات سے کی جائے، لیکن جہاز میں چونکہ انتظام مشکل ہوتا ہے اور یہ بھی خدشہ رہتا ہے کہ لاعلمی میں میقات گزر نہ جائے۔ لہٰذا اپنے وطن سے ہی حاجی کیمپ سے، ایئرپورٹ سے یا گھر سے اِحرام باندھ لیا جاتا ہے اور عمرہ یا حج کی نیّت بھی کرلی جاتی ہے۔ جب لوگ بحری راستے سے جاتے تھے تو بحری جہاز میں ہی یلملم پہنچ کر اِحرام باندھتے تھے۔ چنانچہ ہم سب نے لاہور ہوائی اڈے سے ملحق حاجی کیمپ سے اِحرام باندھ لیا تھا۔

2۔ ذوالحلیفہ

جو عازمین حج وعمرہ پہلے مدینہ منورہ جاتے ہیں، ان کی میقات یلملم نہیں بلکہ ذوالحلیفہ ہے جو مدینہ والوں کی میقات ہے۔جس کا نیا نام ''ابیارعلی'' ہے۔ یہ مکہ مکرمہ کے راستے میں مدینہ منورہ کے مغربی جانب ایک مقام ہے۔لہٰذا یہ عازمین مقامی ہوائی اڈے سے احرام نہیں باندھتے بلکہ عام لباس میں مدینہ منورہ جاتے ہیں اور مدینہ منورہ میں مقررہ دن گزار کر وہاں سے مکہ مکرمہ جاتے وقت مسجد میقات (ذوالحلیفہ) سے احرام باندھتے ہیں۔ ہمارا جہاز جدہ جا رہا تھا اس لیے اس میں صرف مکہ مکرمہ جانے والے زائرین تھے۔

دیگر مواقیت

3۔ الجحفہ: جدہ اور مقام بدر کے تقریباً درمیان میں ساحل کی طرف رابغ شہر ہے۔ رابغ کے قریب ایک مقام ہے الجحفة۔ یہ جگہ اہل (مغرب) شام، مصر اور ان لوگوں کی میقات ہے جو ان راستوں سے آئیں۔

4۔ قرن المنازل: (جس کا نیا نام سیل کبیر ہے) اہل نجد (وطائف کی) میقات ہے۔

5۔ ذات عرق: اہل عراق کی میقات ہے۔

اہل مکہ مکرمہ حج کے لیے مکہ مکرمہ (میں جس جگہ پر ہوں اسی جگہ) سے ہی احرام باندھتے ہیں اور عمرہ کے لیے حدودِ حرم کے باہر یعنی تنعیم (مسجد اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ) سے، جو حرم سے تقریباً سات کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اُم المؤمنین سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مخصوص حالات یعنی عذر شرعی اور مجبوری کی وجہ سے یہاں سے احرام باندھ کر عمرہ کیا تھا۔

لاہور کا ہوائی اڈا

ہم اِحرام باندھ کر حاجی کیمپ میں سٹیل کی بنچ نما کرسیوں پر بیٹھ گئے اور جہاز میں سوار

ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ 12 دسمبر کی رات تھی۔ حاجی کیمپ میں چائے اور بسکٹ وغیرہ سے زائرین کی تواضع کی جا رہی تھی۔ جن لوگوں نے مفت کی چائے زیادہ پی لی دوران سفر ان کو جہاز میں زیادہ مرتبہ واش روم جانا پڑا۔ حاجی کیمپ میں فلائٹ اپریشن کا تمام عملہ وہ سارے کام کر رہا تھا جو ہوائی اڈے پر کرتا ہے۔ سامان کی سکیننگ مشین بھی یہاں نصب کی گئی تھی۔ اینٹی نارکوٹکس فورس اور کسٹم کے اہل کار اپنا اپنا کام کر رہے تھے۔ ہم سب نے ٹوتھ پیسٹ، برش، اور دیسی صابن کے چھوٹے ٹکڑے اپنے اپنے ہینڈ بیگ میں رکھ لیے تھے کہ احرام میں خوشبو والا صابن استعمال کرنا منع ہے۔ کسٹم کے اہلکار نے میرا ٹوتھ پیسٹ نکال کر تو سائیڈ پر رکھ دیا لیکن میری والدہ ماجدہ اور باقی فیملی کو اجازت دے دی۔

اینٹی نارکوٹیکس فورس کے اہلکار زائرین کے سامان کی سخت چیکنگ اس لیے کرتے ہیں کہ ان کے سامان میں کسی قسم کی کوئی نشہ آور یا مشتبہ چیز شامل نہ ہو تا کہ ان کا یہ مقدس سفر محفوظ اور خیر و برکت سے گزرے۔ کیونکہ سعودی عرب میں اس کی سزا موت ہے۔ حتی کہ خشخاش لے کر جانا بھی ممنوع ہے۔ علاوہ ازیں ہر قسم کا اجناس جیسے آٹا، چاول، گھی، چینی، دالیں، مٹھائی وغیرہ سعودی عرب لے جانے کی ممانعت ہے۔ ایئرپورٹ پر چیکنگ کے دوران تمام ممنوعہ اشیاء سامان سے نکال دی جاتی ہیں۔ مزید برآں حجاج کو کسی دوسرے مسافر کے سامان کی ذمہ داری بھی ہرگز قبول نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی کسی اجنبی سے کوئی چیز لینی یا کھانی چاہیے۔

ہمارے سامان میں ایک مناسب سائز کا سوٹ کیس، درمیانہ سائز کا بیگ، تولیے کے دو عدد احرام (ایک عدد احرام ہم نے باندھ لیا تھا)، پلاسٹک کے چند برتن گلاس پلیٹ وغیرہ، کنگا، صفائی کے لیے رومال اور چار عدد کپڑوں کے جوڑے شامل تھے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر سے تصدیق شدہ نسخہ کے مطابق متفرق ادویات، جن میں نزلہ زکام، پیٹ درد، موشن، گلا، بخار اور والدہ کے لیے بلڈ پریشر اور شوگر کی ادویات شامل تھیں۔ کیونکہ سعودی عرب میں ادویات ریالوں میں آتی ہیں اور بہت مہنگی پڑتی ہیں پھر وہاں تمام میڈیکل سٹور نسخہ کے بغیر کھلی دوا بھی نہیں دیتے۔ تاہم کسی بیماری کی صورت میں

پاکستانی ڈسپنسری یا سعودی ہسپتال جا سکتے ہیں اور وہاں سے فری علاج حاصل کر سکتے ہیں۔

سامان کی چیکنگ کے بعد ہم بورڈنگ کا انتظار کرنے لگے، اسی دوران ہمارا سامان جہاز میں لوڈ ہو گیا۔ بورڈنگ شروع ہوئی، جہاز کے شروع میں سب سے اگلی دو سیٹیں ہمیں الاٹ ہو گئیں ایک سیٹ پر میں اور والدہ محترمہ دوسری پر میری اہلیہ اور ہمشیرہ بیٹھ گئیں۔ صوفہ نما یہ سیٹیں بڑی آرام دہ تھیں۔ تقریباً دو گھنٹے بعد تمام عازمین حج جہاز میں سوار ہو چکے تو جہاز کے کپتان نے اعلان کیا کہ ہم سفر کا آغاز کرنے والے ہیں اور ساتھ ہی سفر کی مسنون دعا پڑھی۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ (13:43)

وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (14:43)

''پاک ہے وہ جس نے ہمارے لیے ان چیزوں کو مسخر کر دیا ورنہ ہم انہیں قابو میں لانے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ اور ایک روز ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے۔''

اسی طرح تمام مسافروں نے بھی سفر کی دعا مانگی۔ خاتون فضائی میزبان نے ہنگامی صورتحال سے متعلق حفاظتی تدابیر اشاروں سے بتائیں، موبائل فون بند کرنے اور حفاظتی بیلٹ باندھنے کو کہا۔ بعض لوگ جو پہلی مرتبہ جہاز میں سفر کر رہے ہوتے ہیں وہ ایسی ہدایات سن کر خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ پہلی مرتبہ اندرون ملک ہوائی سفر کے دوران میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔ تاہم جہاز کا سفر محفوظ ترین سفر شمار کیا جاتا ہے۔ ویسے بھی جہاز خود نہیں اُڑ رہا ہوتا بلکہ اس کو قدرت کی طرف سے اُڑایا جا رہا ہوتا ہے۔ قرآن کریم کی سورہ یونس (22:10) کی آیت کریمہ میں اسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے: کہ وہی ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر میں لیے پھرتا ہے۔ سورہ الملک (19:67) میں بھی پرندوں کے بارے میں فرمایا کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا وہ پروں کو پھیلائے اڑتے ہیں رحمن کے سوا کوئی نہیں جو انہیں تھامے ہوئے ہو، بیشک وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔

ہوائی اڈے پر جب حاجی اِحرام باندھنے کے طریقہ کار سے گزرتا ہے تو تمام فیملی کی محبت

پر اللہ کریم کی محبت غالب آجاتی ہے۔ اور اس کو ایک عجیب اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ جب جہاز اڑتا ہے تو جس طرح اپنا شہر نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے اسی طرح دنیاوی رشتے بھی ائیر پورٹ سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عجب شان ہے۔ رن وے پر دوڑتے ہوئے جہاز نے تقریباً پون منٹ لیا اور فضا میں بلند ہو گیا۔

جہاز میں لگی ہوئی سکرین سے جہاز کی رفتار، باہر کا موسم، لاہور سے جدہ کا سفر جو طے ہو چکا، جو باقی ہے اور روٹ وغیرہ کا نقشہ ڈسپلے ہو رہا تھا۔ اس سے مسافروں کو سفر کے کٹنے کا اندازہ ہوتا رہتا ہے۔ جہاز کی کھڑکیوں سے نیچے زمین پر دیکھتے تو راستے میں آنے والے شہروں کی چکا چوند روشنیاں جگمگ جگمگ کرتی نظر آتیں۔

سعودی عرب آمد

رات کے تقریباً ایک بجے جہاز لاہور سے روانہ ہوا اور پانچ گھنٹے کی مسافت کے بعد جدہ کے ائیر پورٹ پر اترا۔ کپتان نے اعلان کیا کہ ہم جدہ ائیر پورٹ پر اترنے والے ہیں تو سب لوگ مستعد ہو گئے۔ اکثر لوگوں نے بہت جلد بازی کا مظاہرہ کیا، جہاز ابھی مکمل رکا بھی نہیں تھا کہ اپنی اپنی سیٹوں سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور سامان پکڑنا شروع کر دیا۔ جدہ سعودی عرب کا ساحلی شہر اور معروف بندرگاہ ہے۔ سعودی عرب کی بنیاد شاہ عبدالعزیز نے 1932ء میں رکھی تھی۔ سعودی عرب کے بڑے شہروں میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، ریاض، تبوک، جدہ، جازان، ینبع، الطائف، باحہ، دمام، ابھا اور نجران وغیرہ شامل ہیں۔ اسلام کے سب سے مقدس ترین مقامات مسجد حرام مکہ مکرمہ میں اور مسجدِ نبوی شریف مدینہ منورہ میں ہیں۔ ریاست کی سرکاری زبان عربی ہے۔ شروع میں سعودی عرب کا شمار دنیا کے غریب ممالک میں ہوتا تھا، لیکن 1938ء میں تیل کے ذخائر دریافت ہونے کے بعد اس خطے کی قسمت ہی بدل گئی ہے۔ آج سعودی عرب کا شمار دنیا کے امیر ترین ممالک میں ہوتا ہے۔ یہاں کوئی سیاسی جماعت وغیرہ نہیں ہے۔ یہاں کا سیاسی نظام مطلق العنان بادشاہت ہے، جس نے ہمیشہ سے اسلام پسندانہ خطوط پر حکومت کی ہے۔ اسلامی سزاؤں

کے نفاذ سے حجاز مقدس میں مجرموں کی بہت حوصلہ شکنی ہوئی ہے۔ اب وہاں کھلے عام کوئی گناہ نہیں ہوتا اور کوئی نگاہ آوارہ نہیں۔ اسلامی سزاؤں کے نتیجے میں پیدا ہونے والا خوف دراصل عبرت کا باعث ہوتا ہے جس سے معاشرے سنورتے ہیں۔

پرانے وقتوں کا حج

جہاز میں لگی Information Display Screen کے مطابق ہم پاکستان سے تقریباً 3200 کلومیٹر سے زیادہ کا سفر طے کر کے پانچ گھنٹے میں جدہ پہنچے۔ جبکہ ماضی میں یہ سفر سالوں اور مہینوں میں طے ہوتا تھا۔ حجاج قافلوں اور گروہوں کی صورت میں بحری جہازوں میں حج کرنے جاتے تھے۔ یہ سفر انتہائی طویل، تکلیف دہ اور صبر آزما ہوتا۔ قارئین کرام پرانے دور کے سفرنامے ملاحظہ فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ خلافت پر مشتمل تمام علاقوں کی مساجد میں امیر المؤمنین کی جانب سے اعلان کیا جاتا تھا کہ حج پر جانے کے لیے فوج کی نگرانی میں قافلے تیار ہیں۔ اُس دور میں کسی نے ایک سال کسی نے آٹھ مہینے میں حج ادا کیا۔ اور کئی لوگ تو راستے کی صعوبتیں ہی برداشت نہ کر سکے اور راہی ملک عدم ہو گئے۔ زائرین مختلف منزلوں پر پڑاؤ کرتے جدہ پہنچتے تھے۔ جن کا سفر بحری جہازوں کے ذریعہ ہوتا، جہاں ہواؤں نے جہاز کو دھکیل دیا وہیں لنگر انداز ہو گیا۔ خلیج عدن پر اکثر ایسا ہوتا کہ جہاز مہینہ مہینہ لنگر انداز رہتا۔

حج جتنا آسان اب ہو گیا ہے، پرانے وقتوں میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ حاجی گھر سے روانہ ہو گیا اب نہ گھر والوں کو اس کا پتا نہ اس کو گھر والوں کا علم۔ خط بھی یکطرفہ طور پر ایک مہینہ میں پہنچتا۔ بہت پرانی بات نہیں 1974ء میں میری والدہ ماجدہ نے پہلے حج کا سفر بحری جہاز کے ذریعے کیا تھا جس میں تین مہینے لگے تھے۔ میں اس وقت سکول میں پڑھتا تھا۔ مجھے یاد ہے میرے بڑے بھائی چوہدری عباس علی جو گریجوایٹ تھے، نے والدہ کو خط لکھا تھا اور ان تین مہینوں میں صرف ایک مرتبہ ہی خطوط کا تبادلہ ہو سکا تھا۔ والدہ ماجدہ نے بتایا کہ 1974ء سے پہلے کسی سال میں میری پھوپھی صاحبہ ایک قافلے کیساتھ حج پر گئیں تھیں۔ سب قافلہ والوں

نے ایک لاری خریدی اور براستہ ایران عراق حج کے لیے سعودی عرب پہنچے۔ واپسی پر وہ لاری انہوں نے اتنے ہی پیسوں میں فروخت کر دی جتنے کی خریدی تھی۔ غور کیجیے کس قدر امن کا دور دورہ تھا آج ہم اپنے ملک میں سفر کرتے ہوئے خود کو غیر محفوظ سمجھتے ہیں۔

اب ملکوں کے فاصلے سمٹ گئے ہیں۔ چنانچہ جب سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی بنیاد پر الگ الگ اقوام کا سلسلہ ختم فرما کر امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت کا اختتام فرمایا ہے، تب سے ساری دنیا اس کا بخوبی مشاہدہ کر رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اقوام عالم دور دور واقع ہونے کے باوجود نزدیک تر ہوتی جا رہی ہیں اور ایسے ذرائع آمد و رفت میسر آ گئے ہیں کہ جن کی بدولت ان میں فاصلے بالکل سمٹ کر رہ گئے ہیں۔ صدیوں پہلے لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ دور دراز کے ملک اور شہر اتنے قریب آ جائیں گے، کہ گاؤں اور محلے معلوم ہونگے۔ چنانچہ جوں جوں دنیا کی آخیر یعنی قیامت قریب آتی جائے گی یہ فاصلے اور بھی سمٹتے جائیں گے۔ یہ سب خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کی بدولت ہے۔

باہر کے ممالک سے آنے والے حاجیوں کے لیے سفر حج تو مشکل تھا ہی، سعودی عرب کے اندر بھی یہ سفر بہت مشکل اور خطرات سے دوچار تھا۔ ماضی میں وہاں آج کی طرح بڑی بڑی سڑکیں، راستے اور ذرائع نقل و حمل نہیں تھے۔ حاجیوں کے لیے یہ سفر بڑا صبر آزما تھا۔ ان کو کہیں تپتے صحراؤں، جنگلوں اور بیابانوں سے گزرنا پڑتا اور کہیں موسم کی شدت، شدید گرمی، سخت دھوپ، اور شدید بارشوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا۔ اس طرح یہ قافلے خاردار وادیوں اور کٹھن راستوں میں پڑاؤ کرتے اونٹوں، گدھوں اور دوسرے جانوروں پر حجاز مقدس پہنچتے۔ یہی وجوہات تھیں جن کے سبب حجاج کے رشتہ داران کی خیریت سے واپسی تک خوف، غم و فکر اور تشویش میں مبتلا رہتے۔

سفر حج کے پرانے وقتوں کے قافلے کیسے ہوا کرتے تھے؟ العربیہ ڈاٹ نٹ کے مطابق سعودی عرب میں 'اللوری' (لاری) کے نام سے حجاج کے لیے بس چلتی تھی۔ مملکت کے دیگر شہروں کی طرح مکہ مکرمہ، منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں بھی حج ٹرانسپورٹ نے ترقی کا سفر بتدریج طے کیا

ہے۔قدیم زمانے میں حج کا سفر مشقت کا ہوتا تھا۔ عازم حج کو اپنی بستی سے مقدس مقامات تک پہنچنے میں مہینوں لگتے تھے۔ بسوں کی جنرل سنڈیکیٹ کا کہنا ہے کہ سعودی ریاست کے قیام کے بعد ٹرانسپورٹ کے نئے وسائل حاجیوں کے سفر کے لیے متعارف ہوئے ہیں۔

1924ء میں سفر حج کے لیے اونٹوں کی جگہ گاڑیوں نے لے لی۔قدیم زمانے میں زائرین کو حج مقامات پر لانے لے جانے کا کام اونٹوں سے لیا جاتا تھا جو لوگ یہ انتظام کرتے تھے وہ المخر جون اور المقومون کہلاتے تھے۔ المخر جون سامان چڑھانے، اُتارنے اور حاجیوں کو اونٹوں پر بٹھانے، اُتارنے کا کام کیا کرتے تھے۔ان کا دائرہ کار مکہ مکرمہ تک محدود ہوتا تھا۔

ایک اور گروپ ہوتا تھا جو المقومون کہلاتا تھا۔ اس کی ذمہ داری حاجیوں کو حج مقامات آنے جانے کے لیے سواری مہیا کرنے کی ہوتی تھی۔ یہ لوگ حاجیوں کے ساتھ جدہ اور مدینہ منورہ بھی جایا کرتے تھے۔ یہ نظام 1945ء میں ختم ہو گیا۔

سعودی عرب نے پہلی بار 1948ء میں بسوں کی جنرل سنڈیکیٹ قائم کی۔ چار برس تک اس کا سلسلہ جاری رہا پھر مارچ 1953 میں شاہ عبدالعزیز نے بسوں کی جنرل سنڈیکیٹ ٹو کے قیام کا فرمان جاری کیا۔شروعات لاری سے کی گئی تھی جس سے سامان منتقل کیا جاتا تھا، پھر سکول بسوں سے کام لیا جانے لگا۔ بیسویں صدی کے اواخر میں جدید طرز کی بسیں استعمال ہونے لگیں۔ اس سال یعنی 2021ء میں 68 ٹرانسپورٹ کمپنیاں اور ادارے حج ٹرانسپورٹ میں حصہ لے رہے ہیں۔ بیس ہزار بسیں سنڈیکیٹ کے پاس ہیں۔ سنڈیکیٹ نے نہ صرف یہ کہ جدید طرز کی بسوں کا اہتمام کیا ہے بلکہ حج ٹرانسپورٹ نے ای سسٹم کا عمل دخل بھی بڑھا دیا ہے۔

اب دنیا کے کسی کونے سے مکہ مکرمہ پہنچنا کوئی مشکل کام نہیں۔ اسی طرح سعودی عرب کے اندر بھی سڑکیں موٹرویز کی طرح نہایت کشادہ، خوبصورت اور قابل تعریف ہیں۔ معیار میں یہ سڑکیں یورپ کی سڑکوں کی طرح ہیں۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے گرد رِنگ روڈ بھی بنائے گئے ہیں۔ اس سے سفر نہایت سہل اور آسان ہو گیا ہے۔ سعودی عرب کے دور دراز کے شہروں سے

لوگ سینکڑوں کلومیٹرز کا سفر طے کر کے صرف نماز جمعہ پڑھنے کے لیے حرمین شریفین پہنچتے ہیں۔

جدہ کا ہوائی اڈا

جدہ ایئر پورٹ پر ہمیں حاجی کیمپ میں بٹھا دیا گیا جو صاف ستھرے بڑے بڑے ہالز پر مشتمل تھا، واش روم صاف ستھرے تھے، کثیر تعداد میں سٹیل کی چمکدار کرسیاں رکھی گئی تھیں۔ جدہ ائیر پورٹ پر نماز فجر ادا کی۔ دیگر ممالک کے جہاز بھی مسلسل اتر رہے تھے۔ حجاج کی تعداد مسلسل بڑھتی جا رہی تھی۔ اس طرح ہمیں کلیرنگ کے لیے تقریبا پانچ گھنٹے کا طویل انتظار کرنا پڑا۔ اسی دوران تمام حاجیوں کو حفاظتی ادویات بھی دی گئیں۔

امیگریشن کاؤنٹرز پر زندگی میں پہلی مرتبہ اپنے عرب بھائیوں سے ملاقات ہو رہی تھی۔ ہم اپنے پاسپورٹ لیے ان کے سامنے ایک قطار میں کھڑے تھے۔ یہاں کاونٹرز پر تعینات نوجوان عملہ ہی نظر آیا۔ جدہ ایئر پورٹ پر مجھے امیگریشن پر معمول سے بہت زیادہ وقت لگا، جس نے مجھے تشویش میں تو مبتلا نہیں کیا، کیونکہ میں خود کو اللہ کا مہمان سمجھتا تھا، لیکن متعلقہ امیگریشن آفیسر کے رویے کی مجھے سمجھ نہیں آئی جو بار بار کبھی میرے انگوٹھوں کا عکس لیتا کبھی دائیں ہاتھ کی انگلیوں کا کبھی بائیں ہاتھ کی انگلیوں کا، ساتھ ساتھ اپنے ہاتھوں کے اشاروں سے عجیب حیرانگی کا اظہار کرتا، جیسے ابھی بھی مطمئن نہیں۔ جبکہ میری فیملی امیگریشن کے بعد میرا شدت سے انتظار کر رہی تھی۔ مجھے اس طرح محسوس ہوا جیسے وہ میرے متعلق کسی شک میں مبتلا ہے، لیکن میرے ساتھ کوئی مکالمہ بھی نہیں کر رہا تھا۔ اس تصدیق میں تقریباً پندرہ منٹ صرف ہوئے۔ اگر اتنا وقت صرف ایک مسافر پر لگے تو آپ اندازہ لگا لیں کہ ایک جہاز کے تمام مسافروں پر کتنا وقت لگے گا۔ مگر اللہ کریم کا بے حد شکر ہے کہ امیگریشن ہو گئی ورنہ مکہ مکرمہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ جدہ ائر پورٹ سے کچھ حاجیوں کو واپس بھی کیا گیا جس کی وجہ ہمیں معلوم نہ ہو سکی۔

امیگریشن کا مرحلہ طے کیا، پھر سامان کی فکر لاحق ہوئی جو جہاز سے اتار کر دوسری بلڈنگ میں رکھا گیا تھا۔ ہماری والدہ ماجدہ نے اپنے پہلے حج کے تجربے کی بنا پر سامان کو نشانیاں لگا دی تھیں

جس سے ہم اپنے سامان کو دور سے ہی پہچان گئے۔

جدہ ائیر پورٹ سے باہر نکلتے ہی ایک سوریال کی mobily کمپنی کی سم خریدی۔ سم وہاں سے خریدنا ہی مناسب ہے۔ ہمارے ساتھ جن لوگوں نے رومنگ کروائی تھی وہ ناکام ہوگئی مجبورًا انہوں نے نئی سم خریدی۔ سم کے ساتھ ہمیں موبائلی کمپنی کا نیلے رنگ کا ایک بیگ بھی دیا گیا، جسے ہم نے حرم میں استعمال کے لیے اشیاء وغیرہ کے لیے محفوظ کرلیا۔

جدہ کا ہوائی اڈا دنیا کے سب سے بڑے اور مصروف ترین ہوائی اڈوں میں سے ایک ہے۔ اگر ہم لاہور کے ہوائی اڈے سے اس کا موازنہ کریں تو لاہور کا ہوائی اڈا ضلعی ہوائی اڈا معلوم ہوتا ہے۔ یہاں ایک وقت میں چند جہاز ہی آپ کو نظر آئیں گے۔ جبکہ جدہ کا ہوائی اڈا اتنا بڑا ہے کہ تاحدِ نگاہ اتنے جہاز کھڑے ہوتے ہیں جیسے بچوں کے بے شمار کھلونے رکھے گئے ہوں۔

سوئے حرم

جدہ سے بسوں میں سوار ہوئے۔ ہمارا سامان معلم کے ورکرز نے بس کی چھت پر رکھا۔ بس میں سوار ہوکر ابھی سیٹوں پر بیٹھے ہی تھے کہ معلم کے نمائندے نے ہمارے پاسپورٹ اپنے پاس جمع کروانے کے لیے کہا۔ پورے موسمِ حج میں حاجیوں کی نقل وحرکت کے وقت یہ پاسپورٹ حجاج کو بسوں میں سوار ہوتے وقت دے دیے جاتے ہیں اور اُترنے سے پہلے لے لیے جاتے ہیں۔

تمام ہوائی مسافروں کو چاہیے کہ وہ روپے پیسے کے ساتھ اپنے پاسپورٹ کی حفاظت بھی یقینی بنائیں۔ یہ اتنی اہم دستاویز ہے کہ بیرونِ ملک اس کے بغیر مشکلات ہی مشکلات ہیں۔

بس میں سوار ایک خاتون نے دورانِ سفر بڑے اہتمام کے ساتھ طواف کے سات چکروں کی گنتی کے لیے سات دانوں والی تسبیحیں تمام لوگوں میں تقسیم کیں۔ اُس نے میری فیملی کو بتایا کہ یہ اُس کا شوق ہے۔

جدہ سے مکہ مکرمہ کے راستے میں ایک مقام آیا جہاں سڑک پر بہت بڑی رحل بنائی گئی

ہے۔ اس سے پہلے بہت بڑے سائن بورڈ (مائل سٹون) پر لکھا تھا فقط مسلمانوں کے لیے اور دوسری طرف سرخ رنگ میں لکھا تھا غیر مسلموں کے لیے۔ اپنی قسمت پر بہت رشک آیا کہ اللہ کریم نے ہمیں نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا امتی بنایا، اگر ہمیں حضرت نوح علیہ السلام جتنی عمر بھی مل جائے تو بھی ہم اللہ کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔ غیر مسلموں کا حرم پاک کی حدود میں داخلہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دور مبارک سے ہی منع ہے۔ فتح مکہ کے بعد ۹ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو ایک جماعت کے ساتھ امیر بنا کر بھیجا تھا کہ لوگوں میں اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور بیت اللہ کا طواف ننگے ہو کر نہ کیا جائے (مشرکین عام طور پر جاہلیت میں ننگے طواف کرتے تھے۔)

الشمیسی چیک پوسٹ

الشمیسی وہ جگہ ہے جہاں بیعت رضوان ہوئی تھی اس کو حدیبیہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکینِ مکہ کے درمیان حدیبیہ کا معاہدہ ہوا تھا۔ یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً چوبیس کلومیٹر کی مسافت پر ہے۔ یہ جدہ روڈ پر واقع ہے۔ پھر جدہ اور مدینہ منورہ کو جانے والی سڑکیں الگ ہو جاتی ہیں۔ مکہ مکرمہ میں دخول سے پہلے یہاں ہمارے قافلے کے تمام افراد کا پاسپورٹ کے مطابق اندراج کیا گیا اور ساتھ ہی بس میں بیٹھے بیٹھے تمام زائرین کی بسکٹ کے پیکٹ آبِ زمزم کی ڈیڑھ لیٹر کی بوتل اور کھجوروں سے تواضع بھی کی گئی۔ حاجیوں کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ اور اسی طرح مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ واپسی پر یہ چیکنگ لازماً ہوتی ہے تاکہ ان کی نقل وحمل کو مونیٹر کیا جا سکے۔

بیعت رضوان کا واقعہ اس طرح ہے کہ سن 6 ہجری مقدس بمطابق فروری 628ء خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عمرہ کی نیت سے تقریباً ڈیڑھ ہزار اصحابؓ کے ساتھ مکہ مکرمہ کا قصد کیا اور حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمان غنیؓ کو سردارانِ قریش کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ہم مسلمان جنگ کے ارادے سے نہیں آئے بلکہ ہمارے آنے کا مقصد صرف بیت اللہ کی زیارت وطواف ہے۔ حضرت عثمانؓ کو مکہ مکرمہ میں تاخیر ہوگئی۔ اور قریش

نے یہ افواہ پھیلا دی کہ سفیرِ رسول حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ جب یہ خبر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک ہم عثمانؓ کے قتل کا بدلہ نہیں لیں گے یہاں سے کسی صورت نہیں جائیں گے۔ یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے اپنے اصحابؓ سے جاں نثاری کی بیعت لی تھی کہ جنگ ہونے کی صورت میں ہم ہر طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیں گے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ جیسا کہ سورۃ الفتح (18:48) میں اس کا ذکر کیا گیا ہے:

البتہ تحقیق اللہ ایمان والوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں کا حال اس کو معلوم تھا۔ اس لیے اس نے ان پر اطمینان نازل فرمایا۔

قرآن کریم کے اس واضح اعلان کے بعد بھی ان چودہ سو یا تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہؓ میں سے جن میں خلفائے اربعہ بھی شامل ہیں، کسی ایک کے بھی ایمان و اخلاص میں شک کرنا درحقیقت نا صرف اللہ تعالیٰ کی گواہی کو پس پشت ڈالنا ہے بلکہ تاریخ کی بے سند باتوں کو کلام اللہ پر ترجیح دینا بھی ہے۔ ''فَاعْتَبِرُوْا يَآاُولِي الْاَبْصَارِ'' (الحشر 2:59)

یہ کس قدر سعادت کی بات ہے کہ صحابہؓ کی اتنی کثیر تعداد کے لیے اس دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا سرٹیفیکیٹ مل گیا اور قیامت تک کے لیے قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے ہر شخص کے سامنے یہ تصدیق نامہ بار بار سامنے آتا رہے گا۔

مزید برآں احادیث صحیحہ میں بھی اس بیعت میں شریک ہونے والوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے یہ بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہو گا اور اصحاب بدرؓ کے بعد انہی حضرات کا درجہ ہے۔

وادئ اُم القریٰ

دُنیا کا قدیم ترین شہر ہونے کی بنا پر مکہ مکرمہ کو اُم القریٰ یعنی بستیوں کی ماں کہا جاتا ہے۔ حرمِ مکہ کے وسط میں کمرہ نما پر شکوہ عمارت جس پر سیاہ غلاف چڑھایا گیا ہے وہ بیت اللہ شریف ہے اور اس کے اردگرد جو مسجد ہے اس کو حرم یا مسجد الحرام کہا جاتا ہے۔ مسجد حرام کا ذکرِ پاک قرآن

کریم میں متعدد بار آیا ہے۔ مقامی لوگ مسجد حرام کو ”حرم مکی“ اور مدینہ منورہ کو ”حرم مدنی“ بھی کہتے ہیں۔ دونوں کو حرمین شریفین کہا جاتا ہے۔

بیت اللہ شریف دنیا میں پہلا گھر ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنایا گیا، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

> اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا۔ وہی ہے جو مکہ (شریف) میں ہے۔ جو تمام دنیا کے لیے برکت و ہدایت والا ہے۔ (آل عمران 96:3)

بیت اللہ شریف کی تعمیر سے متعلق مختلف روایات بیان ہوئی ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ زمین کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے بیت اللہ بنایا گیا۔ بعض لوگوں کے مطابق بیت اللہ شریف کی تعمیر اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ بعض نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بیت اللہ بنایا اور طواف کیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تُو سب سے پہلا انسان ہے اور یہ سب سے پہلا گھر۔ روایت ہے کہ بیت اللہ شریف بیتِ معمور کی سیدھ میں ہے اگر اس سے پانی گرے تو سیدھا اس پر گرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو اس قدر فضیلت بخشی ہے کہ اپنی کتاب عزیز قرآن کریم میں اس کا ذکر متعدد مقامات پر فرمایا ہے۔ یہ تمام آیات مبارکہ اللہ تعالیٰ نے خاص مکہ مکرمہ کی شان میں نازل فرمائی ہیں اور کسی شہر کے متعلق نازل نہیں فرمائیں۔ اسی طرح اس شہر مقدس کی حرمت و تقدیس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں بھی خاص طور پر کیا گیا ہے۔

مکہ مکرمہ حرم ہے

ایک وقت تھا جب مکہ مکرمہ بے آب و گیاہ جگہ تھی۔ طوفانِ نوح علیہ السلام کی ویرانیوں نے یا دنیا نے اپنی گمراہیوں میں مبتلا ہو کر بیت اللہ کو بے نشان کر دیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اوّل اوّل یہاں اپنی اولاد کو آباد کیا، پھر اللہ کا گھر بنایا۔ یہیں نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، یہیں منیٰ، مزدلفہ اور عرفات ہے۔ یہیں غار حرا ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحی

نازل ہوئی۔یہیں صفا اور مروہ نامی دو پہاڑیاں ہیں، جہاں سیّدہ ہاجرہ کی سنت کو قیامت تک کے لیے حج اور عمرہ کرنے والوں کے لیے سنت بنا دیا گیا۔یہیں زمزم کا کنواں ہے۔یہیں مقام ابراہیم علیہ السلام ہے جہاں کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کی تھی۔اسی گھر کو لوگوں کی عبادت کے لیے قبلہ مقرر کیا گیا ہے۔اسی میں جنت سے لایا گیا ''حجرِ اسود'' نصب ہے۔یہ دنیا میں صرف ایک ہی گھر ہے جس کا طواف مشروع ہے اور جہاں انبیاء کرام علیہم السلام نے حج کیا ہے اور اسی گھر کا حج لوگوں کے لیے فرض قرار دیا گیا ہے۔یہیں شیطان کو کنکریاں ماری جاتی ہیں۔غرضیکہ یہ گھر اتنا محترم اور مکرم ہے کہ جو اس گھر میں داخل ہو جائے وہ محفوظ و مامون ہو جاتا ہے۔حتیٰ کہ اس سرزمینِ حرم کے شکار، درختوں اور خودرو پودوں کو بھی وہ عزت و حرمت حاصل ہے جو دُنیا کے کسی اور علاقے کے پھولوں کو بھی میسر نہیں۔

جس دن مکہ فتح ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اس شہر کو اللہ نے آسمان و زمین کی پیدائش کے دن حرم قرار دیا تھا تو یہ اللہ کے حرم قرار دینے کی وجہ سے قیامت تک حرم رہے گا اور اس حرم میں میرے لیے بھی ایک دن میں تھوڑی دیر کے لیے قتال حلال ہوا تھا تو اب یہ اللہ کے حرم قرار دینے کی وجہ سے قیامت تک حرم رہے گا نہ اس کے کانٹے کاٹے جائیں اور نہ ہی اس کے شکار کو بھگایا جائے اور کوئی بھی یہاں گری پڑی چیز کو نہ اُٹھائے سوائے اس کے کہ اسے اس کے مالک کو پہنچائی جائے اور نہ اس کی گھاس کاٹی جائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول سوائے گھاس کے یعنی گھاس کو مستثنیٰ قرار دے دیں کیونکہ یہ گھاس لوہاروں اور زرگروں (سنار) کے کام آتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا سوائے گھاس کے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے گھاس کو مستثنیٰ فرما دیا کیونکہ یہ جلانے کے کام آتی ہے۔

وادیٔ اُم القریٰ کی آبادکاری

جدہ سے مکہ مکرمہ کی مسافت تقریباً 77 کلومیٹر ہے۔ یہ سفر غیر معمولی ٹریفک کی وجہ سے تین گھنٹے میں طے ہوا۔اس سفر کے دوران وادیٔ اُم القریٰ کی آبادکاری اور وہ تمام واقعات جو

اِس پاک سرزمین سے وابستہ تھے ایک ایک کر کے میرے ذہن میں اُترتے چلے گئے۔

نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری سے تقریباً اڑھائی ہزار سال قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ محترمہ سیّدہ ہاجرہ اور اپنے شیر خوار بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ مکرمہ کی بے آب و گیاہ وادی میں لا کر بسایا تھا۔ اس کی ساری تفصیل حدیث رسولِ اقدس میں موجود ہے۔ صحیح حدیث کے مطابق اس وقت مکہ میں نہ تو آدمی تھا نہ پانی ابراہیم علیہ السلام نے انہیں وہاں بٹھا دیا اور ان کے پاس ایک چمڑے کے تھیلے میں کھجوریں اور مشکیزہ میں پانی رکھ دیا اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام لوٹ کر چلے تو اسماعیل علیہ السلام کی والدہ نے ان کے پیچھے دوڑ کر کہا اے ابراہیم علیہ السلام کہاں جا رہے ہیں اور ہمیں ایسے جنگل میں جہاں نہ کوئی آدمی ہے نہ اور کچھ (کس کے سہارے چھوڑے جا رہے ہیں ؟ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ نے یہ چند مرتبہ کہا مگر ابراہیم علیہ السلام نے ان کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! (سیّدہ) ہاجرہ نے کہا تو اب اللہ بھی ہم کو برباد نہیں کرے گا پھر وہ واپس چلی آئیں اور ابرہیم علیہ السلام چلے گئے حتیٰ کہ وہ ثنیہ کے پاس پہنچے، جہاں سے وہ لوگ انہیں دیکھ نہ سکتے تھے، تو انہوں نے اپنا منہ کعبہ کی طرف کر کے دونوں ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا کی کہ (اے ہمارے رب میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے قریب ایک میدان میں جو زراعت کے قابل نہیں آباد کرتا ہوں) اور اسماعیل علیہ السلام کی والدہ انہیں دودھ پلاتی تھیں اور اس مشکیزہ کا پانی پیتی تھیں حتی کہ جب وہ پانی ختم ہو گیا تو انہیں اور ان کے بچہ کو (سخت) پیاس لگی وہ اس بچہ کو دیکھنے لگیں کہ وہ مارے پیاس کے تڑپ رہا ہے یا فرمایا کہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے وہ اس منظر کو دیکھنے کی تاب نہ لا کر چلیں اور انہوں نے اپنے قریب جو اس جگہ کے متصل تھا کوہ صفا کو دیکھا پس وہ اس پر چڑھ کر کھڑی ہوئیں اور جنگل کی طرف منہ کر کے دیکھنے لگیں کہ کوئی نظر آتا ہے یا نہیں؟ تو ان کو کوئی نظر نہ آیا (جس سے پانی مانگیں) پھر وہ صفا سے اُتریں جب وہ نشیب میں پہنچیں تو اپنا دامن اٹھا کے ایسے دوڑیں جیسے کوئی سخت مصیبت زدہ آدمی دوڑتا ہے حتیٰ کہ اس نشیب سے گزر گئیں پھر وہ کوہِ

مروہ پر آ کر کھڑی ہوئیں اور ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی نظر آتا ہے یا نہیں تو انہیں کوئی نظر نہ آیا اسی طرح اُنہوں نے سات مرتبہ کیا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اسی لیے لوگ صفا ومروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں جب وہ آخری دفعہ کوہ مروہ پر چڑھیں تو انہوں نے ایک آواز سنی خود ہی کہنے لگیں ذرا ٹھہر کر سننا چاہیے تو انہوں نے کان لگایا تو پھر بھی آواز سنی خود ہی کہنے لگیں (اے شخص) تو نے آواز تو سنا دی کاش کہ تیرے پاس فریاد رسی بھی ہو، یکا یک ایک فرشتہ کو مقام زمزم میں دیکھا اس فرشتہ نے اپنی ایڑی ماری یا فرمایا کہ اپنا پر مارا حتیٰ کہ پانی نکل آیا (سیّدہ) ہاجرہ اسے حوض کی شکل میں بنا کر روکنے لگیں اور ادھر ادھر کرنے لگیں اور چلو بھر بھر کے اپنی مشک میں ڈالنے لگیں ان کے چلو بھرنے کے بعد پانی زمین سے ابلنے لگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم فرمائے اگر وہ زمزم کو (روکتی نہیں بلکہ) چھوڑ دیتیں یا فرمایا چلو بھر بھر کے نہ ڈالتیں تو زمزم ایک جاری رہنے والا چشمہ ہوتا پھر فرمایا کہ انہوں نے پانی پیا اور بچہ کو پلایا پھر ان سے فرشتہ نے کہا کہ تم اپنی ہلاکت کا اندیشہ نہ کرو کیونکہ یہاں بیت اللہ ہے جسے یہ لڑکا اور اس کے والد تعمیر کریں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہلاک و برباد نہیں کرتا (اس وقت) بیت اللہ زمین سے ٹیلہ کی طرح اونچا تھا سیلاب آتے تھے تو اس کے دائیں بائیں کٹ جاتے تھے (سیّدہ) ہاجرہ اسی طرح رہتی رہیں یہاں تک کہ چند لوگ قبیلہ بنو جرہم کے ان کی طرف سے گزرے یا یہ فرمایا کہ بنو جرہم کے کچھ لوگ خدا کے راستہ سے لوٹے ہوئے آ رہے تھے تو وہ مکہ کے نشیب میں اُترے انہوں نے کچھ پرندوں کو چکر لگاتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا بیشک یہ پرندے پانی پر چکر لگا رہے ہیں (حالانکہ) ہمارا زمانہ اس وادی میں گزرا تو اس میں پانی نہ تھا انہوں نے ایک یا دو آدمیوں کو بھیجا تو انہوں نے پانی کو دیکھ لیا، واپس آ کر انہوں نے سب کو پانی ملنے کی اطلاع دی وہ سب لوگ ادھر آنے لگے کہ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پانی کے پاس بیٹھی تھیں تو ان لوگوں نے کہا کیا آپ اجازت دیتی ہیں کہ ہم آپ کے پاس قیام کریں انہوں نے کہا اجازت ہے مگر پانی پر کوئی حق نہ ہو گا انہوں نے شرط منظور کر لی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے

کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ نے اسے غنیمت سمجھا وہ انسانوں سے انس رکھتی تھیں تو وہ لوگ مقیم ہو گئے اور اپنے اہل وعیال کو بھی پیغام بھیج کر وہاں بلا لیا انہوں نے بھی وہیں قیام کیا حتیٰ کہ ان کے پاس چند خاندان آباد ہو گئے اور اب اسماعیل علیہ السلام بچہ سے بڑے ہو گئے اور انہوں نے بنو جرہم سے عربی سیکھ لی اور خود ان کی حالت بھی معلوم کر لی اسماعیل علیہ السلام جب جوان ہوئے تو انہیں بڑے بھلے معلوم ہوئے جب اسماعیل علیہ السلام بالغ ہوئے تو انہوں نے اپنے قبیلہ کی ایک عورت سے ان کا نکاح کر دیا اور اسماعیل علیہ السلام کی والدہ وفات پا گئیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چھوڑے ہوؤں کو دیکھنے کے لیے اسماعیل علیہ السلام کے نکاح کے بعد تشریف لائے تو اسماعیل علیہ السلام کو نہ پایا ان کی بیوی سے معلوم کیا تو اس نے کہا کہ وہ ہمارے لیے رزق تلاش کرنے گئے ہیں پھر ابراہیم علیہ السلام نے اس سے بسر اوقات اور حالت معلوم کی تو اس عورت نے کہا ہماری بری حالت ہے اور ہم بڑی تنگی اور پریشانی میں مبتلا ہیں (گویا) انہوں نے ابراہیم علیہ السلام سے شکوہ کیا ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ جب تمہارے شوہر آ جائیں تو ان سے میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ تبدیل کر دیں جب اسماعیل علیہ السلام واپس آئے تو گویا انہوں نے اپنے والد کی تشریف آوری کے آثار پائے تو کہا کیا تمہارے پاس کوئی آدمی آیا تھا؟ بیوی نے کہا ہاں! ایسا ایسا ایک بوڑھا شخص آیا تھا اس نے آپ کے بارے میں پوچھا تو میں نے بتا دیا اور اس نے ہماری بسر اوقات کے متعلق دریافت کیا تو میں نے بتا دیا کہ ہم تکلیف اور سختی میں ہیں اسماعیل علیہ السلام نے کہا کیا انہوں نے کچھ پیغام دیا ہے؟ کہا ہاں! مجھ کو حکم دیا تھا کہ تمہیں ان کا سلام پہنچا دوں اور وہ کہتے تھے تم اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل دو اسماعیل علیہ السلام نے کہا وہ میرے والد تھے اور انہوں نے مجھے تم کو جدا کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا تم اپنے گھر چلی جاؤ اور اس کو طلاق دے دی اور بنو جرہم کی کسی دوسری عورت سے نکاح کر لیا کچھ مدت کے بعد ابراہیم علیہ السلام پھر آئے تو اسماعیل علیہ السلام کو نہ پایا ان کی بیوی کے پاس آئے اور اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا وہ ہمارے لیے رزق تلاش کرنے گئے ہیں ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ اور ان کی بسر اوقات معلوم کی اس نے کہا ہم اچھی

حالت اور فراخی میں ہیں اور اللہ کی تعریف کی ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تمہاری غذا کیا ہے؟ انہوں نے کہا گوشت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تمہارے پینے کی کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا پانی، ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ! ان کے لیے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس وقت وہاں غلہ نہ ہوتا تھا اگر غلہ ہوتا تو اس میں بھی ان کے لیے دعا کرتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص مکہ کے سوا کسی اور جگہ گوشت اور پانی پر گزارہ نہیں کر سکتا صرف گوشت اور پانی مزاج کے موافق نہیں آسکتا ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا جب تمہارے شوہر آجائیں تو ان سے میرا سلام کہنا اور انہیں میری طرف سے یہ حکم دینا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ باقی رکھیں جب اسماعیل (علیہ السلام) آئے تو پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی آدمی آیا تھا؟ بیوی نے کہا ہاں! ایک بزرگ خوبصورت پاکیزہ سیرت آئے تھے اور ان کی تعریف کی تو انہوں نے مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھا تو میں نے بتادیا پھر مجھ سے ہماری بسر اوقات کے متعلق پوچھا تو میں نے بتایا کہ ہم بڑی اچھی حالت میں ہیں اسماعیل (علیہ السلام) نے کہا کہ تمہیں وہ کوئی حکم دے گئے ہیں انہوں نے کہا کہ وہ آپ کو سلام کہہ گئے ہیں اور حکم دے گئے ہیں کہ آپ اپنے دروازہ کی چوکھٹ باقی رکھیں اسماعیل (علیہ السلام) نے کہا وہ میرے والد تھے اور چوکھٹ سے تم مراد ہو گویا انہوں نے مجھے یہ حکم دیا کہ تمہیں اپنی زوجیت میں باقی رکھوں پھر ابراہیم (علیہ السلام) کچھ مدت کے بعد پھر آئے اور اسماعیل (علیہ السلام) کو زمزم کے قریب ایک درخت کے سایہ میں بیٹھے ہوئے اپنے تیر بناتے پایا جب اسماعیل (علیہ السلام) نے انہیں دیکھا تو ان کی طرف بڑھے اور دونوں نے ایسا معاملہ کیا جیسے والد لڑکے سے اور لڑکا والد سے کرتا ہے ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا اے اسماعیل (علیہ السلام) اللہ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے انہوں نے عرض کیا کہ اس حکم کے مطابق عمل کیجئے ابراہیم (علیہ السلام) بولے کیا تم میرا ہاتھ بٹاؤ گے؟ اسماعیل (علیہ السلام) نے کہا ہاں! میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں گا ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ اللہ نے مجھے یہاں بیت اللہ بنانے کا حکم دیا ہے اور آپ نے اس اونچے ٹیلے کی طرف اشارہ کیا یعنی اس کے گرداگرد ان دونوں نے کعبہ کی دیواریں بلند کیں اسماعیل (علیہ السلام) پتھر لاتے تھے اور

ابراہیم (علیہ السلام) تعمیر کرتے تھے حتیٰ کہ جب دیوار بلند ہوئی تو اسماعیل (علیہ السلام) ایک پتھر کو اٹھالائے اور اسے ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے رکھ دیا ابراہیم (علیہ السلام) اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کرنے لگے اور اسماعیل (علیہ السلام) انہیں پتھر دیتے تھے اور دونوں یہ دعا کرتے رہے کہ اے پروردگار! ہم سے (یہ کام) قبول فرما بیشک تو سننے والا جاننے والا ہے پھر دونوں تعمیر کرنے لگے اور کعبہ کے گرد گھوم کر یہ کہتے جاتے تھے اے ہمارے پروردگار ہم سے (یہ کام) قبول فرما بیشک تو سننے والا جاننے والا ہے۔

اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مل کر اللہ کے حکم سے اس گھر کی پرانی بنیادوں کو ڈھونڈ کر نئے سرے سے اس کی تعمیر کی۔

حج کی منادی

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ہاتھوں بیت اللہ شریف کی تعمیر مکمل ہو چکی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا:

> ''اور لوگوں میں حج کی منادی کر دے۔ لوگ تیرے پاس پیادہ بھی آئیں گے اور دُبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے۔'' (الحج 27:22)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب یہ حکم ملا کہ اس گھر کے حج کی طرف تمام انسانوں کو بلا۔ آپ علیہ السلام نے اس وقت عرض کیا کہ باری تعالیٰ میری آواز اُن تک کیسے پہنچے گی؟ جواب ملا کہ آپ کے ذمے صرف پکارنا ہے، آواز پہنچانا میرے ذمے ہے۔ پس آپ علیہ السلام نے مقامِ ابراہیم پر یا صفا پہاڑی پر یا ابوقبیس پہاڑ پر کھڑے ہو کر ندا کی کہ لوگو! تمہارے رب نے اپنا ایک گھر بنایا ہے۔ پس تم اس کا حج کرو۔ پہاڑ جھک گئے اور آپ علیہ السلام کی آواز ساری دُنیا میں گونج گئی۔ یہاں تک کہ باپ کی پیٹھ میں اور ماں کے پیٹ میں جو تھے اُنہیں بھی سنائی دی۔ ہر پتھر، درخت اور ہر اس شخص نے جس کی قسمت میں حج کرنا لکھا تھا باآوازِ بلند لبیک پکارا۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت سے تقریباً پانچ سال قبل قریش مکہ نے کعبۃ اللہ کو نئے سرے سے تعمیر کیا۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنائی ہوئی بنیادوں میں شمال کی طرف کمی کر دی اور کعبہ شریف کا دروازہ بھی اونچا بنا دیا۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ حطیم خانہ کعبہ میں داخل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ میں نے کہا پھر لوگوں نے اسے کعبے میں شریک کیوں نہیں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیری قوم کے پاس روپیہ کم تھا۔ میں نے پوچھا کعبے کا دروازہ اونچا کیوں بنایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس لیے کہ تیری قوم کے لوگ جس کو چاہیں اندر آنے دیں جس کو چاہیں اندر نہ آنے دیں اور اگر تیری قوم کا جاہلیت کا زمانہ ابھی تازہ تازہ نہ ہوتا اور ان کے دل بگڑ جانے کا مجھے اندیشہ نہ ہوتا تو میں حطیم کو کعبے کے اندر داخل کر دیتا اور کعبہ کا دروازہ زمین سے لگا ہوا بناتا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی تعمیرِ کعبہ کا ذکر بھی ملتا ہے جو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ حدیث مبارکہ کی روشنی میں ابراہیمی بنیادوں پر بنایا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد حجاج بن یوسف نے خلیفہ مروان بن حکم کے فرمان سے حطیم والا حصہ الگ کر دیا اور کعبۃ اللہ کو پھر سے قریش کی تعمیر کے مطابق بنا دیا۔ لیکن حارث بن عبداللہؓ، عبدالملک بن مروان کے دورِ خلافت میں ان کے پاس وفد لے کر گئے، خلیفہ کو جب حضرت عائشہؓ کی روایت کردہ مذکورہ حدیث سنائی تو راوی کہتے ہیں کہ عبدالملک کچھ دیر اپنی لاٹھی سے زمین کریدتا رہا اور کہنے لگا کہ کاش کہ میں نے اس کی تعمیر کو اسی حال پر چھوڑ دیا ہوتا۔

بہرکیف کعبۃ اللہ کی موجودہ عمارت کی بنیادیں قریش کی تعمیر کے مطابق ہیں۔ حدیث کے مطابق روئے زمین پر سب سے پہلی مسجد، مسجد حرام ہے پھر مسجد اقصیٰ۔ ان دونوں مسجدوں میں چالیس برس کا زمانہ ہے۔ یعنی مسجد اقصیٰ مسجد حرام کے چالیس سال بعد بنائی گئی۔

تین گھنٹے کی مسافت طے کر کے ہمارا قافلہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تو رہائش گاہ تک پہنچنے میں بھی کافی وقت لگ گیا۔ یہ مقدس شہر بھی دور دور تک پھیل گیا ہے۔ ہماری بس مختلف سڑکوں پر گھومتی ہوئی حرم کے قریب ہماری رہائش گاہ پہنچ رہی تھی جس کی وجہ سے مسجد حرام کے خوبصورت مینار کبھی نظر آتے کبھی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے۔ ہم ظہر کے وقت ہوٹل پہنچے، اپنا سامان بسوں سے اُتارا۔ اللہ کی توفیق سے بزرگ حاجیوں کا سامان بھی خوشی خوشی لفٹ میں رکھ کر دوسری منزل پر ان کے کمروں میں پہنچایا اور ان سے خوب دُعائیں لیں۔ معلم کے آدمی سے درخواست کر کے چار بیڈ پر مشتمل کمرے کی چابیاں لیں کہ ہماری فیملی چار افراد پر مشتمل تھی۔ کمرے میں سامان رکھا اور جسم کو آرام دینے کے لیے تھوڑی دیر لیٹ گئے اور عمرہ کی ادائیگی کے لیے حرم جانے کی پلاننگ بھی کرنے لگے۔ اجیاد (قریش) کا محلہ حرم کے قریب ہی تھا، ہمیں کسی ذریعہ آمدورفت کی ضرورت نہ تھی۔ حرم سے اذان کی آواز ہم پانچوں وقت سنتے اور اذان مکمل ہونے تک حرم پہنچ جاتے۔ یہ صرف والدہ ماجدہ کی بزرگی اور دعاؤں کی بدولت اللہ کریم نے فضل فرمایا کہ ہماری رہائش اتنی قریب اور آئیڈل جگہ پر تھی۔ اکثر اوقات والدہ کو رہائش گاہ سے وہیل چیئر پر بٹھا کر حرم لے جاتا، طواف کراتا اور واپس گھر لاتا اور لطفِ روحانی اُٹھاتا۔

حطیم

حجر اسماعیل" یا "حطیم" مسجد حرام کے مطاف میں خانہ کعبہ سے متصل شمال میں واقع نصف دائرے کی شکل کی ایک چھوٹی دیوار ہے۔ تحقیق کے مطابق یہ خانہ کعبہ سے الگ نہیں بلکہ اسی کا ایک حصّہ ہے، جیسا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ حطیم خانہ کعبہ میں داخل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ میں نے کہا پھر لوگوں نے اسے کعبے میں شریک کیوں نہیں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیری قوم کے پاس روپیہ کم تھا۔

چونکہ حجرِ اسماعیل یا حطیم بیت اللہ کا ایک حصّہ ہے، اس لیے اس کے اندر سے طواف کرنا صحیح نہیں بلکہ اس کے باہر سے طواف کرنا چاہیے۔ کئی احادیث نبویہ سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ اس کے احاطے کے اندر نماز پڑھنا فضیلت میں خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے جیسا ہے۔ بارش یا بیت اللہ شریف کی چھت کو غسل دینے کے دوران میزابِ رحمت سے پانی حطیم کے اندر ہی گرتا ہے۔ ''میزاب'' خانہ کعبہ کے ''پرنالے'' کا نام ہے۔ بیت اللہ اور حطیم کی موجودہ شکل وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں تھی۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا اور اس کے گرد طواف کیا ہے۔

بیت اللہ کے چار رکن

مکہ مکرمہ دُنیا کے وسط میں ہے۔ اس لیے اسے ''اُم القریٰ'' یعنی بستیوں کی ماں کہا جاتا ہے۔ بیت اللہ شریف کے چار رکن (کونے) ہیں۔ (1) رکن حجر اسود، (2) رکن یمانی بیت اللہ کا جنوب مغربی کونہ، اس کو رکنِ یمانی اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ یمن کی سمت ہے۔ (3) رکن شامی بیت اللہ کا شمال مغربی کونہ۔ یہ کونہ شام کی سمت ہے (4) رکن عراقی بیت اللہ کا شمال مشرقی کونہ۔ یہ کونہ عراق کی سمت ہے۔

پوری دُنیا کے مسلمان بیت اللہ شریف کی کس دیوار کی سمت منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں؟ عمان، متحدہ امارات، ہندوستان، بنگلہ دیش، قطر، کویت، ایران، عراق، پاکستان، افغانستان، چین اس دیوار کی سمت جو حجر اسود سے شروع ہو کر رکن عراقی پر ختم ہوتی ہے۔ اہل یمن، کینیا، ایتھوپیا، موزمبیک، سری لنکا، انڈونیشیا، نیوزی لینڈ، آسٹریلیا اس دیوار کی جانب جو حجر اسود سے لے کر رکن یمانی تک ہے۔ جنوبی افریقہ یوگنڈا، زمبیا، ارجنٹائن، سوڈان، کانگو، نائجیریا، برازیل، میکسیکو، مالی کے لوگ اس دیوار کی طرف جو رکن یمانی سے شروع ہو کر رکن شامی تک

ہے۔ مدینہ منورہ، الجیریا، مالی،، شام، ترکی، مصر، لیبیا، مراکش، فلسطین، بیت المقدس، جارجیا، سربیا، اٹلی، فرانس برطانیہ، اردن، سپین اور جرمنی کے مسلمان اس دیوار کی طرف جو رکن شامی سے لے کر رکن عراقی تک ہے۔ یہ کعبہ مشرفہ کی شمالی دیوار ہے جس کے ساتھ حطیم ہے۔ کعبۃ اللہ کے دروازے کی اونچائی اتنی ہے کہ دروازے کے ساتھ کھڑا ہو کر ایک آدمی اپنے ہاتھ اوپر کو اُٹھائے تو بمشکل کعبہ کی چوکھٹ کو چھوتے ہیں۔

مکہ مکرمہ میں ارادہ گناہ پر وعید

مکہ معظّمہ کوئی عام شہر نہیں انوار و تجلیات کا مرکز اور امن کی جگہ ہے۔ وہاں ارادۂ گناہ پر بھی وعید ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اور جو بھی ظلم کے ساتھ وہاں الحاد کا ارادہ کرے، ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔'' (الحج 22:25)

جس شہر میں اِرادہ گناہ پر بھی سزا کی وعید ہو اس پر حملہ کرنے کا انجام بھی تاریخ کے سینے میں محفوظ ہے۔ یمن کے عیسائی حاکم ابرہہ نے بیت اللہ شریف کی تخریب کے ارادے سے مکہ مکرمہ پر حملہ کیا تو اس کی فوج کو قہرِ الٰہی نے نیست نابود کر دیا۔ یہ واقعہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے پچپن یوم پہلے کا ہے۔ اس کے علاوہ بھی واقعات ہیں۔ لیکن ایک واقعہ جو بہت پرانا نہیں جس کے نتیجے میں پوری اسلامی دنیا اور پاکستان میں بھی احتجاج ہوا، اس احتجاج میں، میں بھی شامل تھا۔ غالباً 20 نومبر، 1979ء کو اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور سے چھٹی کر کے بس میں گھر جا رہا تھا کہ طلباء کا ایک بہت بڑا جلوس انجینئرنگ یونیورسٹی، لاہور سے نکل کر ریلوے پل کے اوپر سے گزر کر گڑھی شاہو پہنچ رہا تھا۔ ہماری بس ٹریفک سگنل پر رکی تو میں بھی بس سے اتر کر جلوس میں شامل ہو گیا۔ مسلمان مجموعی طور پر بے عمل ضرور ہے لیکن شعائر اللہ سے محبت و عقیدت اس کی

زندگی کا قیمتی سرمایا ہے۔اس جلوس میں زیادہ تر طلباء تھے جو امریکہ کے خلاف نعرہ بازی کر رہے تھے۔جلوس میں دیگر لوگ بھی شامل تھے۔سڑکوں پر لوگوں کے سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ایسا لگ رہا تھا کہ پورا شہر ہی سڑکوں پر اُمڈ آیا ہے۔یہ سب لوگ سخت غم وغصہ کا اظہار کر رہے تھے۔اس دن میں غیر معمولی تاخیر سے گھر پہنچا۔والدہ صاحبہ کو پریشان حال دیکھ کر سخت تکلیف ہوئی،جس کا آج بھی مجھے بہت رنج ہے۔اس رنج کو میں اپنے دل میں محسوس کرتا ہوں۔کیونکہ پوری زندگی والدہ کو بتائے بغیر میں کہیں نہیں گیا۔لیکن افسوس کہ آج اس کا ازالہ ممکن نہیں۔

واقعہ یوں ہے کہ 1400 ہجری مقدس بمطابق 1979ء میں کسی نے افواہ اُڑادی کہ کعبہ مشرّفہ پر امریکہ نے قبضہ کرلیا ہے۔بس پھر کیا تھا،تمام اسلامی دنیا میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔بعد میں معلوم ہوا کہ یہ چند مرتدین تھے جنہوں نے کعبہ مشرفہ پر قبضہ کرلیا تھا جس کے نتیجے میں کئی حجاج کرام شہید ہوئے۔ان مرتدین کی ایک تعداد تو حرم کے اندر ہی ہلاک کر دی گئی جو باقی بچے اُن کو سزائے موت دے دی گئی۔حدیث مبارکہ کے مطابق:

”(بیشک)....حرم نافرمان اور باغیوں کو پناہ نہیں دیتا اور نہ قتل کر کے بھاگنے والوں یا چوری کر کے بھاگنے والوں کو پناہ دیتا ہے...“

نقشہ مکہ مکرمہ

حرمِ کعبہ

مسجدِ اقصیٰ، بیت المقدس

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے پیدائش

اجیاد روڈ مکہ مکرمہ

مسجدِ عائشہؓ، مکہ مکرمہ

منیٰ میں مسجدِ خیف اور عقب میں جمرات کے پل

وادیٔ منیٰ میں خیمہ بستیاں

مکہ مکرمہ میں مسجدِ جن

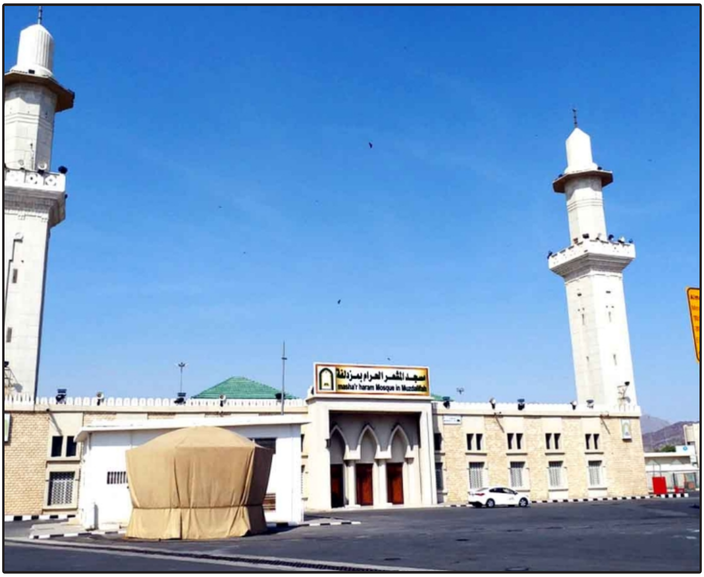

مزدلفہ میں مسجدِ مشعر الحرام

حدودِ عرفات کا سائن بورڈ

میدانِ عرفات میں مسجدِ نمرہ

میدانِ عرفات میں جبلِ رحمت

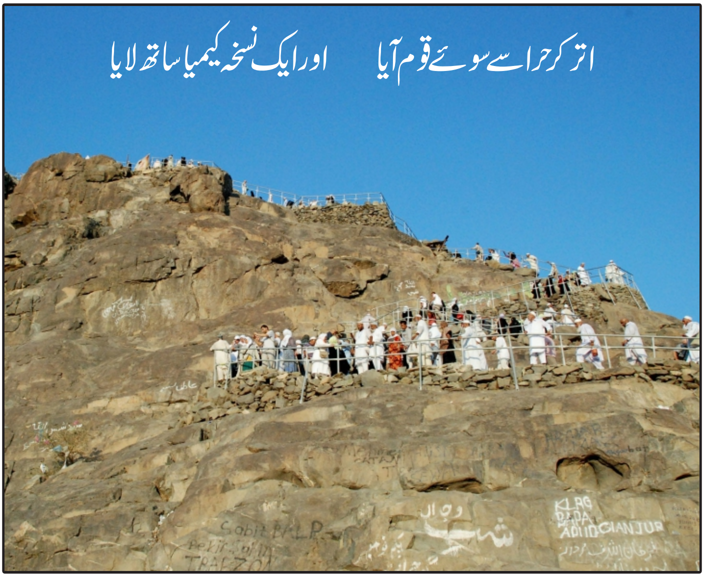

مکہ مکرمہ میں غارِ حرا

جنت المعلیٰ، مکہ مکرمہ کا قدیم قبرستان

میدانِ عرفات میں نہر زبیدہ کے آثار

عمرہ کی ادائیگی

ہمارے مکہ مکرمہ پہنچنے کے ٹھیک پانچ دن بعد یعنی 18 دسمبر 2007ء کو مناسک حج کا آغاز ہونا تھا۔ ساری دُنیا سے مسلمان گروہ در گروہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے تھے۔ جو لوگ پہلے مدینہ منورہ گئے تھے وہ بھی لوٹ رہے تھے۔ ہم غالباً آخری دن سے ایک دن پہلے پہنچے تھے۔ اگلے دن تمام ممالک سے حج آپریشن بند کر دیا گیا۔ چنانچہ حرم میں یہ بہت رش کے دن تھے۔ والدہ ماجدہ نحیف اور کمزور تھیں اس لیے فیصلہ ہوا کہ رات گیارہ بجے عمرہ کی ادائیگی کے لیے حرم جایا جائے اس وقت رش کم ہوتا ہے۔

ہم پہلے ہی اِحرام میں تھے۔ رہائش گاہ میں وضو کیا۔ حرم پہنچے۔ رات کا وقت تھا طواف چل رہا تھا۔ فرض نماز کی جماعت کا وقت ہو تو طواف رُک جاتا ہے۔ اگر فرض نماز کا وقت ہو تو پہلے نماز ادا کرنی چاہیے پھر عمرہ کا طواف کرنا چاہیے۔ مسجدِ حرام میں داخل ہوئے۔ مسجد حرام میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں پہلے رکھا اور یہ مسنون دُعا پڑھی:

> **اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَ بِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَ سُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔** (حصن المسلم ص22)
>
> میں عظمت والے اللہ کی اور اس کے کریم چہرے اور قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں شیطان مردود سے۔ اللہ کے نام کے ساتھ (داخل ہوتا ہوں) اور رسول اللہ پر صلاۃ وسلام ہو۔ اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

ہم نے بیت اللہ شریف کو دیکھ کر یہ دُعائیں بھی پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ، اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا وَّ تَعْظِیْمًا وَّ تَکْرِیْمًا وَّ مَھَابَۃً، وَ زِدْ مَنْ حَجَّہٗ اَوِ اعْتَمَرَہٗ تَکْرِیْمًا وَّ تَشْرِیْفًا وَّ تَعْظِیْمًا وَّ بِرًّا۔ (زادالمعاد، ص95)

’’اے اللہ، تو سلام ہے اور تجھی سے سلامتی ہے ہمیں سلامتی دے، اے اللہ، اس گھر کو اور زیادہ عزت، عظمت، کرامت، اور رعب دے اور جو اس کا حج یا عمرہ کرے اسے بھی عزت، کرامت، عظمت اور نیکی عطا کر۔‘‘

اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا وَّ تَعْظِیْمًا وَّ تَکْرِیْمًا وَّ مَھَابَۃً۔

’’اے اللہ اس گھر کو اور زیادہ عزت، عظمت، بزرگی اور رعب عطا فرما۔‘‘

کعبہ کا اپنا حسن و جمال اور رُعب و دبدبہ ہے۔ یہاں پہنچ کر انسان سوچتا ہے کہ اس نوازش اور عنایت پر اگر اس کا جوڑ جوڑ شکر ادا کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمٰی کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ بیت اللہ کی وہ تصویر جو بچپن سے دیکھتے اور کتابوں میں پڑھتے آئے تھے میری آنکھوں کے سامنے تھی۔ اب اس کو اصلی حالت میں دیکھا تو وہ اس تصور اور تصویر سے کہیں حسین، با رُعب اور پُر شکوہ تھا جو ہم کتابوں میں پڑھا کرتے تھے یا لوگوں سے سنتے تھے۔ حرم میں لگی ہوئی طاقتور فلڈ لائٹس نے دن کا سماں پیدا کر دیا تھا اور صحنِ حرم چکا چوند روشنیوں سے جگمگ جگمگ کر رہا تھا۔ بیشک اللہ تعالیٰ کا یہ وہی پہلا گھر ہے جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا اور یہ گھر تمام دنیا کے لیے برکت و ہدایت والا ہے۔

ہم نے سکون اور آرام سے خانۂ کعبہ پر نظریں جما کر اپنے لئے، اپنے والدین کیلئے اپنے اہل خانہ کے لئے، بچوں کے لیے، عزیز و اقارب کے لئے، جن لوگوں نے دُعاؤں کی درخواست کی تھی اُن سب کیلئے اور ملک و مِلت کے لئے خوب دُعائیں مانگیں۔ جن احباب نے دُعاؤں کے لیے کہا تھا میں ان کی لسٹ بنا کر ساتھ لے گیا تھا۔

قافلے جوق در جوق مکہ مکرمہ پہنچ رہے تھے اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں عجیب مسحور کن منظر تھا۔

دعاؤں سے فارغ ہو کر عمرہ کا طواف شروع کیا۔ طواف حجرِ اسود سے شروع ہو کر حجرِ اسود پر ختم ہوتا ہے۔ حجرِ اسود کے کونے کی سیدھ میں سبز رنگ کی ٹیوب لائٹ لگائی گئی ہے۔ کعبہ مشرفہ کے دروازے والا کونہ حجرِ اسود کا ہے۔

حجرِ اسود کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حجرِ اسود جب جنت سے اُتارا گیا تو دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا لیکن بنی آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔''

حجرِ اسود کا بوسہ لینا بہت مشکل کام ہے۔ یہ سعادت آسانی سے بہت کم لوگوں کے حصے میں آتی ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیوہیکل حبشی کو مطاف میں لوگوں کے سروں کے اوپر کشتی کی طرح بے بسی سے تیرتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہاں دیوانوں کی حجرِ اسود کا بوسہ لینے کی کوشش میں بارہ ہارس پاور جتنی قوت لگ رہی ہوتی ہے۔ اس لیے کمزور لوگ یا خواتین ایسے رش میں حجرِ اسود کا بوسہ لینے کی کوشش نہ کریں تو ان کے لیے بہتر ہے۔ حجرِ اسود کا بوسہ لینا سنت ہے لیکن خواتین سنت کی ادائیگی کے لیے وہ کام کرتی ہیں جو حرام ہے یعنی بے پردہ ہو جاتی ہیں اور غیر محرم سے جسم بھی نہیں بچا پاتیں۔ عورتوں کو اس ہجوم میں گھسنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے مشکل ہو تو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھوں سے اشارہ ہی کر لیں اور طواف شروع کر دیں۔ حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا تھا اے عمر یقیناً تو طاقتور آدمی ہے (لہٰذا) تو حجرِ اسود پر مزاحمت نہ کر، تو کمزور افراد کو اذیت پہنچائے گا۔ اگر تجھے خالی جگہ ملے تو حجرِ اسود کا بوسہ لے لے اور اگر نہ ملے تو اس کی طرف رخ کر کے تہلیل وتکبیر کہہ دے۔ عام طور پر مطاف میں درمیان شب رش کم ہو جاتا ہے اور لوگوں کو نسبتاً آسانی سے حجرِ اسود تک پہنچنے کا موقع مل جاتا ہے۔

حج وعمرہ کی مسنون دُعائیں ہم نے یاد کر لی تھیں۔ طواف میں ہر چکر کی الگ الگ دُعا سنت نبویؐ سے ثابت نہیں ہے۔ بس دُعاؤں میں قوت اور تاثیر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ طواف میں پڑھنے والی سات دُعائیں اکثر اردو کتب میں لکھی گئی ہیں جو بعض علماء نے کسی وقت اپنی طرف سے شامل کی ہیں۔ ان دعاؤں کی زبان بھی مشکل ہے اور طویل بھی ہیں۔ حج یا عمرہ کرنے

والوں کو ان دعاؤں سے مشقت میں پڑتے دیکھا ہے۔

بعض ممالک کے حجاج گروپ کے صورت میں اسی طرح کی لمبی چوڑی دعائیں پڑھتے ہیں۔ ان کا لیڈر کتاب سے دیکھ کر اونچی آواز میں پڑھتا ہے، گروپ کے لوگ اس کے پیچھے پیچھے دہراتے جاتے ہیں۔ ہر ٹولی کا اپنا لہجہ ہوتا ہے۔ ہمیں عربی میں دعائیں یاد کرنی چاہیں لیکن اگر کسی کو عربی دعائیں یاد نہیں ہیں تو یہ دعائیں اپنی زبان میں بھی مانگ سکتے ہیں جس سے آپ کو پتا تو ہوگا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے کیا مانگ رہے ہیں۔ باقی دعاؤں کی آزادی ہے اپنے رب سے جو بھی مانگیں اور جس زبان میں مانگیں اس کو ساری زبانیں آتی ہیں۔

طواف شروع کرنے سے پہلے طواف کے سات چکروں کی گنتی کے لیے سات دانوں والی تسبیح میں نے انگلی میں ڈال لی تھی جو ایک نیک دل خاتون نے بس میں تقسیم کی تھی۔

جیسا کہ حکم ہے طواف شروع کرتے وقت پورے طواف میں اضطباع کیا یعنی احرام کی اوپر والی چادر دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر اس طرح ڈال لی کہ دایاں کندھا ننگا ہو گیا۔ یہ اضطباع صرف مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں۔ اسی طرح پہلے تین چکر رمل کیا یعنی چھوٹے چھوٹے قدم اور اچھل کر اور دوڑ کر چلے۔ مرد طواف میں ''پہلے تین چکر رمل کرتے ہیں بقیہ چار چکروں میں معمولی چال سے چلنا ہوتا ہے۔ رمل بھی خواتین کے لیے نہیں ہے۔

مسنون دعاؤں کے علاوہ دیگر دعائیں مانگنے کے لیے میں نے طواف میں دعاؤں کی اس طرح تقسیم کر لی تھی کہ پہلے تین چکر میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت و بزرگی کی دعائیں، اگلے تین چکروں میں آپ ﷺ پر درود وسلام اور آخری چکر میں اپنے لئے اپنے والدین کے لیے اپنی اولاد کے لئے اور جن لوگوں نے دعاؤں کے لیے کہا تھا ان کے لیے خوب دعائیں مانگتا تھا۔ دوران طواف رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ مسنون دعا پڑھی: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○

مطاف میں طواف کرنے والوں کا ایک سرکل سا بن جاتا ہے۔ حجر اسود سے طواف کا آغاز

ہوتا ہے۔طواف شروع کرتے ہوئے ہم اس سرکل میں داخل ہو کر کعبہ کے قریب تر ہوتے گئے، حتیٰ کہ دیواروں کے ساتھ ساتھ طواف کرنے لگے تا کہ اگر موقع ملے تو حجرِ اسود کا بوسہ لے سکیں، لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔ ساتواں چکر آخری ہوتا ہے، ہم اس چکر میں آہستہ آہستہ طواف سے باہر کی طرف آ گئے اور کنارے کنارے چلتے ہوئے طواف مکمل کر لیا۔

مطاف کا فرش سفید پتھر کا ہے سخت گرمی میں بھی ٹھنڈا ہوتا ہے۔طواف کرنے والوں کو گرمی کی شدت محسوس نہیں ہوتی۔ وہ گرمی کے موسم میں بھی سکون و آرام سے بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہیں۔ ”مسجدِ حرام کے بیرونی اور اندرونی حصوں میں فرش کے لیے تین قسم کے سنگ مرمر استعمال کیے گئے ہیں۔ ان میں خاص طو پر تاسس کے نام سے مشہور سنگ مرمر دوسروں کی نسبت گرمی زیادہ جذب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ پتھر زیادہ درجہ حرارت میں دوسرے پتھروں کی نسبت فرش کو ٹھنڈا رکھنے میں مدد دیتا ہے اور فرش کا درجہ حرارت معتدل رکھتا ہے۔" التاسس" نامی یہ سنگ مرمر نایاب ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت مہنگا بھی ہے۔ حرم مکی کے لیے یہ سنگ مرمر خاص طور پر یونان سے لایا گیا ہے۔“

مطاف میں زندگی میں پہلی مرتبہ دنیا کے مختلف کونوں سے آئے ہوئے مختلف رنگ و نسل کے لوگ ایک ہی جگہ پر اتنے قریب سے دیکھے۔ ان میں افریقہ سے تعلق رکھنے والے کالے بھی ہیں، یورپ سے تعلق رکھنے والے گورے بھی ہیں، سرخ بھی ہیں سفید بھی ہیں، جوان بھی ہیں اور کمر خمیدہ بوڑھے بھی ہیں۔ افریقی ممالک کے لوگوں نے بڑے بڑے پھولوں والے رنگ برنگے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، بالکل اس طرح جیسے ہمارے ہاں لحاف کے کپڑے ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ بغیر احرام کے طواف کر رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو نفلی طواف کر رہے ہیں جو عام کپڑوں میں ہوتا ہے۔ معمر ترکوں نے اپنے مخصوص لمبی آسن والے پائجامے اور گاؤن پہنے ہیں جبکہ جوان مرد و عورت نے روائتی پائجامہ کی جگہ پتلون اور اوپر گاؤن پہن رکھے ہیں۔ ترکوں کا لباس عام طور پر خاکی رنگ کا ہے۔ انڈونیشیا اور ملائشیا کے لوگ پست قد ہیں ان میں بہت اتفاق ہے جہاں جاتے

ہیں گروپ کے ساتھ رہتے ہیں۔ چین سے صرف چار لوگ اس مرتبہ حج کو آئے ہیں کیونکہ ہم جہاں بھی گئے وہ چار لوگ ہی ہمیں اکٹھے ملے ان کا لباس بھی ایک ہی رنگ کا تھا۔

یہ سارے لوگ نہایت نظم وضبط سے سارے مناسک ادا کر رہے ہیں۔ افغانستان اور بھارت کے مسلمان بھی گروپ کی شکل میں نظر آئے لیکن پاکستان کے لوگوں میں اتحاد و اتفاق کا فقدان ہے۔ وہ پورے حج کے سیزن میں منتشر اور اِکا دُکا ٹولیوں میں نظر آئے۔ ان کو دیکھ کر خیال آتا ہے کہ پاکستان کے حجاج کو گروپ لیڈر کی شائد کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حج اور عمرہ کرنے والوں میں سب سے زیادہ تعداد پاکستان انڈونیشیا، ترکی اور ایران وغیرہ کے لوگوں کی ہوتی ہے۔ انڈونیشی لوگ جوان عمر میں حج اور عمرہ ادا کرنے آتے ہیں۔ اگر پاکستان میں بھی بیٹیوں کو روائتی جہیز کی بجائے صرف ضروری گفٹ ہی دیئے جائیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کو حج پر بھیجا جائے تاکہ وہ اپنی عملی اور خانگی زندگی کا آغاز خیر و برکت سے کریں اور ان کے فرض کی ادائیگی بھی ہو جائے تو بہتر ہے۔ اس سے روائتی جہیز کی حوصلہ شکنی ہو گی اور بچے جوانی میں دین کی طرف راغب ہونگے۔ گوکہ حج صاحب استطاعت مرد و عورت پر فرض ہے لیکن ہماری شادیوں پر جتنا خرچ اٹھتا ہے ہم سے کوئی بھی خود کو صاحب استطاعت کی کیٹیگری سے باہر نہیں نکال سکتا۔

طواف مکمل کر لیا تو مطاف میں مقام ابراہیم علیہ السلام پر بہت رَش تھا۔ مقام ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ میں وہ مقدس پتھر ہے جسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ کی دیواریں اٹھاتے وقت استعمال کیا تھا۔ اس لیے مطاف میں جہاں جگہ ملی دو رکعت پڑھ لی۔

عمرہ کا طواف مکمل ہونے کے بعد دونوں کندھے ڈھانپ لینے کا حکم ہے۔ بعض لوگ طواف مکمل کرنے کے بعد بھی حالت اضطباع میں ہی تھے۔ میں نے بعض ایسے لوگوں کو بتایا کہ یہ درست نہیں ہے، زیادہ تر لوگوں نے بڑی عزت واحترام سے بات مان لی۔ دو پاکستانی بھائی کہنے لگے ”تہاڈے ورگے کئی مولوی ویکھے نے ہر کوئی اپنی مارتا ہے“ (آپ جیسے کئی مولوی دیکھے ہیں ہر

کوئی اپنی بات کرتا ہے) یقیناً سچائی قبول کرنا بہت مشکل کام ہے۔ آج کلمہ گو مسلمانوں کا یہ حال ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت قریش مکہ کا کیا حال ہوگا؟ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ میری اہلیہ کہنے لگیں کر لیں آپ لوگوں کو نصیحت! مجھے بحث کی ضرورت ہی نہیں تھی، میں اپنا فرض ادا کر کے آگے بڑھ گیا۔

آبِ زمزم

دو رکعت پڑھنے کے بعد سیر ہو کر آب زمزم نوش کیا۔ زمزم دُنیا کا سب سے مفید، قیمتی اور قابل احترام پانی ہے جب سے جاری ہوا تب سے دُنیا میں محترم و مکرم ہے۔ زمزم ایک ٹانک بھی ہے اور خوراک بھی۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ایک عرصہ صرف زمزم پی کر گزارا تھا۔ وہ فرماتے ہیں "میرے لیے زمزم کے پانی کے سوا کوئی خوراک نہ تھی پس میں موٹا ہو گیا یہاں تک کہ میرے پیٹ کی سلوٹیں ختم ہو گئیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ پانی بابرکت ہے اور کھانے کی طرح پیٹ بھی بھر دیتا ہے"۔

چاہِ آبِ زمزم حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یادگار ہے، چار ہزار سال سے آج تک مسلسل جاری ہے۔ کروڑوں انسان اس سے سیراب ہوتے ہیں یہ معجزے سے کم نہیں۔

زمزم صرف برکت ہی کے لیے نہیں غذا اور شفاء دونوں کے لیے پیا جاتا ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ زمزم کا پانی جس نیت سے پیا جائے وہ پوری ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ زمزم پیتے وقت اس حدیث کے مطابق کہتے تھے اے اللہ میں قیامت کی پیاس بجھانے کے لیے پی رہا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما زمزم پینے کے لیے لوگوں کو تاکید کیا کرتے تھے کہ جہاں تک ہو قبلہ رخ ہو کر اور بسم اللہ کہہ کر تین سانس میں پیو۔

زمزم ہدیہ اور تبرک کے لیے وطن لے جانا جائز اور مباح ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما زمزم پیتے وقت یہ دُعا مانگتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ عِلۡمًا نَّافِعًا وَّ رِزۡقًا وَّاسِعًا وَّ شِفَآءً مِّنۡ کُلِّ دَآءٍ

”اے اللہ! میں تجھ سے ایسے علم کا سوال کرتا ہوں جو نفع دے ایسے رزق کا سوال کرتا ہوں جو وسعت والا ہو اور ہر بیماری سے شفا کا سوال کرتا ہوں۔“

زمزم پورے حرم میں پائپوں کے ذریعہ پہنچایا گیا ہے جہاں لوگ باآسانی پیتے ہیں اور بعض لوگ وضو بھی کر لیتے ہیں۔ بعض سر پر بھی بہاتے ہیں۔

زمزم آبِ شفا بھی ہے۔ حج پر روانگی سے کچھ دن پہلے میں بیمار تھا مختلف ادویات استعمال کی ہوئیں تھیں۔ ان ادویات کا اثر تھا یا کوئی انفکشن کہ میری زبان بالکل پیلے رنگ کی طرح ہوگئی اور ٹھیک نہیں ہو رہی تھی۔ والدہ ماجدہ فرمانے لگیں پریشان نہ ہوں آب زمزم سے بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔ چنانچہ اس کی دوا وغیرہ تو کچھ نہ لی، اسی حالت میں روانہ ہو گئے۔ حرم پہنچ کر وقفے وقفے سے زبان کی صحت کی نیت سے خوب سیر ہو کر آب زمزم پیا اور دعائیں کیں۔ تقریباً دو گھنٹے ہم حرم شریف میں رہے، زمزم کی برکت سے میری زبان کا رنگ بالکل نارمل ہو گیا۔

اسی طرح چوہدری محمد اکرم صاحب جو میرے گروپ میں تھے نے بتایا کہ میں ابھی ایک ایسے شخص سے مل کر آ رہا ہوں جو یورپ سے آیا ہے اور اس سردی کے موسم میں مسلسل آب زمزم اپنے جسم پر بہا رہا ہے۔ میں نے اس سے وجہ پوچھی تو کہنے لگا مجھے جلد کی ایسی بیماری ہے جس سے جسم پر چھلکے سے بن گئے ہیں۔ یورپ کے ڈاکٹروں نے اس بیماری کو لاعلاج قرار دے دیا ہے لیکن مجھے تکلیف کی بڑی شدت ہے میں برداشت نہیں کر سکتا۔ پچھلے سال حج پر آیا تھا اسی طرح جسم پر خوب آب زمزم بہایا میری آدھی بیماری ختم ہو گئی۔ اسی غرض سے اس سال پھر آیا ہوں مجھے یقین ہے کہ اس مرتبہ میری ساری بیماری ختم ہو جائیگی۔

زائرین کی سہولت کے لیے حرم میں دو قسم کے کولر بھی رکھے گئے ہیں۔ ایک سیٹ میں تقریباً

پانچ کولر ٹھنڈے آبِ زمزم کے اور ایک کولر نارمل پانی کا ہوتا ہے جس پر نیلے رنگ میں ''غیر مبرد'' لکھا ہوتا ہے۔ تاکہ لوگ اپنی اپنی خواہش کے مطابق نوش فرمائیں۔ دھوپ میں چلنے اور طواف کرنے کے فوراً بعد ٹھنڈا پانی استعمال نہیں کرنا چاہیے جسم گرم ہوتا ہے گلا خراب ہونے کا شدید خطرہ ہوتا ہے۔ گلا خراب ہو جائے تو پھر نزلہ اور بخار کا خدشہ رہتا ہے۔

سعی صفا و مروہ

طواف کے بعد سعی کا مرحلہ ہے۔ ہم نے صفا پہاڑی پر چڑھ کر سعی شروع کی اور مروہ پر ختم کی۔ صفا سے مروہ کی طرف جانا ایک چکر ہے اور مروہ سے صفا کی طرف لوٹنا دوسرا چکر ہے میں ہر چکر میں دونوں سبز ٹیوب لائٹس جو چھت پر لگی ہیں، کے درمیان ''دوڑ کر گزرا اور خواتین نارمل چال سے۔ یہ ٹیوب لائٹس گو کہ چھت پر لگائی گئی ہیں، لیکن دور سے ہی نظر آ جاتی ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفا کے قریب پہنچے تو یہ فرمایا:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللهِ (البقرہ 158:2) **اَبْدَاُ بِمَا بَدَاَ اللهُ بِهٖ..** (صحیح مسلم، جلد دوم، حدیث 456)

بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ میں اس سے ابتدا کرتا ہوں جس سے اللہ نے ابتدا کی ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک سعی صفا و مروہ حج اور عمرہ کا رکن ہے۔ اس کے بغیر حج اور عمرہ ادا نہیں ہوتا۔ ہماری فیملی نے اکٹھے ہی طواف کیا اور اکٹھے ہی سعی کی۔ صفا پہاڑی پر چڑھ کر سعی شروع کرنے سے پہلے کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کر کے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ پھر تین مرتبہ یہ مسنون دعا پڑھی:

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ، اَنْجَزَ وَعْدَهٗ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ، وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ (صحیح مسلم، جلد دوم، حدیث 456 و حصن المسلم ص 140)

''اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے لشکروں کو شکست دی۔''

سعی صفا و مروہ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کی سنت ہے خالق کو اپنے برگزیدہ بندوں کا کوئی عمل پسند آ جائے تو ان کو ہی نہیں ان کے نقش قدم کو بھی ہمیشگی اور دوام بخش دیتے ہیں۔ الحمدللہ سعی کے دوران ذکر و اذکار اور دعاؤں میں مشغول رہے، درود شریف پڑھتے رہے اور دنیا کی باتوں سے اجتناب کیا۔ سعی کے لیے والدہ ماجدہ کے لیے وہیل چیئر حرم کعبہ میں موجود ایک تیرہ چودہ سالہ عربی لڑکے سے ایک سو ریال پر کرایہ پر لی۔ لڑکے نے بتایا کہ اس کا باپ فوت ہو چکا ہے، سعودی گورنمنٹ کی طرف سے ایسے افراد کو کچھ وقت کے لیے اس کی اجازت دی گئی ہے تاکہ ان کے خاندان کے ذریعہ معاش کا بندوبست ہو سکے۔

موجودہ دور میں صفا و مروہ کے تھوڑے نشان باقی رہ گئے ہیں۔ ان پہاڑیوں کے گرد چھوٹی چھوٹی دیوار کر کے ان کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔ صفا و مروہ کی صفائی اور ستھرائی کا مطاف کی طرح بہت خیال رکھا جاتا ہے۔ اب تو صفا اور مروہ کے درمیان سعی میں بزرگ اور معذور افراد کی سہولت کی خاطر بجلی سے چلنے والی خصوصی گاڑیاں بھی مہیا کر دی گئی ہیں۔ ان گاڑیوں میں دو افراد کے بیٹھنے کی گنجائش ہے اور انہیں کرایے پر حاصل کیا جا سکتا ہے۔ العربیہ کے مطابق یہ گاڑیاں باضابطہ رسید پر جاری کی جائیں گی، جن میں اس گاڑی کو استعمال کرنے والے کا نام اور اس کا پاسپورٹ نمبر درج ہو گا۔

عمرہ کا آخری کام حجامت کروانا ہے، جس کے لیے حرم سے باہر جانا پڑتا ہے۔ ہم نے اپنی رہائش گاہ جاتے ہوئے محلہ اجیاد سے حجامت کروائی جبکہ خواتین نے اپنے اپنے بالوں میں سے انگلی

کے پور کے برابر کم کر لیے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کو سر منڈانے سے منع فرمایا ہے۔

تکمیل عمرہ

الحمدللہ ہمارا عمرہ مکمل ہو گیا اور ہم اِحرام سے باہر آ گئے۔ جب عمرہ کرنے والا عمرہ کے تمام مناسک پورے کر لیتا ہے تو اس پر احرام کی تمام پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ خواہ وہ احرام کی وہی سفید چادریں پہنے رکھے۔ لیکن حجامت کے وقت اِحرام کو بال وغیرہ لگ تھے اور دوران طواف پسینہ بھی آیا ہوا تھا، اس لیے میں نے غسل کر کے احرام کی چادریں اُتار کر شلوار قمیض پہن لی۔ اور احرام کو ڈرائی کلین کروا کر حج کے لیے محفوظ کر لیا۔

عمرہ ادا کرنے کے بعد حج شروع ہونے سے قبل ہم ہر روز ایک یا دو نفلی طواف کر لیتے۔ یہ طواف عام لباس میں ہوتا ہے۔ میں والدہ ماجدہ کو ویل چیئر پر اوپر کی منزل میں طواف کراتا تھا کیونکہ مطاف میں ویل چیئر کی اجازت نہیں تھی۔ لیکن اوپر کی منزل میں فاصلہ کم از کم تین گنا بڑھ جاتا ہے لہذا وقت بھی اس کے مطابق زیادہ لگتا ہے۔ اگر تھک جاتے تو ادھر ہی بیٹھ کر بیت اللہ شریف کو دیکھتے رہتے۔ کعبۃ اللہ کی طرف دیکھتے رہنا بھی عبادت ہے۔

حرم کی رونقیں

حرم میں ہر کسی کی محبت وعقیدت کے اپنے اپنے انداز ہیں۔ نفلی طواف کے دوران بیت اللہ میں مواقع میسر آنے پر کوئی رخسار ساتھ لگاتا ہے، کوئی رومال رگڑتا ہے، کوئی ٹوپی پھینکتا ہے، کوئی صرف خانہ کعبہ کے سامنے ذکر الٰہی میں مستغرق ہوتا ہے، کوئی قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہوتا ہے، بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو گردوپیش سے بے نیاز اپنے گھر والوں کے ساتھ اونچی اونچی آواز میں موبائل فون پر مصروف ہوتے ہیں، بعض حاجی موبائل فون پر مسلسل تصویریں بنا رہے ہوتے ہیں، سب اپنے اپنے کام میں مست ہوتے ہیں، یہ سب اللہ کے گھر کے مہمان ہیں۔

مسجدِ حرام ساری رات کھلی رہتی ہے۔ بعض حاجی وہیں عبادت کر لیتے ہیں، وہیں نیند پوری کر لیتے ہیں۔ گو کہ حرم میں مردوں اور عورتوں کے لیے الگ الگ جگہ مختص کی گئی ہے لیکن اکثر اوقات وہ اکھٹے ہی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ دیر سے پہنچنے والے حاجی حرم کے راستوں میں ہی نماز کی نیت کر لیتے ہیں۔ لیکن انتظامیہ کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ خاص طور پر مطاف میں خواتین مردوں سے الگ ہو کر نماز پڑھیں۔

مسجد حرام کے ستونوں کے ساتھ لکڑی کے خانے بنا کر قرآن کریم بھی رکھے گئے ہیں۔ عربوں کے لیے اِعراب کے بغیر اور برصغیر پاک و ہند کے لوگوں کے لیے اعراب کے ساتھ۔ ان کی جلدیں بھی الگ الگ رنگ کی ہیں تاکہ لوگ اٹھاتے وقت جلد سے ہی پہچان لیں۔ زائرین کو دور نہیں جانا پڑتا تلاوت کے لیے قرآن پاک قریب ترین ستون سے مل جاتا ہے۔

حرم پاک اپنی تمام تر وسعتوں کے ساتھ ہجوم سے کچھا کچھا بھر جاتا ہے، حرم کے اندر کے راستوں اور باہر بھی صفیں بن جاتی ہیں یہ سلسلہ، دور دور تک بازاروں تک پہنچ جاتا ہے۔ اذان ہوتے ہی لوگ جوق در جوق کارواں در کارواں حرم کی طرف گامزن ہوتے ہیں۔ اتنا ہجوم ہوتا ہے کہ جب نماز مکمل ہوتی ہے تو لوگ حرم سے چیونٹیوں کی طرح رینگ رینگ کر گھروں کو آتے ہیں۔ لوگوں کی اکثریت ظہر کی نماز کے وقت حرم آتی ہے اور عشاء کی نماز پڑھ کر ہی گھروں کو لوٹتی ہے۔

جمعرات اور جمعہ کو مکہ مکرمہ میں زیادہ رش ہوتا ہے لوگ دور دور کے شہروں سے ہزاروں کلومیٹر کا سفر طے کر کے نماز جمعہ کے لیے بڑے ذوق و شوق سے تشریف لاتے ہیں۔ جمعہ کے دن ہم اگر اذان سے کم از کم دو اڑھائی گھنٹے پہلے حرم جاتے تو حرم کے اندر جگہ ملتی ورنہ باہر ہی نماز پڑھنا پڑتی۔

حرمین شریفین میں تمام وقتوں بشمول صبح کی نماز میں لوگوں کی بہت زیادہ تعداد مساجد کی طرف رواں دواں ہوتی ہے۔ کاش ہم لوگ بھی حرم سے اپنے ملک واپسی پر ایسا ہی طرز عمل اپنا

لیں۔ ہمارے ملک میں اور باقی اسلامی دُنیا میں بھی ایسا ہی منظر ہو۔

مطاف کی توسیع

العربیہ کی رپورٹ کے مطابق خادم الحرمین الشریفین کی جانب سے مسجد حرام اور مطاف کی توسیع کے جاری منصوبے کا ایک بڑا حصہ پایہ تکمیل کو پہنچ گیا ہے جس کے بعد فی گھنٹہ ایک لاکھ 7 ہزار زائرین طواف کعبہ کی سعادت حاصل کر سکیں گے۔ قبل ازیں مطاف میں 30 ہزار زائرین فی گھنٹہ طواف کی سعادت حاصل کرتے رہے ہیں۔ ایک منزل معذور اور وہیل چیئر استعمال کرنے والے زائرین کے لیے مختص کی گئی ہے۔

ایک طرف توسیع حرم کے منصوبے کے ذریعے مسجدِ حرام اور مطاف کو کئی گنا وسعت دے کر حج اور عمرہ کے مناسک کو جدید سہولیات سے آراستہ کیا گیا ہے وہیں معذور اور معمر مطوفین کی سہولت کے لیے روایتی وہیل چیئرز کی جگہ خودکار برقی وہیل چیئرز کی نئی سہولت مہیا کی گئی ہے۔ یہ وہیل چیئر معذور، بیمار، عمر رسیدہ اور موٹاپے کے شکار لوگوں کے لیے سعودی حکومت کی طرف سے ایک مثالی تحفہ ہے۔

اجیاد ہسپتال باب عبدالعزیز کے باہر بہت بڑا ہسپتال تھا جہاں سے ہم دوا لیتے رہے۔ لیکن 2012ء میں عمرہ پر گئے تو دیکھا کہ حرم کی توسیع کے باعث اس کو گرادیا گیا ہے۔

تنعیم سے نفلی عمرہ

حج سے پہلے خود کو اتنا نہیں تھکا دینا چاہیے کہ حج کے دنوں میں بیمار پڑ جائیں۔ بلکہ حج شروع ہونے سے کچھ دن پہلے جسم کو آرام دینا چاہیے۔ کیونکہ اصل فریضہ ابھی باقی ہوتا ہے جس کے لیے ہم ہزاروں کلومیٹر کا سفر طے کر کے اور لاکھوں روپیہ خرچ کر کے حرمین شریفین پہنچتے ہیں۔ حج 2007ء میں میرے ساتھ فیملی تھی۔ والدہ صاحبہ مسلسل نقاہت اور کمزوری کا شکار رہیں، ہم نے کوئی نفلی عمرہ نہیں کیا۔ لیکن حج 2009ء میں، میں اکیلا تھا چنانچہ میں نے دوستوں کے ساتھ مل کر

ایک نفلی عمرہ کیا۔حرم مکہ کی حدود میں سے تنعیم کا مقام ایک طرف سے آخری حد ہے۔ جو حرم سے تقریباً پانچ سے سات کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔اس جگہ مسجد عائشہؓ واقع ہے۔اُم المؤمنین سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مخصوص حالات یعنی عذر شرعی اور مجبوری کی وجہ سے یہاں سے احرام باندھ کر عمرہ کیا تھا۔جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عبدالرحمٰن اپنی بہن کو لے جا اور تنعیم سے عمرہ کرالا۔عبدالرحمٰن نے اونٹنی پر ان کو پیچھے بٹھالیا اور انہوں نے عمرہ کیا۔

تنعیم سے لوگ کثرت سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرتے ہیں۔سعودی عربیہ ٹرانسپورٹ کمپنی (سیپٹکو) کی بس میں تنعیم پہنچے۔بس کا یکطرفہ کرایہ صرف دو ریال تھا۔مسجد عائشہؓ بڑی مساجد میں سے ہے۔یہاں احرام باندھنے کے وسیع انتظامات کیے گئے ہیں۔معتمرین کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی بلکہ نہایت آسانی سے وہ عمرہ کر لیتے ہیں۔ہم نے واپسی پر بھی بس میں سوار ہونے سے پہلے دو ریال کا ٹکٹ لیا اور حرم پہنچے۔طواف کیا،صفا و مروہ کی سعی کی،اور آٹھ ریال کی حجامت کرائی اور عمرہ مکمل ہو گیا۔یوں یہ سستا ترین عمرہ تھا جو بارہ ریال میں ہوا۔

اسی طرح بعض لوگ جعرانہ سے بھی عمرہ کرتے ہیں۔ہمارے کچھ ساتھیوں نے جعرانہ سے بھی عمرہ کیا،لیکن میں جعرانہ نہیں جاسکا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مطہرہ کے مطابق تو اصولی طور پر ایک سفر میں ایک ہی عمرہ ہے۔لیکن اگر عمرہ کیلئے آنے والا شخص مکہ مکرمہ سے باہر کا رہنے والا یعنی آفاقی ہو،پاکستان سے آیا ہو یا اتنی دور سے سفر کر کے آیا ہو کہ اس کیلئے دوبارہ مکہ پہنچنا محال ہو،تو ایسی صورت میں علماء کرام کا موقف ہے کہ اس شخص کو قریب ترین حِل یعنی تنعیم یا جعرانہ جانے کی ضرورت ہو گی،اور پھر وہ وہیں سے دوسرے عمرے کا احرام باندھے گا۔علاوہ ازیں ایسا شخص یہ عمرہ اپنے لیے،کسی فوت شدہ،کسی بھی رشتہ دار کی طرف سے،یا دوست کی طرف سے،یا کسی معذور،انتہائی بوڑھے،عمر رسیدہ،یا عمرے کی سکت نہ رکھنے والے لوگوں کی طرف سے کرسکتا ہے۔

فریضہ حج کی ادائیگی

حج کے لغوی معنی قصد کرنا وارادہ کرنا ہے۔ شرعاً وقت مقررہ پر مکہ معظّمہ میں بیت اللہ شریف کی زیارت اور منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں خاص شرائط کے ساتھ عبادات (مناسک ادا) کرنا حج کہلاتا ہے۔

حج کی فرضیت کا حکم قرآن حکیم میں سورۃ آلِ عمران (97:3) میں ارشاد ہوا ہے:

وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ

''اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پا سکتے ہوں۔ اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے۔ اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ تعالیٰ (اس سے بلکہ) تمام دُنیا سے بے پرواہ ہے۔''

حج ایک نہایت اہم عبادت ہے لیکن صرف صاحب استطاعت مسلمان پر ہی زندگی میں ایک بار فرض ہے۔

حج کے فرض ہونے کی کچھ شرائط ہیں۔ مسلمان ہو، عاقل ہو insane نہ ہو، بالغ ہو، آزادی حاصل ہو اور استطاعت رکھتا ہو۔ جس شخص میں یہ پانچ شرائط موجود ہوں تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے، جسے جلد از جلد ادا کرنا چاہیے۔ استطاعت سے مراد مالی اور بدنی طاقت ہے یعنی اس کے پاس اتنا مال ہو کہ سفر کے اخراجات پورے ہو جائیں، تندرست ہو کہ سفر کی صعوبتیں برداشت کر سکے اور راستہ پر امن ہو کہ جان و مال محفوظ رہے۔ آزادی سے یہ بھی مراد ہے کہ ایک مسلمان دار الکفر میں رہتا ہے اور اس ملک نے اس کو حج پر جانے کی اجازت ہی نہیں دی۔ اسی طرح اگر بندہ دائمی مریض ہے، حج کا سفر اختیار نہیں کر سکتا، لیکن اس کے پاس مال و دولت ہے۔ ایسا شخص

کسی دوسرے شخص سے حج بدل کرا سکتا ہے۔ احادیث صحیحہ کی رو سے حج بدل مطلقاً جائز ہے۔

عورت کے لیے محرم بھی ضروری ہے محرم کی اہمیت کا اندازہ سفرِ حج میں بخوبی ہو جاتا ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں بد قسمتی سے بینک کا عملہ ایک تنہا خاتون کو گروپ میں شامل کر کے کسی نامحرم بندے کو اس کا محرم بنا دیتا ہے۔ یہ بندہ سفر میں اس کے کوئی کام نہیں آسکتا۔

حدیث رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی حج کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے حضرت آدم علیہ السلام نے حج کیا، تمام اعمال مکمل ادا کئے جب فارغ ہوئے تو کہنے لگے، اے میرے رب مزدور کی اُجرت کیا ہوتی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم رہا تُو تو میں نے تیری مغفرت کر دی، رہی تیری اولاد تو ان میں سے جو اس گھر میں گناہ لے کر آیا میں اس کی مغفرت کر دوں گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے جو کوئی اللہ کے لیے حج کرے اور شہوت اور گناہ کی باتیں نہ کرے وہ ایسا پاک ہو کر لوٹے گا جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک عمرے سے لے کر دوسرے عمرے تک جتنے گناہ ہوتے ہیں وہ کفارہ بن جاتے ہیں اور مقبول حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے حج مبرور کی جزا جنت ہی مقرر فرمائی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کی نیکی کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھانا کھلانا اور سلام کو عام کرنا۔

جو کوئی حج کو جائے اس کو چاہیے کہ سفر کا خرچ ساتھ لے اور گھر کے خرچ کا بھی بندوبست کرے تا کہ اس کے گھر والوں کو دوسروں کے آگے دستِ سوال دراز نہ کرنا پڑے۔ حدیث میں آتا ہے کہ یمن کے لوگ حج کیا کرتے تھے اور خرچ ساتھ نہیں لاتے تھے اور کہتے تھے ہم متوکل ہیں۔ جب مکہ میں پہنچتے تو لوگوں سے بھیک مانگتے۔

حج کے لیے حلال مال بھی ضروری ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب آدمی حج کے لیے رزقِ حلال لے کر نکلتا ہے اور رکاب میں اپنا پاؤں رکھتا ہے اور لَبَّیْکَ، اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ پکارتا ہے تو آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے تیری لبیک قبول ہو اور رحمت الٰہی تجھ پر نازل ہو، تیرا سفر خرچ حلال اور تیری سواری حلال اور تیرا حج مقبول گناہوں سے پاک ہے اور جب آدمی حرام کمائی کے ساتھ حج کے لیے نکلتا ہے اور رکاب میں پاؤں رکھتا ہے اور لَبَّیْکَ، اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ پکارتا ہے تو آسمان سے ندا کرنے والا ندا کرتا ہے تیری لبیک قبول نہیں نہ تجھ پر رحمت ہو، تیرا سفر خرچ حرام، تیری کمائی حرام اور تیرا حج گناہوں سے آلودہ اور بے اجر ہے۔"

چنانچہ حج فرض ہو جانے اور وسائل کی دستیابی کے بعد اس کی ادائیگی میں ٹال مٹول اور تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ اس کے بارے میں سخت وعید آئی ہے استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے کو قرآن نے کفر سے تعبیر کیا ہے اور حدیث میں ہے کہ جو مالک ہو توشہ اور سواری کا کہ پہنچا دیوے اس کو بیت اللہ تک اور پھر حج نہ کیا تو کچھ فرق نہیں اس پر کہ مرے یہودی یا نصرانی ہو کر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اگر لوگ حج کرنا چھوڑ دیں تو آسمان زمین پر گرا دیا جائے۔

مسند سعید بن منصور میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا ارادہ ہے کہ میں لوگوں کو مختلف شہروں میں بھیجوں وہ دیکھیں کہ جو لوگ باوجود مال رکھنے کے حج نہ کرتے ہوں ان پر جذیہ لگا دیں کہ وہ مسلمان نہیں۔

آسان حج کونسا ہے؟

حج کی تین قسمیں ہیں۔ حج تمتع، حج افراد اور حج قران۔ حج تمتع کرنے والے اپنے ملک سے مکہ مکرمہ جا کر پہلے صرف عمرہ کرتے ہیں اور اِحرام اُتار دیتے ہیں۔ پھر 8 ذوالحجہ کو اپنی رہائش گاہ سے حج کی نیت کا احرام باندھ کر حج کرتے ہیں۔

حج افراد میں عمرہ نہیں کرتے بلکہ صرف حج ہی کرتے ہیں۔

حج قران میں اپنے ملک سے عمرہ اور حج دونوں کی ایک ساتھ نیت کر کے اِحرام باندھتے

ہیں مکہ مکرمہ جا کر عمرہ کرتے ہیں اور احرام نہیں اُتارتے بلکہ حالتِ احرام میں ہی رہتے ہیں۔ لمبے عرصے تک احرام میں رہنے کی وجہ سے یہ حاجی کے لیے مشکل حج ہے۔ یہ حج وہ لوگ کرسکتے ہیں جو حج کے بہت قریب مکہ مکرمہ پہنچ رہے ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اُمت کے لیے حج تمتع پسند فرمایا ہے کیونکہ اس میں آسانی ہے۔ حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حج قران کا احرام باندھا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''جب طواف تمام ہوا مروہ پر تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ مجھے اگر پہلے سے معلوم ہوتا اپنا کام جو بعد میں معلوم ہوا تو میں ہدی (قربانی کا جانور) ساتھ نہ لاتا اور اپنے اس احرام حج کو عمرہ کر ڈالتا تو اب تم میں سے جس کے ساتھ ہدی نہ ہو وہ احرام کھول ڈالے اور اس کو عمرہ کرلے پھر سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم یہ حج کو عمرہ کر ڈالنا ہمارے اسی سال کے لیے خاص ہے یا ہمیشہ کے لیے اس کی اجازت ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ہمیشہ کے لیے اجازت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اس فرمان سے علماء کی ایک جماعت نے دلیل لی ہے کہ حج تمتع افضل ہے۔

وادیٔ منیٰ سے حج کا آغاز

8 ذوالحجہ 1428 ہجری مقدس بروز منگل بمطابق 18 دسمبر 2007ء کو مناسکِ حج کا آغاز ہوا اور ہم سات اور آٹھ ذوالحجہ کی درمیانی شب وادی منیٰ پہنچے۔ منیٰ میں ظہر سے پہلے پہلے پہنچنا ہوتا ہے لیکن انتظامی امور کے پیش نظر اکثر معلم رات کو ہی حجاج کو منیٰ لے جاتے ہیں۔ وادی منیٰ' میدانِ عرفات اور مزدلفہ شعائر اللہ میں سے ہیں جہاں حجاج کرام ایّام حج میں مناسک حج ادا کرتے ہیں۔ منیٰ مکہ مکرمہ سے تقریباً 5 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ حجاج منیٰ میں پہلے مرحلے میں 8 ذوالحجہ اور پھر دوسرے مرحلے میں مزدلفہ سے واپسی پر 10 سے 12 یا 13 ذوالحجہ تک قیام کرتے ہیں اور جمرات کو کنکریاں مارتے ہیں۔

منیٰ میں مسجد خیف

منیٰ میں جمرات کے پل کے پاس ہی مسجد خیف ہے۔ روایات کے مطابق مسجد خیف میں

175 انبیاء علیہم السلام نے نماز پڑھی ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اس میں نمازیں ادا فرمائیں۔ اس کا گنبد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نماز کی جگہ ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس مسجد کی فضیلت کے قائل تھے۔ اور مناسکِ حج کی ادائیگی کے موقع پر اس میں نماز پڑھنے کی طرف ترغیب دیتے تھے۔ چنانچہ ہم بھی چند دیگر حجاج کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے گئے لیکن تمام مسجد میں پاؤں رکھنے کی جگہ نہ تھی لوگ خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ پتہ چلا کہ یہ مختلف ممالک کے لوگ ہیں جو سعودی عرب میں مقیم ہیں، لیکن حج کے مطلوبہ کاغذات نہ ہونے کے سبب چھپ چھپا کر حج کرنے آئے ہیں۔ یہی حال منیٰ کے گرد بلند و بالا پہاڑیوں کا تھا، جہاں لوگ معروف راستوں اور شاہراہوں سے بچ کر دشوار گزار اور غیر معروف راستوں سے منیٰ پہنچے تھے۔ اسی دوران بارش شروع ہو گئی ان کا حال دیدنی تھا سردی کا موسم اور بارش۔ لیکن یہ سب لوگ حج کرنے کے جذبے کی بدولت سخت سردی اور بھیگے ہوئے موسم میں بھی ثابت قدم تھے۔ ہم ان کے لیے ہمدردی اور دُعا کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

حجاج کی دن بدن بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے وادیٔ منیٰ میں رہائشی انفراسٹرکچر کو بہتر بنانے کی اشد ضرورت ہے، خیموں کی جگہ اگر کثیر المنزلہ عمارتیں بنا دی جائیں تو جمرات کے پلوں کی طرح آئندہ کئی سو سالوں کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے۔ اس سے پہلے جمرات پر بھیڑ ہونے کی وجہ سے حجاج کرام کا جانی نقصان ہوتا تھا۔ اب منیٰ کا میدان اپنی تمام تر فراخی کے باوجود چھوٹا پڑنے لگا ہے۔ چنانچہ سعودی علماء کمیٹی کے فتوی سے مزدلفہ کا کبری (پُل) فیصل تک کا کچھ حصہ وادی منیٰ میں شامل کیا گیا ہے۔

منیٰ میں اب کھانا وغیرہ آسانی سے دستیاب ہوتا ہے۔ پرانے وقتوں میں حجاج لکڑی، کوئلہ جلا کر یا مٹی کے تیل کے چولہے سے کھانا اور چائے وغیرہ تیار کرتے تھے۔ حجاج کرام ان چیزوں کو اٹھانے کے ساتھ ساتھ برتن اور دیگر خشک چیزیں آٹا چاول اٹھانے کی مشقت بھی برداشت کرتے۔ یہ چیزیں بعض اوقات شدید نقصانات کا باعث بھی بنتی تھیں۔ خیموں میں آگ لگنے کا

خطرہ موجود ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ تو آگ لگنے کی وجہ سے حجاج کا کافی مالی و جانی نقصان ہوا۔ 1975 میں گیس کا سلنڈر پھٹنے سے خیمہ بستی میں آگ لگ گئی اور متعدد حاجی شہید ہوئے۔ اس طرح 1997 میں منیٰ میں لگنے والی آگ سے بھی بہت سے حاجی شہید اور زخمی ہوئے۔ اب اس طرح کھانا پکانا ترک کر دیا گیا ہے۔ اس کی جگہ حجاج کرام کو تیار شدہ کھانا دستیاب ہوتا ہے۔

میدان عرفات میں

ایک دن منیٰ میں گزار کر ہم نے 9 ذوالحجہ 1442 ہجری مقدس بمطابق 19 دسمبر 2007ء کی صبح کو منیٰ سے میدان عرفات جانا تھا۔ لیکن انتظامی امور کے پیش نظر معلّم ہم سب کو رات کو ہی عرفات لے گئے۔ معلم کے نمائندہ نے اس کی باقاعدہ پیشگی اطلاع دے دی تھی۔ فجر کی نماز ہم نے میدان عرفات میں اپنے خیمے میں ادا کی۔ بندہ ناچیز مجبوراً عرفات اور منیٰ میں احباب کے اصرار پر نماز کی امامت کراتا رہا۔ وادیٔ منیٰ میں خیمے فائر پروف ہیں جو موٹے کینوس سے بنائے گئے ہیں۔ ان کا فریم مضبوط لوہے کا ہے۔ لیکن عرفات میں چونکہ تقریباً ایک دن یا دن کا کچھ حصہ قیام کرنا ہوتا ہے اس لیے یہاں عارضی خیمے لگائے گیے تھے جس طرح ہمارے ہاں شادیوں پر شامیانے لگائے جاتے ہیں۔

میدان عرفات بیت اللہ شریف سے تقریباً 20 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہاں امام صاحب نے مسجد نمرہ میں ظہر سے قبل خطبہ حج دیا۔ پھر ظہر کے وقت ظہر اور عصر کی نمازیں اکھٹی اور قصر ایک اذان اور دو اقامت سے ادا کیں۔ ہمیں مسجد نمرہ میں جگہ نہیں مل سکی لیکن باہر دیواروں کے ساتھ جگہ مل گئی۔ اسی دوران مسجد کے ارد گرد تمام ٹریفک مکمل طور پر جامد و ساکت ہو گئی حتیٰ کہ پیدل چلنا بھی بند ہو گیا۔ جو جہاں تھا وہیں نماز کی نیت کر لی۔ عرفات میں ائمہ حرم کے خطبے کا مرکز و محور اتحاد امت ہوتا ہے۔ ان خطبات میں امت کے علماء کرام کو بھی نصیحت کی جاتی ہے کہ حج کا سب سے اہم پیغام اُمت کا اتحاد و اتفاق ہے نہ کہ اس میں تفرقہ ڈالنا۔ مغرب تک وقوف عرفات کیا۔ وقوف عربی کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے ٹھہرنے کی جگہ، کھڑے ہونے کی جگہ یا مقام۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ اپنی اونٹنی القصویٰ پر سوار ہوئے اور وقوف کے مقام پر پہنچے۔ اونٹنی کو چٹانوں کی طرف موڑا۔ آپ ﷺ قبلہ رخ ہوئے۔ آپ ﷺ نے یہاں پر سورج غروب ہونے تک وقوف کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے یہاں وقوف کیا ہے۔ یہ سارے کا سارا وقوف ہے۔

چنانچہ عرفات میں اللہ کے حاجی بندے ایک جگہ ٹھہر کر اپنے رب سے مناجات اور دعائیں کرتے ہیں۔ نماز کے بعد لوگ میدان عرفات میں کونے ڈھونڈ رہے تھے جہاں وہ یکسو ہو کر مناجات کر سکیں۔ کوئی کھلے آسمان تلے رو رو کر دعائیں کر رہا تھا تو کوئی شامیانوں میں ہی کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر دعائیں مانگ رہا تھا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں مانگ رہے تھے اور معافی کے طلب گار تھے۔

حج ادا کرنے کے لیے حج کی نیت کے ساتھ عرفات میں محض حاضر ہونا ہی کافی ہے۔ خواہ دعاؤں کا اہتمام کر سکے یا نہ کر سکے۔ حج کسی ایک عمل کا نام نہیں ہے بلکہ ایک طویل اور مسلسل پانچ دن پر مشتمل مناسک و اعمال کا نام ہے جن میں کچھ فرائض ہیں کچھ واجبات ہیں۔ فرائض چھوڑنے سے حج ہوتا ہی نہیں ہے اور واجبات چھوڑنے سے دم (جانور کی قربانی) لازم ہے۔

میدانِ عرفات میں حد نگاہ تک لوگ ہی لوگ نظر آتے ہیں۔ اس جم غفیر سے ایسے لگتا ہے کہ حشر کا میدان ہے۔ حاضرین کی تعداد اللہ کریم کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اتنے عظیم انسانی اجتماع کے لیے کھانے کا انتظام کرنا، علاج معالجہ اور نقل و حمل کا بندوبست کرنا بلاشبہ کوئی آسان کام نہیں، سعودی انتظامیہ کا ہی خاصہ ہے جو نسل در نسل اُن میں چلا آ رہا ہے۔ ورنہ ہمارے یہاں تو کسی تقریب میں اندازے سے زیادہ لوگ آ جائیں تو افراتفری مچ جاتی ہے۔ یہی حال وہاں کے ہوٹلز کا ہے، وہ چھوٹے چھوٹے دیگچوں میں کھانا پکا کر اتنی بڑی تعداد کو کھلا رہے ہوتے ہیں، رزق میں اتنی برکت ہے کہ کبھی کوئی کمی دیکھنے میں نہیں آتی۔

خطبہ حجۃ الوداع، زندگی کا منشور

یہاں یہ بات بیان کرنا انتہائی ضروری ہے کہ اُمت مسلمہ کا ہر فرد اُس خطبہ حجۃ الوداع کو بھی

اپنی زندگی کا منشور بنا لے جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عرفات ہی کے وسیع و عریض میدان میں ظہر سے قبل ارشاد فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

لوگو! میری بات سنو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ انسانو ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں جماعتوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا کہ تم الگ الگ پہچانے جا سکو۔ تم میں زیادہ عزت و کرامت والا اللہ کی نظروں میں وہی ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ نہ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت حاصل ہے نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر، نہ کالا گورے سے افضل ہے نہ گورا کالے سے۔

تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر قطعاً حرام کر دی گئیں ہمیشہ کے لئے ان چیزوں کی حرمت ایسی ہی ہے جیسی تمہارے اس دن کی اور اس ماہِ مبارک (ذوالحجہ) کی خاص کر اس شہر میں ہے تم سب اپنے رب کے آگے جاؤ گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس فرمائے گا۔ لوگو ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔

دیکھو میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ آپس ہی میں کشت و خون کرنے لگو۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ بن جانا۔

دورِ جاہلیت کے سارے دستور میرے پاؤں تلے روندے جا چکے۔

لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، پانچ وقت کی نماز ادا کرو، مہینے بھر کے روزے رکھو، اپنے مالوں کی زکوٰۃ (خوش دلی) کے ساتھ دیتے رہو۔ اپنے اللہ کے گھر کا حج کرو۔

اس مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سورۃ المائدہ کی آیت 3 نازل ہوئی جس میں اللہ کریم نے فرمایا آج ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا دین مکمل کر دیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر اپنی نعمت پوری کر دی اور دین اسلام کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے لیے پسند کر لیا۔

ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے کہا: اگر یہ آیت ہمارے اوپر اُترتی تو ہم اس دن کو عید کر لیتے۔

جبلِ عرفات جسے رحمت کا پہاڑ کہا جاتا ہے مکہ مکرمہ کے مشہور ترین مذہبی اور تاریخی پہاڑوں میں سے ایک ہے۔ یہ پہاڑ میدانِ عرفات میں اردگرد کے پہاڑوں کے سلسلے میں ایک چھوٹا پہاڑ ہے، اس کی اونچائی تقریباً ایک سو فٹ ہوگی۔ عرفات میں کھڑے ہو کر نظر دوڑائیں تو عرفات کے اطراف میں موجود پہاڑ بہت اونچے ہیں۔

عرفات کے دن معلم کی طرف سے ظہر کے بعد حجاج میں بریانی تقسیم کی گئی جو بڑی لذیذ تھی۔ لوگوں نے بڑے شوق سے تناول کی۔ سچی بات یہ ہے کہ مجھے کھانے کا جتنا مزہ اسفارِ حج اور عمرہ میں آیا کسی اور جگہ نہیں آیا۔ اور اسی طرح رمضان المبارک میں۔ یہ سب حجاز مقدس اور رمضان المبارک کے فیوض و برکات ہیں۔ علاوہ ازیں کھانے میں لذت کی وجہ بھوک بھی ہوتی ہے۔ جو لوگ اس لذت سے محروم رہتے ہیں وہ کھانا وقت پر کھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ جبکہ کھانے کا تعلق وقت سے نہیں بھوک سے ہے۔

مسجد نمرہ میں خطبہ کے مبلغین

مسجدِ نمرہ میدانِ عرفات میں بہت بڑی مسجد ہے جو سال میں صرف ایک مرتبہ خطبہ حج کیلئے کھولی جاتی ہے۔ العربیہ نیوز کے مطابق پچھلے 43 برسوں کے دوران آٹھ شیوخ اور علماء نے مسجدِ نمرہ سے خطبہ حج دیا۔ 1399ھ میں الشیخ صالح بن محمد اللحید ان نے خطبہ حج پیش کیا۔ 1402ھ سے 1436ھ تک الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن محمد آل الشیخ اور الشیخ عبدالرحمان بن عبدالعزیز السدیس نے خطبات حج پیش کیے۔ 1437ھ میں الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن محمد آل الشیخ اور الشیخ عبدالرحمان بن عبدالعزیز السدیس، 1438ھ میں الشیخ سعد بن ناصر الشثری اور 1439ھ کو الشیخ حسین بن عبدالعزیز آل الشیخ اور الشیخ محمد بن حسن آل الشیخ، 1440ھ اور 1441ھ کو کبار علما کونسل کے رکن اور شاہی دیوان کے مشیر الشیخ عبداللہ بن سلیمان المنیع نے خطبہ حج پیش کیا۔ آج (جبکہ یہ سفرنامہ لکھ رہا ہوں مورخہ 19 جولائی 2021ء بمطابق 09 ذوالحجہ 1442ھ) خطبہ حج

مسجد حرام کے خطیب اور کبار علما کونسل کے رکن الشیخ ڈاکٹر بندر بن عبدالعزیز بلیلہ نے پیش کیا۔ چونکہ عرفہ کا خطبہ دنیا کے لیے ایک اسلامی پیغام ہے۔ اس لیے اس کا براہِ راست عربی سے دس عالمی زبانوں انگریزی، فرانسیسی، انڈونیشی، اردو، فارسی، چینی، ترکی، بنگالی، ہاؤسا اور مالائی میں ترجمہ کیا جاتا ہے۔ تمام ائمہ حرم اعلیٰ تعلیم یافتہ اور خوش الحان ہیں۔

عرفات کے میدان میں اللہ کے بندوں کا ایک ہی رنگ ایک ہی لباس اور ایک ہی وضع قطع میں ہونا عجیب منظر پیش کرتا ہے۔

قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

حجاج کی رہنمائی کے لیے منیٰ میں ہلکے نیلے رنگ کے اور میدان عرفات کے چاروں طرف پیلے رنگ کے بڑے بڑے سائن بورڈ لگائے گئے ہیں جو ان میدانوں کی حدود کی نشاندہی کرتے ہیں۔

میدانِ عرفات میں پیدل سفر کرنے والوں کے لیے سڑک (طریق المشاۃ) مسجد نمرہ سے سیدھی مزدلفہ اور منیٰ کی طرف جاتی ہے۔ مزدلفہ میں بھی بڑے سائز کے سائن بورڈ لگائے گئے ہیں جو حدود مزدلفہ کی نشاندہی کرتے ہیں۔ حج کے تمام دن افریقی ملکوں کے حجاج ہی زیادہ تر پیدل سفر کرتے نظر آئے۔ باقی سب لوگ اپنی اپنی سواری کے انتظار میں کھڑے تھے۔

میدانِ عرفات میں دسمبر کا مہینہ ہونے کے باوجود سورج کی تپش بہر حال شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ ہو سکتا ہے عوام کا سمندر بھی اس کی ایک وجہ ہو۔ عرفات میں گرمی کی شدت کم کرنے کے لیے سڑک کنارے اونچے اونچے فوارے لگائے گئے ہیں۔ ہم جب سڑک پر چل رہے تھے تو ان کی پھوار بڑی خوشگوار محسوس ہوتی۔ گرمی کے موسم میں تو ان کی افادیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

مکہ مکرمہ میں سردی کم ہوتی ہے مدت کے لحاظ سے بھی اور شدت کے لحاظ سے بھی۔ لیکن یہاں کی گرمی کی شدت کے جو قصے پاکستان میں سنے تھے یہاں ویسی گرمی نہیں۔ بظاہر حجاز مقدس کی گرمی پاکستان کی گرمی سے زیادہ نہیں لیکن اس کی مدت زیادہ ہے۔ پاکستان کی گرمی زیادہ شدید اور تنگ کرنے والی ہے۔ مکہ مکرمہ میں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ ایک دن مکہ مکرمہ میں شدید بارش ہوئی۔ اپنے کمرے میں بیٹھا کھڑکی سے باہر کے موسم کا نظارہ کر رہا تھا، پتھروں کے چھوٹے بڑے ٹکڑے بارش کے تیز پانی کے ساتھ تنکوں کی طرح پہاڑوں سے بہہ رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے شہرِ مقدس کی گلیاں پانی سے بھر گئیں۔ لوگوں سے سنا کہ سات مہینے کے بعد بارش ہوئی ہے۔

میدانِ عرفات میں شریں (طبی نام سرس) کے درخت صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے لگوائے تھے۔ جو اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود بھی بہت قد آور درخت نہیں بن سکے تاہم کچھ نہ کچھ گرمی سے بچاؤ کا کام ضرور دیتے ہیں۔

عرفات میں نہر زبیدہ

عرفات میں ہی نہر زبیدہ کے آثار دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ نہر زبیدہ عباسی خلیفہ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ نے بنوائی تھی۔ اہل مکہ اور حجاج کرام ایک صدی سے زیادہ اس نہر سے مستفید ہوتے رہے ہیں۔ تاریخ مکہ کے مطابق زبیدہ نے اس نیک کام پر ستر ہزار اشرفیاں صرف کیں تھیں۔ انجینئر نگ اور ٹیکنالوجی کی اس شاہکار نہر کو دیکھ کر زبیدہ بنت جعفر کے لیے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ اس نہر کی اونچائی تقریباً زمین سے ساڑھے پانچ فٹ ہے۔ اس کا مرکز طائف کے راستے میں وادیٔ نعمان ہے۔ یہ نہر ہمیں مکہ مکرمہ میں یا اس کے ارد گرد تو کہیں نظر نہیں آئی لیکن پہاڑوں میں بل کھاتی ہوئی اس نہر کو عرفات میں دیکھا۔ کچھ جگہوں سے ٹوٹ چکی ہے کچھ حصہ محفوظ ہے۔ جب عرفات، منیٰ، مزدلفہ اور مکہ مکرمہ میں دوسرے ذرائع سے پانی حاصل کر لیا گیا تو اس نہر کو جاری رکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی اور نہ ہی تا حال اس کی مرمت کی گئی ہے کہ مستقبل میں اس سے کوئی فائدہ حاصل کیا جا سکے یا آب پاشی کے کام آ سکے۔ ایسی چیزیں

آثار قدیمہ میں شامل کی جانی چاہیئے۔

موجودہ دور میں مکہ مکرمہ میں ہوٹلز کے تہہ خانوں میں پانی کے لئے بڑی بڑی ٹینکیاں بنائی گئی ہیں۔ پانی کے ٹینکر باہر کسی مقام سے پانی لاتے ہیں اور پائپ کے ذریعے سے ان کو بھرا جاتا ہے۔ پھر بجلی کی موٹرز کے ذریعے اوپر چھت پر بنے واٹر ٹینک تک پہنچایا جاتا ہے۔

مزدلفہ میں آمد اور قیام

مزدلفہ، وادی مِنٰی اور میدان عرفات کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ ہم 9 ذوالحجہ کو غروب آفتاب کے بعد میدان عرفات سے مزدلفہ کے لیے روانہ ہوئے۔ یہ بہت مشکل مرحلہ تھا اس طرح لگ رہا تھا، جیسے حشر کا میدان ہے۔ گورنمنٹ سکیم کے تحت آنے والے حاجی اپنی اپنی سواری کے لیے اِدھر اُدھر بھاگ دوڑ کر رہے تھے، ان کو کوئی بس قبول نہیں کر رہی تھی۔ زیادہ تر لوگ پہلے ہی بسوں میں سوار ہو چکے تھے جوں ہی سورج کی ٹکیا غروب ہوئی ان کی بسیں روانہ ہو گئیں۔ ہر طرف نفسا نفسی کا عالم تھا۔ اللہ بھلا کرے کراچی کے ایک گروپ نے ہمیں اپنی بس میں جگہ دے دی میری والدہ بیمار تھیں، ان کو سیٹ مل گئی، میری باقی فیملی نے تقریباً دس کلومیٹر کا سفر پانچ گھنٹے میں کھڑے ہو کر طے کیا۔ ہم تقریباً رات کے دس بجے میدان عرفات سے نکلے اور ہماری بسیں رینگتی رینگتی صبح تین بجے مزدلفہ کے قریب پہنچیں۔ مزدلفہ بہت بڑا میدان ہے بسوں نے ہمیں دور ہی اتار دیا ہمیں کچھ معلوم نہ تھا کہ ہم کہاں کھڑے ہیں ایک بدو لڑکا ہمارے پاس سے گزر رہا تھا اس سے میں نے مزدلفہ کے بارے میں پوچھا تو اُس نے دونوں ہاتھوں کو آگے کی طرف پھیلا کر کہا ''کلھم مزدلفہ'' یعنی یہ سب مزدلفہ ہے۔ مزدلفہ میں پہنچ کر جہاں جگہ ملے تھکے ماندے حاجی وہیں ٹھہر جاتے ہیں، مزدلفہ کا سارا میدان جائے وقوف ہے۔

مسجد مشعر الحرام جس کی سمت کا ہمیں بعد میں پتا چلا بہت دور تھی، ہم اتنا تھک چکے تھے کہ اِدھر ہی ڈیرے ڈال دیئے۔ نہ ادھر پانی تھا نہ کوئی ایسی جگہ جہاں وضو کرتے، پانی کے ٹرالر

کھڑے تھے لیکن پانی ندارد۔ عرفات سے چلتے وقت پانی کی بوتلیں ساتھ لے لی تھیں انہی سے ہی پاکی حاصل کی اور وضو کیا۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی اور قصر ادا کیں۔ یہ رات کھلے آسمان تلے مزدلفہ میں بسر کی۔ فجر کی نماز کے بعد وقوف مزدلفہ کیا اور کثرت سے اللہ کا ذکر اور توبہ و استغفار کی۔ ہم نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھنے کے بعد مزدلفہ کے میدان سے ہی کنکریاں چن لیں تھیں۔ کنکریوں کا سائز چنے کے دانے کے برابر تھا۔ کنکریوں کے لیے بعض حجاج نے کپڑے کی ایک چھوٹی سی تھیلی اور بعض نے شاپنگ بیگ پاس رکھا ہوا تھا۔ تقریباً تمام لوگ منیٰ میں شیطانوں کو مارنے کے لیے کنکریاں مزدلفہ سے ہی چن لیتے ہیں کیونکہ یہاں سے با آسانی دستیاب ہوتی ہیں۔ کنکریاں چنتے وقت حیرت ہوتی ہے کہ صدیوں پہلے جب سے حج شروع ہوا ہے اتنی بڑی تعداد میں لوگ کنکریاں چنتے ہیں لیکن ان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ ایسا بھی نہیں کہ ایک مرتبہ ماری ہوئی کنکریاں دوبارہ یہاں لا کر پھینک دی جاتی ہیں۔ مزدلفہ کی مٹی بھی عجیب ہے بلکہ اس کو مٹی کہہ نہیں سکتے یہ مٹی ایسی موٹی ریت کی مانند ہے کہ اگر آدمی اس پر لیٹ کر اٹھے تو ہلکا سا کپڑا ہلانے سے بھی نیچے گر جاتی ہے کپڑا بالکل صاف ستھرا رہتا ہے۔

وادیٔ منیٰ میں واپسی

10 ذوالحجہ کا سورج طلوع ہو چکا تھا۔ سورج نکلنے کے فوراً بعد ہم نے منیٰ روانہ ہونا تھا۔ یہاں بھی ٹریفک کا اژدھام تھا۔ گورنمنٹ سکیم کی کوئی گاڑی ہمیں نہ مل سکی۔ مجبوراً پرائیوٹ ٹیکسی کرائے پر لی۔ جس نے پانچ کلومیٹر کے سفر کے پچاس ریال فی کس کے حساب سے وصول کیے۔ چار افراد پر مشتمل یہ قافلہ صبح کا چلا ہوا ظہر کے وقت منیٰ پہنچا۔ اس مرتبہ بھی ٹیکسی نے ہمیں ہمارے مکتب سے دور اُتار دیا کہ ٹریفک کی وجہ سے آگے جانے کی گنجائش نہیں۔ اپنا خیمہ بھول گئے بڑے خوار ہوئے۔ والدہ ماجدہ اور ہمشیرہ بیمار پڑ گئیں۔ بھولنے کی وجہ وادی منیٰ میں خیموں کا ایک ہی انداز اور بناوٹ ہے۔ پاکستان کے حجاج، جنوب ایشیا کے لیے مختص علاقہ میں ٹھہرائے جاتے ہیں جس

کے باہر سڑک پر لگے جنگلوں وغیرہ کا رنگ پیلا ہوتا ہے۔منیٰ میں تمام ملکوں کے بڑے بڑے سائز کے اونچے لہراتے ہوئے غبارے دور سے نظر آ رہے تھے یہ غبارے اس رنگ میں تھے جوان کے ملک کے پرچم کا رنگ تھا۔تا کہ لوگ اپنے خیمے دور سے ہی پہچان لیں۔لیکن پاکستان کے جھنڈے والا غبارہ کوشش کے باوجود ہمیں کہیں نظر نہیں آیا۔

منیٰ میں خیمے ایک جیسے ہونے کی وجہ سے اکثر لوگ بھول جاتے ہیں۔ہم اپنے مکتب کے آس پاس تین گھنٹے تک چکر کاٹتے رہے لیکن خیمہ نہ مل سکا۔تھک ہار کر ایک جگہ بیٹھ گئے۔ بھارت کے کئی گائیڈ منیٰ میں اپنے حجاج کی رہنمائی کر رہے تھے ان کے پاس منیٰ کے نقشے بھی تھے ان کے آفس میں کمپیوٹر بھی تھا جس کی مدد سے وہ اپنے حجاج کی مدد کرتے۔ایک بھارتی مسلمان نے ہماری مدد کی۔ بہر کیف اتنا تو ضرور ہے کہ ہر حاجی کو ہر مشکل میں اور ہر وقت یہ آس وامید بندھی رہتی ہے کہ میں خود یہاں حاضر نہیں ہوا بلکہ اس حاضری کی سعادت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حاصل ہوئی ہے۔تو اس سے اس کے دل کو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے پھر اسکی مشکل مشکل نہیں رہتی۔

منیٰ میں مکتب نمبر 35 پہنچ کر سب سے پہلے اپنے خیمے میں ضروری سامان رکھا تھوڑا آرام کیا پھر پہلے دو شیطان چھوڑ کر صرف جمرہ عقبہ یعنی بڑے شیطان کو جو منیٰ کے آخر میں اور مکہ مکرمہ کی طرف ہے یکے بادیگرے سات کنکریاں ماریں۔

شیطان ہمارا صریح دشمن ہے۔اس کے قدموں پر چلنے سے منع فرمایا گیا ہے۔شیطان سے دشمنی ہمیں اپنے جدامجد حضرت آدم علیہ السلام سے ورثے میں ملی ہے۔مگر انسان کتنا لاپرواہ ہے کہ دنیا میں تو اپنے دشمن سے ہر پل باخبر رہنا چاہتا ہے لیکن عجیب بات ہے کہ وہ اپنے ازلی دشمن شیطان سے بالکل بھی باخبر نہیں۔وہ گناہ کی جس طرح ترغیب دیتا ہے انسان اسی طرح کرتا ہے۔

شیطانوں کو کنکریاں مارنے کے لیے نہایت کشادہ پل بنائے گئے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ ان پلوں کی معیاد گیارہ سو سال مقرر کی گئی ہے۔جب سے یہ پل تعمیر ہوئے ہیں کنکریاں مارتے وقت

کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش نہیں آیا۔

کنکریاں مارنے کے بعد ہم منیٰ میں اپنے مکتب میں واپس آ گئے۔ کنکریاں مارنے کے بعد قربانی کرنی تھی جس کا ٹوکن حکومت کے مقرر کردہ نرخوں کے مطابق چار سو ساٹھ ریال فی کس تھا۔ یہ ٹوکن ہم مکہ مکرمہ میں بن داؤد کی بلڈنگ میں واقع بینک الراجی سے حج شروع ہونے سے پہلے ہی لے چکے تھے۔ کاؤنٹر پر میں نے کیشیئر کو دو ہزار ریال دیے اس نے مجھے ایک سو ساٹھ ریال واپس کرنے تھے لیکن غلطی سے چھ سو بیس ریال واپس کر دیے یہ سمجھتے ہوئے کہ میں نے تین ٹوکن لئے ہیں۔ میں نے ریال کی گنتی کی تو مجھے اس کی غلطی کا علم ہو گیا، میں نے یہ ریال اس کو واپس کر دیے۔ جب اس کو علم ہوا تو اس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے میرا شکریہ ادا کیا۔ قربانی بذریعہ ٹوکن، یہ قربانی کا آسان طریقہ ہے اس سے حاجی ہر قسم کی تکلیف سے بچ جاتا ہے۔ پرائیویٹ ٹور آپریٹرز بھی اپنے حجاج کے لیے قربانی کا بندوبست کرتے ہیں۔ قربانی شعائر اللہ میں سے ہے اس میں لوگوں کے لیے روحانی و مادی فائدے ہیں۔ مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کر کے اپنی عاجزی و انکساری کا اظہار کرتے ہیں جس سے ان کے دلوں میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور دوسری طرف مادی زندگی میں قربانی ان کی اقتصادیات سے وابستہ ہے۔

قربانی کے بعد منیٰ میں ہی ہم نے دس ریال دے کر ٹنڈ کروالی۔ حجام سے کہا کہ وہ ایک تو ڈسپوزیبل سیفٹی ریزر استعمال کرے گا اور دوسرا احتیاط برتے گا خواہ اس کا دو حجامتوں کے برابر وقت لگے۔ ورنہ منیٰ میں بہت سے اناڑی حجام بھی پانچ ریال لے کر عام بلیڈ سے لوگوں کی حجامتیں کر رہے تھے اور ٹک لگا لگا کر حاجیوں کے سروں کو لہولہان کیا ہوا تھا۔ حالانکہ گورنمنٹ کی طرف سے سختی سے حکم تھا کہ ڈسپوزیبل سیفٹی ریزر ہی استعمال کیے جائیں۔ میں نے حلق اس لیے کروایا کہ حلق کروانے والے کے لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ جبکہ قصر، بال کتروانے والے کے لئے ایک مرتبہ بخشش کی دعا فرمائی ہے۔ اس میں عجز و انکساری زیادہ ہے۔ خواتین نے اپنے بالوں میں سے انگلی کے ایک پور کے برابر کم کر لیے اور ان کا واجب بھی ادا ہو گیا۔

طواف زیارۃ

منیٰ میں قیام کے دوران ہی ہم نے طوافِ زیارت اور صفا و مروہ کی سعی کر لی تھی۔ اس طواف کو طوافِ افاضہ بھی کہا جاتا ہے اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا۔

تکمیلِ حج

مزدلفہ سے واپسی پر منیٰ میں تین دن ٹھہرے۔ پہلے دن صرف بڑے شیطان کو کنکریاں ماریں۔ باقی دو دن ترتیب سے پہلے چھوٹے پھر درمیانے اور پھر بڑے شیطان کو سات سات کنکریاں یکے بادیگرے ماریں۔ والدہ ماجدہ اور ہمشیرہ بیمار تھیں ان کی جگہ میں نے ان کے نائب کی حیثیت سے کنکریاں ماریں۔ 12 ذوالحجہ کی رمی کے بعد منیٰ خالی ہونا شروع ہو گیا، قرآن کریم میں اس کی اجازت موجود ہے۔ لہٰذا ہم بھی منیٰ سے مکہ مکرمہ میں اپنی رہائش گاہ پہنچ گئے۔

الحمدللہ ہمارا حج مکمل ہو گیا۔

یہ قدرتی بات ہے کہ جب حاجی حج مکمل کر لیتا ہے تو وہ اتنا مسرور اور خوش ہوتا ہے کہ حج کی تکالیف اگر کوئی ہوں بھی تو ان کو یکسر بھول جاتا ہے۔ اس کو لوگوں کی دی ہوئی تکلیفیں بھی یاد نہیں رہتیں۔

تکمیل حج کے بعد مدینہ منورہ جانے میں ابھی کچھ وقت باقی تھا۔ تب تک بیت اللہ شریف میں نمازیں پڑھنے کے علاوہ مجھے کوئی اور کام نہیں تھا۔ چونکہ مجھے وادیٔ اُم القریٰ کے گلی کوچوں میں گھومنے کا بہت شوق تھا، اس لیے فرصت ملتے ہی مکہ مکرمہ کی گلیوں اور بازاروں میں گھومنے نکل جاتا۔ حرم کے قریب بائیں جانب اجیاد کا بازار ہے۔ اسی جانب شاہرہ ابراہیم خلیل ہے۔ زیادہ فندق (ہوٹل) بھی اسی شاہراہ پر ہیں۔ جنرل سٹور (بقالے) ہر گلی محلہ اور شاہراہ پر واقع ہیں جہاں بیکری، پھل، دودھ، سبزی اور روزمرہ استعمال کی چیزیں با آسانی دستیاب ہیں۔

مکہ مکرمہ کے مشہور پہاڑ

مکہ مکرمہ میں باب فتح کی جانب جبل ابوقبیس ہے۔ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بحکم

خداوندی حج کی منادی کی۔جبل رحمت میدان عرفات میں واقع ہے۔جبل عمر باب فہد اور باب عبدالعزیز کے سامنے سے شروع ہو کر محلہ مسفلہ تک چلا گیا ہے جب ہم حج پر تھے تو حرم کی توسیع کے لیے اس پہاڑ کو بھاری مشینری سے تیزی سے کاٹا جا رہا تھا۔جبل کداء پر بہت آبادی ہے زیادہ تر برما اور ہندوستان سے آئے لوگ یہاں رہائش پذیر ہیں۔مسجد حرام کے باب عبدالعزیز کے باہر کھڑے ہو کر دیکھیں تو اُنچائی میں جو مقام نظر آتا ہے کدی کے نام سے مشہور ہے۔

حج بدل میں ہماری رہائش کدی کی ایک بڑی بلڈنگ میں تھی جس میں حاجیوں کے کئی گروپ ٹھہرائے گئے تھے۔بلڈنگ کے بڑے دروازے کے باہر کچھ فاصلے پر بڑے بڑے پتھر پڑے تھے جن پر ہماری بلڈنگ کے کئی بابے بیٹھ کر سگریٹ کے لمبے لمبے کش لگاتے جس طرح پاکستان میں اپنے محلے یا گاؤں کے تھڑے پر بیٹھے ہوں۔میں نے ایک بزرگ سے پوچھا یہاں مکہ مکرمہ میں تو ہمیں سگریٹ کی کوئی دکان وغیرہ نظر نہیں آئی آپ سگریٹ کہاں سے لیتے ہیں۔کہنے لگے کوئی مشکل نہیں جب ضرورت ہوتی ہے، بنگالی خاکروب سے لے لیتے ہیں۔

غارِ حرا اور غارِ ثور

مجھے غار حرا پر چڑھنے میں پون گھنٹہ لگا پھر بھی رش کی وجہ سے غار تک نہ پہنچ سکا۔زائرین کی سہولت کیلئے غارِ حرا کے راستے میں سیڑھیاں بنادی گئی ہیں اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ستانے کی جگہ بھی بنائی گئی ہے۔تاکہ زائرین تھک جائیں تو آرام کر لیں۔غار حرا پر چڑھتے ہوئے یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایک پاکستانی گداگر جس کے نہ ہاتھ تھے نہ پاؤں علی الصبح وہاں پڑا تھا،اس کے ارد گرد زائرین نے ریالوں کی بارش کی ہوئی تھی۔

جبل نور بیت اللہ شریف سے شمال مشرق کی جانب ہے۔جہاں سے یہ پہاڑ شروع ہوتا ہے وہاں آبادی ہو چکی ہے۔آس پاس دکانیں ہیں جہاں پر کھانے پینے کی چیزیں دستیاب ہیں۔غار حرا پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے۔غار تک پہنچنے کیلئے تنگ راستے سے گزرنا پڑتا ہے۔

جبل حرا کو جبل نور بھی کہتے ہیں۔غار حرا میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ○ (العلق 1:96)

مُسندِ احمد بن حنبل میں ہے۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر وحی کا نزول شروع ہوا آپ گھر تشریف لائے تو آپ نے فرمایا زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ مجھے کمبل اڑھا دیجیے، مجھے کمبل اڑھا دیجیے۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ کو کپڑا اوڑھایا، جب آپ کی بے قراری دور ہوئی اور دل ٹھکانے ہوا تو ساری کیفیت سیّدہ خدیجہؓ سے بیان فرمائی اور فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا اللہ کی قسم! یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، آپ کو بالکل فکر نہ کرنی چاہیے، خدائے تعالیٰ آپ کو ضائع نہ کرے گا کیونکہ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، محتاجوں کی مدد کرتے ہیں، کمزوروں کا کام کرتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں اور جائز ضرورتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی آئی ہے۔ سنن کبریٰ للبیہقی کے الفاظ ہیں کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور سچ بات بیان کرتے ہیں اور ناتواؤں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں اور جن کا کوئی کمانے والا نہیں ہوتا ان کے لیے کماتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور حادثوں (اور جھگڑوں) میں حق کی مدد کرتے ہیں۔

ہم سب کے لیے اور ہمارے مذہبی لیڈروں کے لیے غور وفکر کا مقام ہے کہ کیا ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ان صفات عالیہ کے حامل ہیں؟

العربیہ نیوز کے مطابق مکہ معظّمہ کے قریب واقع جبل النور یا غارِ حرا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجرت کی وجہ سے آفاقی شہرت حاصل کرنے والی غار ثور، اسلامی تاریخ میں غیر معمولی اہمیت کے حامل مقامات ہیں۔ حج اور عمرہ کی ادائیگی کے لیے مملکت کا قصد کرنے والے فرزندان توحید ان مقامات کی زیارت کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں۔ مسجد حرام سے بلندی پر واقع ہونے کی وجہ سے ان دونوں غاروں تک پہنچنے کے لیے زائرین کو پیدل سفر طے کرنا پڑتا ہے۔ سعودی دانشور اور سعودی عرب کی اُم القریٰ یونیورسٹی میں اسلامی تاریخ اور تہذیب کے پروفیسر اور مکہ معظّمہ میں شاہ عبدالعزیز سینٹر کے ڈائریکٹر ڈاکٹر فواز الدھاس نے جبل النور اور جبل ثور تک زائرین کی رسائی

آسان بنانے کے لیے راستے میں آنے والی تمام غیر ضروری عمارتوں کو مسمار کرنے کے بعد وہاں پر کیبل کار اور برقی سیڑھیوں کی سہولت فراہم کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ دونوں غاریں اسلامی تاریخ میں غیر معمولی اہمیت رکھتی ہیں اور بیرون ملک سے آنے والے زائرین کی بڑی تعداد ان مقامات کی زیارت کرتی ہے۔ اس لیے زائرین کو غار حرا اور غار ثور تک جلد رسائی فراہم کرنے کے لیے سروسز فراہم کی جائیں۔ اس کے علاوہ ان مقامات پر زائرین کے قیام اور طعام کے لیے ہوٹل اور ریستوران بھی قائم کیے جائیں۔

غار ثور مکہ معظّمہ کے جنوب میں سطح سمندر سے 759 میٹر بلندی پر واقع ہے۔ غار ثور کے مشرق میں جبل الحل واقع ہے۔ اس کے مشرق میں وادی المفجر اور مغرب میں بطحاء قریش واقع ہے۔ یہ غار جبال مکہ کو دوسرے پہاڑوں سے الگ کرتی ہے۔

حرم میں اہل سنت کے چار مصلّے

حرم شریف میں اس وقت مقام ابراہیمؑ کے نزدیک کھڑے ہو کر ایک امام صاحب ہی نماز پڑھاتے ہیں۔ ایک وقت تھا جب حرم میں اہل سنت کے چار امام نماز پڑھاتے تھے۔ محمد ابن جبیر اندلسی (578 ہجری مقدس بمطابق 1182ء) نے اپنے سفر نامے میں لکھا ہے کہ "حرم شریف میں.... اہل سنت کے ائمہ میں سے پہلے امام شافعی کے مصلّے پر نماز ہوتی ہے۔ یہ عباسی اماموں کے پیشوا ہیں۔ ان کا مصلّی مقام ابراہیم کے عقب میں ہے۔ ان کے بعد مالکی نماز پڑھتے ہیں مگر مغرب کی نماز وقت کی تنگی کی وجہ سے سب امام ایک ساتھ ہی ادا کرتے ہیں۔ اس وقت کی نماز میں تمام مقتدی اپنے اپنے مؤذن اور اماموں کی آوازوں پر بغور متوجہ رہتے ہیں۔ اس لیے کہ چاروں طرف سے کان میں تکبیر کی آواز آتی ہے۔ اور نمازیوں کو دھوکہ ہوتا ہے۔ کبھی مالکی، شافعی، اور حنبلی مؤذن کی تکبیر پر رکوع و سجود کرتے اور کبھی اپنے امام کے خلاف دوسرے امام کے ساتھ سلام پھیر دیتے ہیں۔"

"مالکی کا مصلّی رکنِ یمانی کے مقابل ہے۔ مالکی کے بعد حنفیوں کے مصلّے پر نماز ہوتی ہے۔

یہ مصلّی میزاب کی طرف حطیم کے نیچے ہے۔اس مصلّے میں شمع وغیرہ کا سامان بکثرت ہے۔ کیونکہ عجمی حکومتیں سب اسی مذہب پر ہیں ان کی نماز سب سے آخر میں ہوتی ہے۔حنبلیوں کا مصلّی رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ہے۔ان کی نماز کا وقت مالکیوں کے وقت کیساتھ ہو جاتا ہے۔ظہر اور عصر کی نماز حنفیوں کے متصل مغربی اور شمالی دالان میں پڑھتے ہیں۔حنفی ان دونوں وقتوں کی نمازیں مغربی اور جنوبی دالان میں حنبلیوں کی محراب کے سامنے پڑھتے ہیں۔اماموں کے سامنے شمعیں روشن ہوتی ہیں۔مالکیوں کے مصلّے میں آرائش اس وجہ سے کم ہے کہ اس مذہب کے لوگ ان ممالک میں بہت تھوڑے ہیں۔تمام مخلوق شافعی مذہب کی مقلّد ہے۔یہاں کے بڑے بڑے علماء اور فقیہ بھی اسی مذہب کے پیرو ہیں۔البتہ اسکندریہ کے باشندے اکثر امام مالک کے مقلّد ہیں۔ مالکی مذہب کے علماء میں ابن عوف بہت بڑے فقیہ ہیں۔(صفحہ 73) حرم کعبہ میں حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی مسالک کے الگ الگ مصلوں کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی اپنے سفرنامے میں کیا ہے۔'' (صفحہ 177)

کہا جاتا ہے کہ ''برقوق چرکسی نے حرم بیت اللہ میں ائمہ اربعہ کے نام سے چار مصلّے قائم کیے تھے۔ غالباً یہ عمل 708ھ کے پس وپیش ہوا۔اس وقت بھی علمائے حق نے اس تفریق کی مخالفت کی لیکن حکومت اس تفریق کے احترام پر مصر رہی۔ یہ تفریق یہاں تک بڑھی کہ علی العموم ایک دوسرے کی اقتداء متروک ہوگئی''۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (البقرہ 2:125)

اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔

چنانچہ سلطان سعود بن عبدالعزیز نے قرآن کریم کے اس حکم کے مطابق اہل سنت کے ان چار مصلّوں کا خاتمہ کر دیا، اُمت مسلمہ کی وحدت کے حوالے سے یہ ایک مستحسن کام تھا۔ بقول علامہ ڈاکٹر محمد اقبال:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لیکر تابخاکِ کاشغر

ایک دن میرا ارادہ ہوا کہ امام کعبہ کے پیچھے پہلی صف میں نماز ادا کروں۔ چنانچہ طواف کرتے ہوئے عصر کی اذان ہوتے ہی کوشش کر کے پہلی صف میں بیٹھ گیا۔ میرے ساتھ کچھ لوگ اور بھی تھے۔لیکن جونہی نماز کا وقت قریب آیا ہمیں دوسری صف میں جانے کو کہا گیا پہلی صف لال رومال والوں سے پر ہوگئی۔ پھر دوسری صف میں بھی حرم کے دیگر منتظمین آ گئے تو ہمیں تیسری صف میں جگہ ملی۔

کبوتروں کا طواف

بیت اللہ شریف میں کسی انسان کے لیے کوئی امتیاز نہیں ہونا چاہیئے۔ اس گھر کے خالق و مالک کے نزدیک عزت والا وہی ہے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔

یہاں امیر وغریب، شاہ وگدا سب برابر ہیں۔ اسی لیے سب کو حکم ہے کہ میرے گھر میں اپنی اپنی شناخت اور لباس کی پہچان ختم کر کے ایک ہی لباس میں حاضر ہوں۔

شورش کاشمیری ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ الجزائر کے (پہلے صدر احمد) بن بیلا کی آمد پر اس خیال سے کہ بعض خفیہ رپورٹیں نازک تھیں سعودی حکومت نے کعبۃ اللہ کے دائرے سے زائرین کو چند منٹ کیلئے پیچھے ہٹا دیا جونہی طواف رکا اور مطاف خالی ہوا ایک کبوتروں کی ٹکڑیاں اِدھر اُدھر سے نکل آئیں اور بھرپور طواف شروع کر دیا۔ یہ نظارہ الٰہی دیکھ کر اعضاء حکومت سراسیمہ ہوگئے فوراً اپنی روک ہٹالی اور طواف دوبارہ شروع ہوگیا۔ کبوتر جس طرح آئے تھے اسی طرح لوٹ گئے، بن بیلا آئے اور عام لوگوں کے ساتھ طواف کر کے چلے گئے۔

شورش کاشمیری مزید لکھتے ہیں: ہم اسلاف کے افکار واعمال کی ناقص تصویریں ہیں وہ اوامر کے آب وگل سے تیار ہوئے تھے ہم نواہی کے سانچوں میں ڈھلنے لگے ہیں۔ یہی وہ گھر ہے ہم جس کے پاسباں تھے اور جو ہمارا پاسباں تھا لیکن وہ تو اب بھی ہمارا پاسبان ہے ہم اس کے پاسبان نہیں رہے

ہم اس کے پاسباں ہوتے تو اس طرح ذلیل وخوار نہ ہوتے کہ جس قوم پر اللہ نے اپنا غضب نازل کیا تھا وہ قبلۂ اوّل لے اُڑی ہے اور جس قوم نے گمراہ ہونا قبول کیا وہ ہمارا لہو نچوڑ رہی ہے۔"

تمام مسلمان ممالک بشمول اہل عرب یورپی اقوام سے بہت متاثر ومرعوب ہیں۔ اس وقت دنیا کی امامت مغرب کے پاس ہے، دستور بھی ان کا ہے حکم بھی انہی کا ہے کیونکہ ان کے پاس طاقت ہے۔ فرقہ پرستی کے علاوہ عرب نیشنل ازم کے نظریے نے عرب وعجم کے درمیان فاصلے اور بھی بڑھا دیئے ہیں۔

نظافہ

حرم کو صاف ستھرا رکھنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سنت ہے۔ قرآن کریم کے مطابق ان کو یہی حکم دیا گیا تھا۔ حرم کی صفائی کا کام پہلے پاکستانی کیا کرتے تھے اب بنگلہ دیشی یا ہندوستانی کرتے ہیں۔ حرم میں صفائی کا نظام بڑا قابل تعریف ہے۔ پورے مطاف کی صفائی بہت تیزی سے عمل میں آتی ہے۔ نیلی اور زرد رنگ کی وردیوں میں ملبوس یہ لوگ منٹوں میں اتنا بڑا صحن صاف وشفاف کر دیتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

العربیہ کی رپورٹ کے مطابق مسجد حرام میں صفائی پر مامور خدام حضرات دن میں چار بار فرش کو پانی سے دھوتے ہیں۔ مسجد حرام میں خادمین کی تعداد 3500 سے زیادہ ہے۔ مسجد نبوی کے خادمین ان کے علاوہ ہیں۔ مساجد کی صفائی اور دُھلائی کا کام اس منظم انداز میں جاری رہتا ہے کہ حجاج ومعتمرین اور زائرین کے ہجوم ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتے۔ خادمینِ مساجد بغیر کسی تھکاوٹ اور پریشانی کے اپنا کام جاری رکھتے ہیں۔

مسجد نبوی اور مسجد حرام کی صفائی کے ساتھ اس کی فضاء کو معطر بنانے کے لیے ماہِ صیام میں چار ہزار کلوگرام اعلیٰ قسم کے عطر کا چھڑکاؤ کیا جاتا ہے۔

نظافہ کو آپ مساکین حرم سمجھ کر فدیہ بھی دے سکتے ہیں کیونکہ یہ غریب الوطن لوگ ہوتے ہیں۔ فدیہ کے بارے میں حکم ہے کہ مساکین حرم میں تقسیم کرے اور اس میں سے خود نہ کھائے۔

عمرہ ادا کرتے ہوئے میری اہلیہ نے بھول کر ایک واجب یعنی بال کاٹنا چھوڑ دیا، اس پر ایک دن گزر گیا۔ میرے کم علم کے مطابق اس صورت میں دم لازمی تھا۔ دم ایک قسم کا فدیہ ہے جو واجب کے ترک کرنے پر لازم آتا ہے، اس سے اس نقص کی تلافی ہو جاتی ہے جو عمرہ یا حج میں واقع ہوا ہو۔ تاہم میں نے مزید تسلی کے لیے حرم میں تعینات مفتی صاحب سے یہ مسئلہ دریافت کیا، تو انہوں نے کہا، اگر اگلا دن شروع نہ ہو گیا ہوتا تو آپ بال کاٹ سکتے تھے آپ پر کوئی فدیہ نہیں تھا، لیکن اب فدیہ لازم ہے۔ انہوں نے دم کی یہ رقم جو اس وقت ایک قربانی کے برابر تھی، ایک نظافہ کو دلائی اور اس کو سمجھا دیا کہ اس رقم کی ایک بکری خریدیں اس کو ذبح کریں اور بچوں کو کھلائیں۔ مجھے کہا کہ آپ مطمئن ہو کر جائیں۔ آپ کی طرف سے دم (خون بہا) کی رقم ادا ہو گئی۔

زبانِ یارِ من تُرکی

ضرورت کے وقت دوسری اقوام کی زبان نہ صرف سیکھنی چاہیے بلکہ اس میں مہارت حاصل کرنی چاہیے، تاکہ ہم انکے علم وحکمت اور دنیاوی تحقیق سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ مزید برآں مستشرقین نے دینِ اسلام اور آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے بارے میں جو ناانصافیاں کی ہیں ہم ان کا جواب تبھی دے سکتے ہیں جب ان کی زبان سے آشنا ہونگے۔ سیرت طیبہ سے ہمیں اس کی واضح دلیل ملتی ہے کہ ضرورت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہود کی زبان سیکھنے کا حکم دیا تھا۔ پاکستان میں ہم انگریزی زبان کے بڑے حریص ہیں۔ عربوں میں بھی اب انگریزی زبان پر بہت توجہ دی جا رہی ہے۔ لیکن مجھے تجربہ ہوا کہ حرم میں یہ زبان فیل ہو گئی۔ جیسا کہ بہت سے قارئین کرام جانتے ہیں کہ حرم میں پولیس کے ساتھ ساتھ مذہبی ونگ کے لوگ بھی منتظمین میں شامل ہوتے ہیں۔ ہوا یوں کہ باب عبدالعزیز سے حرم میں داخل ہوتے وقت ایک ستون کو کچھ لوگ عقیدت کے ساتھ چومتے پھر آگے بڑھتے۔ میں وہاں کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ چنانچہ میں نے اس ستون کے متعلق پوچھنے کے لیے ڈیوٹی پر موجود ایک (سپاہی) شرطے سے عربی میں پوچھا، کیا آپ انگریزی زبان جانتے ہیں۔ کیونکہ میں اس ستون کے بارے میں تفصیل سے بات کرنا چاہتا

تھا۔ وہ کہنے لگے "لا، فقط لغت القرآن"۔ نہیں، مجھے صرف قرآن کی زبان آتی ہے۔ ہم عربی زبان نہ جاننے کی وجہ سے حرمین شریفین گونگوں کی طرح جاتے ہیں اور گونگوں کی طرح وہاں وقت گزار کر واپس آجاتے ہیں۔ عربی زبان سے عدم واقفیت ہی حرمین میں زیادہ تر حجاج کی پریشانیوں اور تکالیف کا باعث ہوتی ہے۔ عربی زبان، جو اللہ کریم، اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قرآن اور جنتیوں کی زبان ہے، جس کے ساتھ ہمارا اتنا دینی اور روحانی رشتہ ہے، اس سے ہم بالکل ناآشنا ہیں۔

حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے:

زبانِ یارمن تُرکی ومن ترکی نمی دانم
چہ خوش بودے اگر بودے زبانش در دہانِ من

ترجمہ: کہ میرے محبوب کی زبان ترکی ہے اور میں ترکی نہیں جانتا۔ کیا ہی اچھا ہوا گر اسکی زبان میرے منہ میں ہو۔

جبکہ دوسری طرف ہم نے دنیا جہاں کے مشکل سے مشکل علوم سیکھ رکھے ہیں۔ ہم اللہ کے ہاں کوئی عذر پیش نہیں کر سکیں گے کہ ہم نے اس کی اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان کو کوئی اہمیت نہیں دی عربی زبان سیکھنے کے لئے نہ ہم نے گھروں میں ماحول پیدا کیا نہ تعلیمی اداروں میں۔ اگر ہم عربی زبان سے رشتہ قائم کر لیتے تو قرآن فہمی بھی ہمارے لیے آسان ہو جاتی۔ ہر قوم کے لیے اپنی اپنی زبان کی بہت اہمیت ہے لیکن قرآن کریم کی زبان ہونے کے ناطے تاریخ عالم میں عربی سے برتر کوئی زبان نہیں ہو سکتی: بقول شاعر

عربی زُباں ہے علمی ذخائر سے مالا مال
اَلفاظ اِس کے گلشنِ تفہیم کی مِثال
اِس کی فصاحتوں کے سمندر ہیں بیکراں
اِس کی بلاغتوں کے سفینے ہیں پُر جمال

حرم کے مشہور دروازے

حرم کے اہم اور مشہور دروازوں کے نام یہ ہیں۔

باب الملک عبدالعزیز، باب اجیاد، باب بلال ؓ، بن حنین، باب الصفا، باب بنی ہاشم، باب علی ؓ، باب العباس ؓ باب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب السلام، باب بنی شیبہ، باب الحجون، باب المعلاۃ، باب المروہ، باب عرفۃ، باب منی، باب القرارۃ، باب الفتح، باب عمر الفاروق ؓ، باب الشامیۃ، باب المدینہ المنورہ، باب الحدیبیہ، باب العمرۃ اور باب الملک فھد وغیرہ۔

زائرین کی رہائش جس علاقہ میں ہو وہ اسی طرف واقع دروازے سے حرم میں داخل ہوں تو آسانی میں رہیں گے۔ہم باب اجیاد کی طرف سے آ کر باب عبدالعزیز سے حرم پاک میں داخل ہوتے تھے۔باب عبدالعزیز کے باہر ایک مقام پر گھڑی لگائی گئی ہے ہم حرم میں اگر ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے تو رہائش گاہ جانے کے لیے اس گھڑی کے پاس اکٹھے ہوتے۔حرم میں اپنے ساتھی کو ڈھونڈ نا مشکل ہوتا ہے۔اس صورت میں موبائل فون کے ذریعے رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

حرم کے نزدیک رہائشی علاقے

العزیزیہ جس کو نیا مکہ بھی کہتے ہیں حرم سے دور اور وادیٔ منیٰ کے قریب ہے، وہاں سے آپ پیدل حرم نہیں آ سکتے۔ گورنمنٹ سکیم حتیٰ کہ زیادہ تر پرائیویٹ ٹور آپریٹر بھی زیادہ تر حجاج کو عزیزیہ میں ہی ٹھہراتے ہیں۔حرم کے نزدیک ترین مکہ کلاک ٹاور ہے جس کا خرچ عام بندہ برداشت نہیں کر سکتا۔کلاک ٹاور کے عقب میں مشہور کبوتر چوک ہے جو حرم سے تقریباً دو سو میٹر کے فاصلے پر ہے۔

تین جگہیں رہائش کے حوالے سے مشہور ہیں۔

اولاً: شاہرہ ابراہیم خلیل: حرم سے تقریباً ایک ہزار میٹر کے فاصلے پر کبُری (اوور ہیڈ پُل) تک۔کبری کے پاس مستشفیٰ ڈسپنسری بھی ہے جہاں سے حجاج و معتمرین کو مفت دوا ملتی ہے۔کسی ٹریول ایجنٹ سے حج یا عمرہ پیکج طے کرتے وقت عمر رسیدہ لوگوں اور خواتین کو رہائش کا انتخاب

کرتے وقت یہ دیکھنا چاہیے کہ حرم کی مسافت کتنی ہے اور چڑھائی کے بارے میں بھی خاص طور پر پوچھنا چاہیے۔ کیونکہ مکہ مکرمہ کے راستے بالکل ہموار نہیں ہیں۔ بعض ٹریول ایجنٹ غلط بیانی کر کے حج یا عمرہ کرنے والوں کو پریشانی میں ڈال دیتے ہیں۔ اس لیے لوگوں کی رہنمائی کے لئے یہاں مشہور ہوٹلز کے نام لکھ دیتا ہوں تا کہ زائرین کو ایک آئیڈیا ہو جائے۔ مذکورہ کبری (پُل) سے لے کر حرم محترم تک مین روڈ پر بے شمار ہوٹلز ہیں ان کے ساتھ ملحق گلیوں میں بھی ہیں جو مین روڈ کی نسبت سستے ہیں۔ شاہرہ ابراہیم خلیل کے چند معروف ہوٹل یہ ہیں۔ فندق جوھرہ، ندا الجوھرہ ہوٹل، فندق فلسطین، فندق جوھرہ الفضیلہ، جود التاج ہوٹل،، فندق الماسہ، فندق مبارک الضیافہ، فردوس عمرہ ہوٹل، فندق روضہ الخلیل، فندق یاجد (عمرہ میں ہماری رہائش اسی ہوٹل میں تھی)، فندق بسمہ عزام، دار الایمان خلیل، فندق عامر سعید الشھوانی، فندق وردہ الزھور، فندق جوھرۃ المسفلۃ، فندق ثروان الاندلسیہ، لؤلؤ خلیل ہوٹل، ضیافت الرحمن ہوٹل، نجوم مسفلہ اور فندق الفجر وغیرہ۔

ثانیًا: شاھراہ الجوھرہ: جو کبوتر چوک سے شاھراہ ابراہیم خلیل کے ساتھ ساتھ عقب میں چلتی ہے۔ وہاں رہائش سستی ہے۔

ثالثًا: حجون : کا علاقہ ہے جس طرف مسجد جن ہے۔ یہ بھی حرم سے تقریبًا ایک کلومیٹر پر ہے اُسی طرف مکہ کا تاریخی قبرستان جنت المعلیٰ بھی ہے۔

رابعًا: اجیاد اور اجیاد کے گردو پیش: جو حرم کے قریب ترین ہے۔ ایلاف اجیاد ہوٹل، فندق دار الایمان، فندق مکارم اجیاد مکہ، مرکز المقام السکنی، الصفواء ہوٹل، فندق ابراج، رشیدہ ہوٹل بئر بلیلہ، فندق جوھرۃ، رمادہ ہوٹل، التقوی ہوٹل، فندق الممیز، فندق ضیافات الخیر، فندق اشراق اجیاد فندق نوازی اجیاد، ہوٹل زمزم، فندق جوھرۃ المسفلہ، فندق ثروات ضیافۃ، الرحمٰن ہوٹل، پاکستانی ہوٹل، فندق لؤ لؤ الخلیل، دار الذھب الاندلس، مکہ ہلٹن ہوٹل، فندق ملتزم، فندق ریتاج الصفوۃ، فندق السرایا، دار اجیاد ہوٹل، فندق طلع البدر، اجیاد کروم ہوٹل، مکہ مریدیان ہوٹل، فندق میرہ اجیاد، البرکۃ موّدہ ہوٹل، فندق انوار الضیافۃ، اور السرایا ایمان ہوٹل، اجیاد روڈ

پر واقع ہیں۔ اجیاد پانچ سے سات منٹ کی پیدل مسافت ہے، لیکن یہ سب مہنگے ہوٹلز ہیں۔ تاہم ان کے ساتھ ملحق گلیوں میں چھوٹی عمارتیں بھی ہیں جو سستی ہیں۔ محلہ اجیاد آگے سے بند ہے۔ حج میں ہماری رہائش اجیاد میں تھی۔

مکہ مکرمہ کی مشہور مساجد

مکہ مکرمہ میں مسجد حرام کے علاوہ مشہور مساجد میں مسجد ذی طویٰ، مسجد جن، مکہ کے بالائی علاقہ میں حجون کے کنارے، جبل ابی قبیس پر مسجد ابراہیم (جس کو مسجد بلال بھی کہا جاتا ہے)، مسجد صولتیہ، مسجد جعرانہ، تنعیم میں مسجد عائشہؓ، عرفات میں مسجد نمرہ، مزدلفہ میں مسجد مشعر الحرام اور منٰی میں مسجد خیف شامل ہیں۔ علاوہ ازیں مکہ مکرمہ چونکہ بہت وسیع ہو چکا ہے اس لیے ہر محلے میں ایک خوبصورت مسجد موجود ہے مکہ مکرمہ کے سارے نمازیوں کے لیے تو حرم میں پہنچنا مشکل ہوتا ہے اس لیے حرم کے علاوہ محلوں اور گلیوں کی یہ مساجد بھی نمازیوں سے بھری ہوتی ہیں۔ ہم نے کدی اور مسفلہ میں واقع مساجد میں بھی نمازیں پڑھیں۔

مکہ مکرمہ کے اہم محلے

موجودہ دور میں مکہ مکرمہ کے اہم محلوں میں جرول، مسفلہ، اجیاد (پرانا نام قریش)، الشامیہ، القرارہ، سوق اللیل، شعب عامر، الحجون، العزیزیہ، السلامہ اور التنعیم وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

اہل مکہ مکرمہ

کہا جاتا ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کے دورِ مبارک کے قدیم قبائل کی اولاد میں سے کوئی نہیں رہا۔ صرف کعبہ کے کلید بردار خاندان کے افراد میں سے کوئی نہ کوئی یہاں قیام پذیر رہا ہے۔ مقامی لوگوں کے علاوہ یہاں پاکستان، بنگلہ دیش، بھارت اور برما سے تعلق رکھنے والے مسلمان بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں جو مختلف محکموں میں خدمات انجام دے رہے

ہیں۔2015ء کے اعداد و شمار کے مطابق مکہ مکرمہ کی کل آبادی 15,78,000 تھی۔

اہل مکہ نہایت خوش لباس ہیں۔ مرد زیادہ تر سفید یا آف وائٹ لباس زیب تن کرتے ہیں۔خوشبو اور مسواک کا استعمال بہت ہے۔ ہر شخص اپنی جیب میں مسواک رکھتا ہے۔ٹخنوں تک لمبا کرتہ توپ کی صورت میں پہنتے ہیں۔اس کے نیچے پائجامہ پہنتے ہیں۔توپ عام طور پر اعلیٰ کپڑے کی ہوتی ہے۔سر پر لال رنگ کا یا سفید رومال اور ساتھ کالے دھاگے کا گول عقال ہوتا ہے۔امراء چغہ بھی پہنتے ہیں۔

حرمین شریفین میں کوئی عورت برقعہ کے بغیر نہیں دیکھی۔عرب خواتین کا برقعہ عام طور پر سیاہ رنگ کا ہوتا ہے۔وہ اپنے بچوں کے ہمراہ عبادت کے لیے حرم میں آتی ہیں۔میری اہلیہ نے مجھے بتایا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی عورتیں نہایت با اخلاق اور حسین و جمیل ہیں۔

مشہور زمانہ سیاح، ابن بطوطہ ہم عصر اہل مکہ کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اہل مکہ، افعال جمیلہ، مکارم تامہ اور اخلاق حسنہ کے مالک ہیں۔ضعفاء اور دنیا سے منقطع لوگوں، ہمسائیوں اور غربا کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کرتے ہیں۔ان کے مکارم میں یہ بات بھی ہے کہ جب کوئی ولیمہ کرتا ہے تو پہلے مساکین وغیرہ کو نہایت مہربانی، رفق اور حسن خلق سے دعوت دیتا ہے، پھر بڑی خاطر تواضع سے انہیں کھانا کھلاتا ہے۔''

''ان کے افعال حسنہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ چھوٹے یتیم بچے بازاروں میں آ بیٹھتے ہیں ہر ایک کے پاس بڑی اور چھوٹی ٹوکریاں ہوتی ہیں۔لوگ بازار میں سودا لینے آتے ہیں۔غلہ، اور گوشت خریدتے ہیں اور اس لڑکے کو دے دیتے ہیں، وہ ایک ٹوکری میں غلہ بھر لیتا ہے اور گوشت سبزی دوسری میں رکھ لیتا ہے، اور خریدار کے گھر پہنچا دیتا ہے۔خریدار طواف کرنے یا کسی دوسرے کام سے چلا جاتا ہے۔آج تک ان لڑکوں کی خیانت کا کوئی واقعہ نہیں سنا گیا۔بلکہ جو جنس جس طریقہ پر دی جاتی ہے، پوری کی پوری پہنچا دیتا ہے۔اس کے لیے ایک معین اُجرت مقرر ہے۔'' (صفحہ 168)

اہل مکہ بے حد فیاض اور مہمان نواز ہیں حاجیوں پر حج کے دنوں میں مکہ میں اور عرفات و

مزدلفہ میں کھانے پینے کی اشیاء کے انبار لگا دیتے ہیں۔ ہم فجر کی نماز پڑھ کر حرم شریف سے نکلتے تو راستے میں چھوٹی چھوٹی بچیاں اپنے گھروں کے سامنے خبز (برگر کی طرح لمبی روٹی) یا کوئی پھل وغیرہ تھیلے میں ڈال کر کھڑی ہوتیں اور حاجیوں کو بڑی محبت سے پیش کرتیں۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں لوگ ایک کپ گرم پانی میں تازہ پودینہ کی ٹہنی ڈال کر پیتے ہیں۔ پاکستان میں ہم دودھ پتی پینے کے عادی ہیں، اس لیے وہاں بھی چائے دودھ والی ہی طلب کرتے ہیں جبکہ عربوں میں صرف قہوہ پسند کیا جاتا ہے۔

عرب اپنے اہل وعیال کے ساتھ حرم میں حاضر ہوتے ہیں، بعض اوقات صرف عرب خواتین بچوں کے ساتھ حرم میں یا حرم کے باہر ڈیرہ جمائے قرآن کریم کی تلاوت کر رہی ہوتی ہیں۔ ماؤں نے بچوں کی ایسی تربیت کی ہوتی ہے کہ وہ چپکے سے اپنی ماں کے اردگرد بیٹھ کر کھانے پینے کی چیزوں میں مشغول ہوتے ہیں اور مجال ہے کوئی بچہ شور کرے یا بھاگ کر ادھر ادھر جائے کہ ماں کو اس کے پیچھے دوڑ لگانی پڑے۔

ہم نے دونوں مقدس شہروں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں کسی عربی عورت کا چہرہ کھلا ہوا نہیں دیکھا۔ مکہ مکرمہ میں طویل عرصہ سے مقیم ایک پاکستانی بھائی نے مجھے بتایا کہ یہاں سعودی عرب میں خواتین کو بہت حقوق حاصل ہیں، زیورات سے لدی ہوئی ہوتی ہیں۔ مغربی دُنیا جوان کو حقوق دلانے کا واویلا کرتی ہے وہ دراصل انسانی بنیادی حقوق نہیں بلکہ مسلمان عورتوں کو بلا وجہ گھروں سے باہر نکالنے کی ایک سازش ہے۔

حج اور عمرہ میں خاص طور پر عورتوں کے لئے عبایا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ عموماً سارے ممالک کی خواتین اس پر عمل کرتی ہیں لیکن پاکستانی خواتین کی ایک تعداد اس کا قطعاً خیال نہیں رکھتی اور تنقید کا نشانہ بنتی ہیں۔

ہم اہل پاکستان اپنے اخلاق کی طرف توجہ نہیں دیتے، لیکن جب مکہ مکرمہ سے واپس آتے ہیں تو اہل مکہ کی خامیاں گنواتے ہوئے نہیں تھکتے۔

حرمین شریفین کی بلند و بالا عمارتیں

مکہ مکرمہ ساری دنیا کا سب سے مشہور اور متبرک شہر ہے۔ پراپرٹی کے لحاظ سے بھی دنیا کا سب سے مہنگا شہر ہے یہاں پراپرٹی ہمارے ملک کی طرح مرلوں میں نہیں بلکہ سکیئر فٹ کے حساب سے بیچی اور خریدی جاتی ہے۔ حرمین شریفین میں اونچی اونچی اور عجیب وغریب عمارتیں قیامت کی علامات کا پتا دیتی ہیں، جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کی علامات میں سے یہ بات ہے کہ لونڈی اپنی مالکن کو جنے گی اور تو دیکھے گا کہ ننگے پاؤں ننگے جسم تنگ دست چرواہے بڑی بڑی عمارتوں پر اترائیں گے۔

قیامت کی اور بھی بہت ساری نشانیاں احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔ ہم مشاہدہ کر رہے ہیں کہ یہ دو نشانیاں تو ہمارے زمانے میں ہی ظاہر ہو چکی ہیں 'لونڈی اپنی مالکن کو جنے گی۔ یہ ارشاد پاک بہت جامع ہے، اس کی صرف یہ شرح کرنا کہ لونڈی اپنے آقا کی اولاد کو جنے گی ایک پہلو ہے۔ اس میں یہ بھی شامل ہے کہ اولاد نافرمان پیدا ہونے لگے گی یعنی لڑکے اور لڑکیاں اپنے ماں باپ کے ساتھ اور غلام اپنے آقا کے ساتھ ایسا سلوک کریں گے جو نوکرانیاں اپنی مالکن کیساتھ سلوک کرتی ہیں یعنی نافرمان ہوں گی، اپنی مرضی سے کام کریں گی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی بلند و بالا عمارتیں اپنی نظیر آپ ہیں۔ اگر بندہ ایک سے زیادہ مرتبہ حجاز مقدس جائے تو اسے ہر مرتبہ نئی نئی عمارات اور نئی نئی سڑکیں ملیں گی۔ جہاں پہلے پہاڑ تھا وہاں ایک خوبصورت دیدہ زیب عمارت کھڑی ہوگی۔ جب میں پہلی مرتبہ حجاز مقدس گیا تو حرم کے سامنے جبل عمر اپنی پوری شان و شوکت سے موجود تھا۔ اگلی مرتبہ گیا تو بہت بھاری مشینری کے ذریعہ اس کو کاٹا جا رہا تھا۔ حجاز مقدس میں سڑکوں کا ایک جال بچھایا گیا ہے۔

مکہ کا کلاک ٹاور (ابراج البیت) حرم سے ملحق ایک عظیم الشان عمارت ہے جو 120 منازل پر مشتمل ہے۔ یہ دنیا کی بلند ترین عمارتوں میں سے ہے۔ سعودی عرب میں ابھی تک اس سے بلند ترین عمارت کوئی اور نہیں بنی اور شائد بن بھی نہ سکے کیونکہ یہ سرکاری سرپرستی میں بنائی گئی ہے۔

اس کی تمام آمدنی حرم شریف کے لیے وقف ہے۔اس کی چوٹی پر نصب گھڑی دنیا کی منفرداور سب سے بڑی گھڑی ہے۔اس جگہ پہلے سلطنت عثمانیہ کے دور میں بنایا گیا "قلعہ اجیاد" تھا۔اس قلعے کے آثار 2007ء میں، میں نے خود دیکھے ہیں اور لوگوں سے بھی سنا تھا۔العربیہ ڈاٹ نیٹ کے مطابق ایک سعودی فوٹوگرافر محمد البستانی نے اپنے پیشہ ور کیمرہ کے ذریعے مکہ مکرمہ میں کلاک ٹاور کی تصویر کھینچی ہے جس میں بادل کلاک ٹاور کی چوٹی سے ٹکراتے گذر رہے ہیں۔حرم کے ساتھ ہی اونچے اونچے سرکاری محلات ہیں۔مسجد بلال اب انہی محلات میں واقع ہے۔یہ شاہی محلات ہیں جہاں شاہی خاندان کے لوگ حرم شریف کی آسانی سے زیارت بھی کر سکتے ہیں۔

مکہ مکرمہ کے بازار

دیکھنے کو تو مکہ مکرمہ کے اطراف کی زمین پتھریلی اور چٹیل میدانوں پر مشتمل ہے۔جہاں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی لیکن یہاں دُنیا جہان کے تقریباً سبھی پھل اور دیگر جدید اشیاء ضرورت وافر مقدار میں دستیاب ہیں۔مکہ کے بازار خوبصورت اور بارونق ہیں۔دکانیں، یورپ، کوریا، انڈونیشا اور چین کے مال سے بھری پڑی ہیں۔دکانوں پر کپڑے اور برقی آلات کی بھی بہتات ہے۔جس طرح پوری دُنیا سے حجاج کرام حرم کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔اسی طرح ملک ملک سے درآمد کیے گئے طرح طرح کے پھل اور میوے یہاں میسر ہیں۔کسی ملک کی ایسی کوئی چیز نہیں جو یہاں دستیاب نہیں۔ہم نے دسمبر کے مہینے میں آم اور سٹرابری جیسے بے موسم پھل کھائے۔آلو بخارا کا سائز ہمارے ہاں کے سیب کے برابر ہے۔سارے پھل تول کر حتیٰ کہ کیلا بھی تول کر بیچنے کا رواج ہے۔ہمارے یہاں اب کنو اور مالٹا وغیرہ تول کر بیچنے کا رواج ہوا ہے لیکن کیلا ابھی بھی درجن کے حساب سے ہی بکتا ہے۔کیلا سائز میں ہمارے ہاں پائے جانے والے کیلے سے تقریباً دوگنا ہوتا ہے۔امرود مصر سے آم کینیا سے آتا ہے۔سبز رنگ کے سیب امریکہ سے کیلا فلپائن سے درآمد کیا جاتا ہے۔ہمارے میزبان نے ہمیں بتایا کہ مدینہ منورہ میں موٹے انگوروں کا تجربہ کامیاب ہو چکا ہے۔انہوں نے بڑی مہربانی فرمائی اور مارکیٹ سے ڈھونڈ کر مدینہ منورہ کے انگور

ہمیں پیش کیئے جو ہم نے نہائت محبت وعقیدت سے کھائے اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں فندق (ہوٹل) اور بقالے کثیر تعداد میں ہیں۔ تمام پھل ان بقالوں سے یا بڑے سٹورز پر دستیاب ہیں۔ حرم کے باہر قریب ترین ''بن داؤد'' کے نام سے بہت بڑا ڈپارٹمنٹل سٹور ہے جہاں سے اکثر ہم خریداری کرتے تھے۔

میں نے ایک دکاندار جس کا تعلق فیصل آباد سے تھا اور اس کی حرم کے نزدیک ہی کپڑے کی دکان تھی سے پوچھا کہ یہاں ٹیکس وغیرہ کا کیا نظام ہے؟ اس نے بتایا کہ یہاں فرض زکوٰۃ کے علاوہ حکومت کی طرف سے کوئی ٹیکس عائد نہیں کیا گیا۔ لہذٰا لوگ خوش دلی سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ حج کے ایام میں حجاج کو اشیائے ضرورت کی خریداری پر گورنمنٹ کی طرف سے پانچ فیصد رعایت دی جاتی ہے۔ میں نے ایک دکان سے گھریلو استعمال کے لیے بجلی کی ایک استری خریدی جس کی قیمت ایک سو ریال تھی، جو دکاندار نے مجھے پچانوے ریال میں دی۔ اس نے کہا میں ایام حج کے بعد پانچ ریال گورنمنٹ سے کلیم کروں گا۔ رسید بھی یہی ظاہر کر رہی تھی۔

حرم مکی اور حرم مدنی کے قرب وجوار میں سڑکوں کے کنارے رکھ کر اشیاء بیچنے کا بھی رواج ہے۔ حکومت نے بعض متعین اوقات میں اس کی اجازت دے رکھی ہے لیکن مقررہ اوقات کے علاوہ لوگ چوری چھپے بھی یہ کام کرتے ہیں۔ ہم فجر کی نماز پڑھ کر واپس آتے تو حرم مکہ کے باہر سڑک پر روزانہ نوجوان کالی عورتیں رومال، سکارف اور ملبوسات وغیرہ زمین پر کپڑا بچھا کر بیچتیں۔ وہ خریداروں کے ساتھ ساتھ پولیس پر بھی عقابی نگاہ رکھتیں۔ پولیس آتی تو اپنا سامان لے کر بھاگ جاتیں۔

ضیوف الرحمٰن کے لیے قریبی شاپنگ سنٹر اور مارکیٹس شاہراہ ابراہیم خلیل، اجیاد، شاہراۃ الھجرۃ، اور حجون میں ہیں۔ یہاں ہوٹلز کے نیچے شاپنگ کے لیے دکانیں بھی ہیں۔ بن داؤد کا ڈپارٹمنٹل سٹور حرم کے نزدیک ترین باب عبدالعزیز کے سامنے ہے جہاں ملبوسات، گھڑیاں، فاسٹ فوڈ، کرنسی ایکسچینج، پرفیوم، مشروبات، کچن غرضیکہ ضرورت کی تمام چیزیں دستیاب ہیں۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ملبوسات، عطر کی دکانیں، لانڈری اور بقالہ جات عام ہیں۔ میڈکل سٹور، بال کٹوانے کے لیے (صلون حلاقۃ) اور کھانا کھانے کے لیے مطعم طیبات کے نام سے ہوٹلز بھی کثیر تعداد میں ہیں۔

مکہ مکرمہ میں دکانوں اور بقالہ جات پر کام کرنے والے زیادہ تر بنگالی اور ہندوستانی لڑکے ہیں۔ پاکستانیوں کے ساتھ ان کے عدم تعاون کا یہ حال ہے کہ ان کی دکان سے فون کارڈ لیں اور ان سے درخواست کریں کہ یہ سیل فون میں لوڈ کر دیں تو ایک ریال اُجرت مانگتے ہیں۔

ہم نے حج سے پہلے بالکل کوئی خریداری نہیں کی تھی، صرف وہ خریداری کی جو ناگزیر تھی۔ ضروری خریداری اپنے وطن آنے کے آخری دنوں میں کرنی چاہیے تاکہ حج کے دنوں میں کوئی مالی پریشانی پیش نہ آئے۔ حج کے پانچ دن سفر میں گزرتے ہیں اس وقت روپے پیسے کی بہت ضرورت ہوتی ہے، اور نہیں تو کرایہ ہی ایک اہم عنصر ہے۔ ٹیکسی والے دوگنا چوگنا کرایہ مانگتے ہیں۔ چنانچہ جو حجاج حرمین شریفین پہنچتے ہی تحائف کی خریداری وغیرہ شروع کر دیتے ہیں، ایسے لوگ حج کے بعد مالی مشکلات کا شکار ہو سکتے ہیں۔

مطعم طیبات

فندق ایسے ہوٹلز ہیں جہاں قیام کیا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض اپنے زائرین کے لیے کھانے وغیرہ کا بندوبست بھی کرتے ہیں۔ جبکہ مطعم طیبات کے نام سے قائم ہوٹلز وہ ہیں جنہیں ہم ریسٹورنٹ یا ایسے ہوٹل کہتے ہیں جہاں کھانا پکایا جاتا اور لوگوں کو دیا جاتا ہے۔ مکہ مکرمہ میں اجیاد میں مطعم طیبات کے نام سے ایک ہوٹل تھا جہاں سے ہم حرم سے واپسی پر کھانا خریدتے۔ اسی طرح مدینہ منورہ میں ہماری رہائش کے قریب ہی ایسے ہی نام کا ہوٹل تھا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں فاسٹ فوڈ کے پوائنٹ عام ہیں بعض ممالک کے حاجی فاسٹ فوڈ بہت پسند کرتے ہیں۔ یہاں چاول اور تلی ہوئی مچھلی بھی لوگ شوق سے کھاتے ہیں۔ حرم کے قریب ہوٹلز میں سالن کے ساتھ دو روٹیاں جبکہ حرم سے فاصلے پر واقع ہوٹلز تین روٹیاں دیتے ہیں۔ سالن کی مقدار ایک جیسی

ہوتی ہے۔ یہ مقدار اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ عام طور پر ایک کھانا اکیلا آدمی نہیں کھا سکتا۔ پلاسٹک کا برتن جس میں سالن دیا جاتا ہے گورنمنٹ کے معیار کے مطابق منظور شدہ ہوتا ہے۔ اس سے کم پر بلدیہ چالان کرتی ہے۔ ہمارا قافلہ حج چار افراد پر مشتمل تھا۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم چار کھانے کھا سکے ہوں۔ ایک دن ایسا ہوا کہ دال، چاول، مرغ، اور گوشت پر مشتمل چار کھانے خرید لیے، جس میں سے آدھے سے زیادہ کھانا بچ گیا۔ میں صبح انہی ہوٹل والوں سے صرف روٹیاں لینے گیا تو انہوں نے پوچھا آپ روٹی کے ساتھ سالن کیوں نہیں لے رہے؟ میں نے بتایا کہ رات کو آپ سے جو کھانا لے گیا تھا وہ اسی طرح فریج میں پڑا ہے، اس نے روٹی دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ آپ باسی سالن کھائیں گے تو بیمار پڑ جائیں گے، ڈاکٹر آپ سے پوچھے گا کہ کیا کھایا تھا؟ آپ ہمارے ہوٹل کا بتائیں گے تو ہم پکڑے جائیں گے۔

وہاں کھانے کے نرخ بھی مقرر ہیں اور عام آدمی کی پہنچ میں ہیں۔ مثال کے طور پر مٹن کی ایک پلیٹ کی قیمت 8 ریال، دال 4 ریال، چاول کے ساتھ روسٹ مرغی 10 ریال، تمام قسم کی سبزی 4 ریال سری پائے 6 ریال اور انڈا پراٹھا کی قیمت 4 ریال ہے۔ چائے کا کپ ایک ریال میں ملتا ہے۔ پیپسی کی قیمت اسی سال بڑھائی گئی ہے، جو ڈیڑھ ریال ہے۔ پچھلے تیس سال سے یہ قیمت ایک ریال فی بوتل چلی آرہی تھی۔

البیک، فاسٹ فوڈ ریسٹورنٹ

مکہ مکرمہ میں بروسٹ، برگر، شوارما اور بوتل آسانی سے میسر ہیں۔ افریقہ کے لوگ بڑی تیز زبان میں بروسٹ کو ''بُرست'' کہہ کر طلب کرتے ہیں۔

سعودی عرب میں فاسٹ فوڈ کے معروف برینڈ ''البیک'' نے بڑی شہرت حاصل کی ہے۔ اس کی شہرت کے پیچھے ایک کہانی ہے جو ایک شخص نے اس طرح سنائی کہ ایک فلسطینی نے یہ کام شروع کیا تھا اس نے ایک تو کھانے کا معیار بہت اعلیٰ رکھا دوسرے ہر کھانے سے ایک ریال فلسطین کے مجبور و مقہور لوگوں کے لیے مختص کیا۔ یہ بات لوگوں میں بہت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی

گئی۔ نتیجتاً آج یہ کاروبار اتنا زیادہ پھیل چکا ہے کہ مکہ مکرمہ کے علاوہ جدہ اور مدینہ منورہ میں بھی اس کی شاخیں ہیں۔ کھانا لینے کے لیے لائن میں لگنا پڑتا ہے جس پر گھنٹوں صرف ہوتے ہیں۔

بنگالی خادم سے مقالمہ

ایک عرصہ پہلے مکہ مکرمہ میں ورکرز کی زیادہ تعدار پاکستانیوں کی تھی اب ہندوستانی، بنگالی اور برمی مسلمانوں کی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ بہت کم اجرت پر بھی کام کرنے کو تیار ہوجاتے ہیں۔ ہماری بلڈنگ میں صفائی کا انتظام ایک بنگالی کے ذمہ تھا لیکن وہ صفائی کرنے میں تساہل سے کام لیتا۔ میں نے ایک دن اس سے پوچھا کہ آپ کہاں سے ہو۔ اس نے کہا بنگلہ دیش سے۔ میں نے کہا پھر تو آپ ہمارے بھائی ہو آپ صفائی کیوں نہیں کرتے جبکہ یہ آپ کی ڈیوٹی ہے، مجھے کہنے لگا ''1971ء میں آپ کے بڑوں نے ہمارے بڑوں کو بہت مارا تھا'' میں نے اسے بہت سمجھانے کی کوشش کی کہ آپکی بات درست نہیں ہے۔ مکار ہندو نے ہم دونوں بھائیوں کے دلوں میں نفرتوں کے ایسے بیج بوئے ہیں کہ آپ ہمیں اپنا دشمن سمجھنے لگ گئے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کے بھائی ہیں اسی لیے تو حرم محترم میں اکٹھے ہوئے ہیں۔ میری بات کا اس نے کوئی جواب نہ دیا لیکن بادل نخواستہ صفائی کرنے لگ گیا۔

حرم کا تحفہ

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی مارکیٹ میں سب سے زیادہ فروخت ہونے والی چیزیں جائے نماز، تسبیحیں اور ٹوپیاں وغیرہ ہیں۔ یہ سب چیزیں چین سے بن کر آتی ہیں اور پاکستان میں بھی باآسانی دستیاب ہیں۔ گوجرانوالہ میں ہر قسم کے جائے نماز وغیرہ تیار ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور میں زیادہ تر حجاج اور معتمرین تسبیح، ٹوپی اور جائے نماز وغیرہ لوکل مارکیٹ سے خرید کر احباب کو تحائف میں دیتے ہیں۔ یہ چیزیں سعودیہ میں سستی نہیں ہیں بلکہ نرخ کم کرانے کے باوجود بھی پاکستانی ریٹ میں ملتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حرمین شریفین سے لائے گئے تحفہ کی قدر و منزلت اپنی جگہ ہے لیکن یہ سب چیزیں وہاں سے لانا بہت مشکل کام ہے۔ جوان آدمی تو یہ کرسکتا

ہے لیکن کمزور اور نحیف حاجی اپنا وجود ہی سنبھال لے تو غنیمت ہے۔ اکثر حجاج کا کھجوروں اور زمزم سے ہی ائیر لائینز کا مقررہ وزن پورا ہو جاتا ہے۔ حجازِ مقدس کا معروف تبرک زمزم اور کھجوریں ہی ہیں۔ بلکہ اصل تبرک تو حج مبرور ہے، اگر وہ حاصل ہو جائے تو اس کے اثرات نہ صرف حاجی کے اپنے وجود پر بلکہ پورے معاشرے پر مرتب ہوتے ہیں ورنہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے کہا تھا:

زائرانِ کعبہ سے اقبال یہ پوچھے کوئی
کیا حرم کا تحفہ زمزم کے سوا کچھ بھی نہیں

کرونا وبا اور حج بیت اللہ

آج 5 جولائی 2021ء کو جب میں یہ سطور لکھ رہا ہوں، پوری دُنیا میں کرونا کا خوف لاحق ہے۔ یہ انتہائی خطرناک اور مہلک وبا اکتوبر 2019ء میں پھوٹی اور پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور تا حال جاری ہے۔ حج میں ابھی کچھ دن باقی ہیں۔ اس وبا سے حج بیت اللہ بھی شدید متاثر ہوا ہے۔ کرونا کے سبب مسلسل دوسرے سال حجاج کی تعداد بہت محدود ہے۔ اس سال صرف سعودی شہریوں اور مملکت میں مقیم غیر ملکیوں ہی کو حج کی مشروط اجازت ہو گی۔ پچھلے سال بھی ایسا ہی تھا۔ اس سال صرف 60 ہزار افراد کو حج کے لیے اجازت نامے جاری کیے جائیں گے۔ ان کی عمر 18 سے 65 برس کے درمیان ہو گی۔ اس کے علاوہ انہوں نے کرونا وائرس سے بچاؤ کے لیے ویکسین بھی لگوا رکھی ہو یا وہ کووِڈ-19 کا شکار ہونے کے بعد تندرست ہو چکے ہوں۔ کوئی شخص اجازت نامے کے بغیر حج نہیں کر سکتا جیسا کہ العربیہ ڈاٹ نیٹ نے خبر دی ہے کہ سعودی وزارت داخلہ نے کہا ہے کہ 5 جولائی 2021 (25 ذی قعدہ 1442ھ) سے 23 جولائی (13 ذی الحجہ 1442ھ) تک مسجد الحرام، اطراف کے مقامات اور مشاعر مقدسہ (منیٰ، مزدلفہ اور عرفات) میں اجازت نامے کے بغیر جانے کی کوشش پر دس ہزار ریال جرمانہ عائد کیا جائے گا۔

2008ء میں بتائے گئے سعودی اعداد و شمار کے مطابق رمضان المبارک کے آخری عشرے میں عمرہ کرنے والوں کی تعداد تیس لاکھ تھی۔

سنہ 2019ء میں 25 لاکھ مسلمانوں نے فریضہ حج ادا کیا تھا۔ ان میں سعودی عرب میں

رہنے والے 5 لاکھ 58 ہزار حجاج شامل ہوئے تھے۔

العربیہ کے مطابق عمرہ کے اجازت نامے 'اعتمارنا' اور 'توکلنا' ایپلی کیشنز کے ذریعے رجسٹریشن کے بعد جاری کیے جاتے ہیں۔اس کے ساتھ عمرہ زائرین کے لیے وبا کے دنوں میں اختیار کیے گئے صحت کے پروٹوکول پر سختی کے ساتھ عمل درآمد یقینی بنایا جارہا ہے۔ان ایپلی کیشنز شعائراور 'اعتمارنا' کو اپ ڈیٹ بھی رکھا جارہا ہے۔نیز باہر سے آنے والے زائرین قدوم پلیٹ فارم پر اندراج کرواکر اجازت نامے جاری کراسکتے ہیں۔

ریاض سے جاری وزارت حج وعمرہ کے اعلامیہ کے مطابق زائرین اپنے ملک میں لائسنس یافتہ ٹریول کمپنیوں سے پیکیج حاصل کریں۔اس ٹریولنگ ایجنسی کا کسی سعودی عمرہ کمپنی کے ساتھ منسلک ہونا ضروری ہے۔

اس وبا کی وجہ سے جہاں زندگی کے دوسرے شعبہ جات میں مشکلات پیدا ہوئی ہیں وہاں حج وعمرہ کرنے والوں کے لئے بھی بہت رکاوٹیں کھڑی ہوگئی ہیں۔ہمارے ملک سے کثیر تعداد میں ادھیڑ عمر کے لوگ حج یا عمرہ کرنے جاتے ہیں ان کے لیے مذکورہ ایپلیکیشنز استعمال کرنا آسان نہیں۔اللہ کریم ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

مکہ بھی یہاں اور مدینہ بھی یہیں ہے
توحید کا مرکز ہے یہ قرآں کی زمیں ہے
کیا اس سے بڑا ہوگا شرف ارض عرب کا
بیتاب جہاں سجدے کو ہر ایک جبیں ہے

(ہدیہ اشعار: جناب فیض رسول صاحب)

فلسفہ حج اور اس کی عملیت

فلسفہ کا معنی ہے علم و حکمت اور دانائی۔ فلسفہ قدیم یونانی لفظ فیلوسوفیا سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے حکمت و دانائی سے محبت۔

جس طرح دوسری عبادات کا مقصد تقوی حاصل کرنا ہے اسی طرح حج کا مقصد بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر قائم کرنے کے لیے ہے۔ قرآن کریم میں حج کے فلسفہ اور حکمت پر درج ذیل آیات کریمہ بڑی واضح ہیں۔

1۔ تا کہ وہ حاضر ہوں فائدوں کی جگہ پر اور ذکر کریں اللہ تعالیٰ کے نام کا معلوم دنوں میں اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو روزی دی ہے۔ (الحج 28:22)

2۔ پھر چاہیے کہ دور کریں اپنا میل کچیل اور چاہیے کہ پوری کریں اپنی اپنی نذریں اور چاہیے کہ طواف کریں بیت عتیق کا۔ (الحج 29:22)

اسی طرح حدیث شریف میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: بیت اللہ کا طواف، صفا و مروہ کی سعی اور رمی جمار کا حکم صرف اس لیے دیا گیا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر قائم کیا جائے۔ (مسند احمد: جلد نہم: حدیث نمبر 4329)

عبادات جو اللہ کریم نے اپنے بندوں پر فرض کیں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ، ان سب کے پیچھے حکمت و فلسفہ ہے۔ نماز برائیوں اور بے حیائیوں سے روکتی ہے، روزہ متقی اور پرہیز گار بناتا ہے تو زکوٰۃ معیشت کی بنیاد ہے۔ اسی طرح حج کے پیچھے بھی حکمت و دانائی اور فلسفہ پوشیدہ ہے۔ حج میں وقت کے علاوہ مال، خواہشات اور عارضی طور پر گھر بار، رشتہ دار، احباب، آل و اولاد سے دوری کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے۔ کعبۃ اللہ، صفا و مروہ، منیٰ، عرفات اور مزدلفہ شعائر اللہ ہیں۔ حاجی ان جگھوں پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں ان کی تعظیم کرتے ہیں تو ان کے ایمان کو

تازگی ملتی ہے اور روح کو بالیدگی حاصل ہوتی ہے۔ یہ تعظیم ان کے دلوں میں تقویٰ کی نشانی بھی ہے اور ان کے رب کے نزدیک خیر بھی ہے۔ حاجی جہاں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں وہاں وہ شرک سے بیزاری کا اظہار بھی کرتے ہیں۔

شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اس نے اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن تک لوگوں کو بہکانے کی مہلت لی ہوئی ہے۔ شیطان کی اس دشمنی کی ابتدا اس وقت ہوئی جب اس نے تکبر کے باعث آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا تب سے دشمنی کی یہ کشمکش مسلسل جاری ہے۔ منیٰ میں حجاج کرام اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت میں شیطان کو کنکریاں مار کر اس سے کھلی جنگ کا اظہار کرتے ہیں۔ حاجی اپنے گھر بار چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوتے ہیں گویا کہ انہوں نے شیطان مردود سے کنارا کشی اختیار کر لی ہے۔ حاجی اپنا سر منڈوا کر اپنی ذات کی نفی کرتے ہیں اور ایک ہی لباس ایک ہی وحدت اور ایک ہی مقام پر جمع ہو کر ایک عظیم الشان بین الاقوامی اجتماع کی بنیاد رکھتے ہیں کہ دنیا کی کوئی قوم ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

اسلام ایک عالمگیر مذہب اور حج ایک عالمگیر اور بین الاقوامی اجتماع ہے دنیا کے کونے کونے سے آئے ہوئے حجاج ایک دوسرے کی زبان سے بھی ناواقف ہوتے ہیں لیکن ایک دوسرے سے کندھے سے کندھا ملا کر اس طرح کھڑے ہوتے ہیں جیسے بچپن میں اکٹھے کھیلے کودے ہوں۔ بلاشبہ مسلمان اس عظیم اجتماع کو راز داری اور پالیسی میکنگ میں بہت بڑا پلیٹ فارم بنا سکتے ہیں۔

حج اور فرقہ پرستی

موسمِ حج شروع ہونے سے پہلے مختلف ادارے حجاج کرام کی تربیت کا انتظام کرتے ہیں، گورنمنٹ سکیم کے تحت کامیاب ہونے والے عازمین حج کے لیے وزارت حج و مذہبی امور بھی اس ٹریننگ کا اہتمام کرتی ہے۔ بلاشبہ یہ ایک بہت بڑی دینی خدمت اور سعادت کا کام ہے۔ مختلف مدارس بھی ضرورت دین کے تحت ایسے تربیتی کورس کروا کر اس کارِ خیر میں اپنا اپنا حصہ ڈالتے ہیں۔ اس سے حجاج کرام کو خاطر خواہ فائدہ ہوتا ہے۔ ان ٹریننگ کورسز میں شمولیت کی مجھے بھی سعادت

حاصل ہوئی۔ میں بھی اپنی فیملی کے ساتھ گورنمنٹ اور پرائیوٹ دونوں کے تربیتی مراکز میں شریک ہوا۔ تاکہ فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے مسائل کو اچھی طرح سمجھ لوں اور ارکان و واجبات حج احسن طریقے سے ادا کرنے کے قابل ہوسکوں۔ حج کے ان تربیتی کورسز میں شمولیت کے علاوہ بطور ایک طالب علم کے میں نے مارکیٹ میں دستیاب متعدد کتب کا مطالعہ بھی کرلیا۔ ان کتب سے مجھے کافی رہنمائی ملی۔ طواف کے سات چکروں کی سات دعائیں بہت سی اردو کتب میں درج ہیں لیکن کتب احادیث میں ان کی سند کہیں نہیں ملتی۔ لیکن ان کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ یہ سات دعائیں مسنون نہیں ہیں بلکہ کسی دور میں کسی بزرگ نے شامل کی ہیں۔ اسی طرح بعض علماء فرماتے ہیں کہ خواتین کیلئے احتیاط اسی میں ہے کہ وہ اپنی نمازیں علیحدہ پڑھیں۔ ان کے خیال میں یہ مسئلہ ابھی واضح نہیں ہے کہ امام صاحب خواتین کی امامت کی نیّت کرتے ہیں یا نہیں؟ حالانکہ امام صاحب جب حرم میں امامت کے لیے تشریف لاتے ہیں تو ان کے لیے حرم انتظامیہ کے اہل کار لاکھوں خواتین اور مردوں کے بیچ میں سے رستہ بناتے ہیں تب بھی امام صاحب کو پتہ نہیں چلتا کہ ان کی مقتدی خواتین بھی ہیں۔ مزید برآں خواتین بھی لاکھوں روپے خرچ کر کے حج کو آتی ہیں وہ کبھی بھی نہیں چاہیں گی کہ ان کو حرم کی جماعت سے محروم رکھا جائے۔

بعض علماء کرام مسائل پوچھنے کے حوالے سے بھی لوگوں پر پابندیاں لگاتے ہیں۔ قرآن و سنت میں ان پابندیوں کا کوئی ثبوت نہیں، یہ پابندیاں جدل ونزاع کا باعث بنتی ہیں۔ قرآن کریم کی سورۃ النحل آیت 21 میں ارشاد ہے کہ اہل علم سے پوچھ لو اگر تم کو علم نہیں ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے کوئی قدغن نہیں لگائی کہ کس فرقے کے علماء سے مسائل پوچھیں۔ یہ مسائل کتاب وسنت پر عمل پیرا کسی بھی عالم دین سے پوچھے جاسکتے ہیں۔

حج کی تربیت کے لیے جو ٹریننز لگائے جاتے ہیں وہ بھی حجاج کی مخصوص قسم کی ذہن سازی کرتے ہیں جس سے حجاج میں ایسے رویے وجود پاتے ہیں جو آگے چل کر حج کے میدانوں میں پہلو بہ پہلو چلتے، نمازیں پڑھتے، طواف کرتے حجاج میں اختلافات اور جھگڑے کا باعث بنتے

ہیں۔اس کی طرف توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے۔

سابقہ حج میں شیطان کو کنکریاں مارتے وقت بھگدڑ مچ جانے کے باعث بہت سے حاجیوں کی جانیں چلی گئیں۔ چنانچہ وہاں کی حکومت نے علماء کونسل کے مشورے سے فیصلہ کیا کہ امسال انسانی جانوں کے تحفظ کی خاطر چوبیس گھنٹے کنکریاں مارنے کی اجازت دی جائے اور معلم کے نمائندہ کی رہنمائی میں کنکریاں ماری جائیں۔کنکریاں مارنے کے اوقات بھی مقرر کر دیئے گئے۔واقعہ یہ ہوا کہ ہمارے گروپ کے ایک بزرگ حاجی صاحب نے معلم کے نمائندے کے ساتھ کنکریاں مارنے کے لیے جانے سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ اس کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑا کہ تم غلط کام کروا رہے ہو، میں قیامت کے دن بھی اسی طرح تمہارا گریبان پکڑوں گا۔

ہمارا گروپ مسجد نمرہ میں امام صاحب کے پیچھے نمازیں ادا کر کے واپس آ رہا تھا کہ راستے میں ایک واعظ صاحب جوش خطابت میں سارا زور فرقہ پرستی پر صرف کر رہے تھے۔اُن کو اپنے ستر کی بھی خبر نہیں تھی، اِحرام کے اوپر والی چادر اپنی جگہ پر نہیں تھی، سارا پیٹ ننگا تھا، جبکہ حاضرین میں خواتین بھی شامل تھیں۔

قدیم سفر ناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی دور میں حرم پاک میں مختلف مکاتب فکر کی نماز الگ الگ ہوتی تھی۔موجودہ دور میں نماز الگ الگ تو نہیں ہوتی لیکن بعض لوگوں نے ائمہ حرمین شریفین کی امامت میں نماز پڑھنا ہی چھوڑ دی ہے۔آج بعض لوگوں نے اختلافِ رائے کو اختلاف کی شکل دے دی ہے جبکہ اختلاف اور اختلافِ رائے دو الگ الگ چیزیں ہیں۔

میری اہلیہ نے بتایا کہ ہمارے ساتھ چند عورتیں جماعت کے ساتھ شامل نہ ہوئیں بلکہ اپنی جگہ پر بیٹھی رہیں۔نماز مکمل ہوئی تو میں نے ساتھ بیٹھی خاتون سے پوچھا کہ آپ نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی خیریت تو ہے آپ ٹھیک ہیں؟۔اس نے جواب دیا کہ مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی شریف کے امام کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی پھر اُٹھ کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔

حج اُمتِ مسلمہ کا عظیم اجتماع ہے۔لیکن ہم میں سے ہر کوئی خود کو ایک اُمت ثابت نہ کرنے

میں اپنا اپنا حصہ ضرور ڈال رہا ہے۔ کوئی سندھی ہے، کوئی بلوچی، کوئی پنجابی اور کوئی پٹھان کوئی عربی اور کوئی عجمی۔ فرقوں کی تقسیم اس کے علاوہ ہے۔

ہمارے ذہنوں میں اپنے اپنے فرقہ کی برتری اس قدر سرایت کر چکی ہے کہ حرم پہنچ کر بھی نہیں بھولتے۔ میں وضو خانے گیا، ایک باریش بزرگ بیٹھے وضو کر رہے تھے، ایک اور آدمی اُن کے ساتھ بیٹھ کر وضو کرنے لگا۔ دوران وضو بزرگ تھوڑا تھوڑا ہنستے ہوئے (اپنے فرقہ کا نام لے کر) ان سے یوں گویا ہوئے۔ آپ بھی فلاں فرقہ کے لگتے ہیں؟ اس بندے نے کوئی جواب نہیں دیا اور وضو کرنے میں مشغول ہو گیا۔

حج مسلمانوں کی وحدت کا ایک اہم رکن ہے۔ آپ ﷺ کے دور مبارک سے لے کر قیامت تک حج کے مناسک بھی وہی ہیں، حج کے میدان بھی وہی ہیں۔ لیکن مسلمان انفرادی اور اجتماعی طور پر بدنظمی اور انتشار کا شکار ہیں۔

حج کی ادائیگی کے لیے لاکھوں مسلمان سرزمینِ حرم میں آتے ہیں۔ ان میں ہر رنگ و نسل کے لوگ ہوتے ہیں، ان میں بچے، خمیدہ کمروں والے بوڑھے اور جوان بھی ہیں یورپی ممالک سے تعلق رکھنے والے سرخ و سفید رنگتوں والے، افریقہ کے سیاہ فام اور ملائشیا اور انڈونیشیا کے چپٹی ناک والے بھی ہیں، ان میں مختلف رنگوں اور نسلوں کے علاوہ مختلف مکاتب فکر کے لوگ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، محدثین اور سلف صالحین کے ماننے والے بھی ہیں۔ لیکن حرم محترم کا ظرف اتنا عظیم اور وسیع ہے کہ وہ ان سب کو اپنے اندر سمو لیتا ہے کسی کو کوئی روک ٹوک نہیں۔ سب لوگ جس طرح سے دل چاہتا ہے نماز ادا کرتے ہیں۔

اگر اسلامی تاریخ کے اوراق پر غیر جانبدار ہو کر نگاہ ڈالی جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ اُمتِ مسلمہ کی وحدت کو جتنا نقصان مذہبی اختلافات و تعصّبات نے پہنچایا ہے شائد ہی کسی اور چیز نے پہنچایا ہو۔ حج مسلمانوں کی عالمگیریت اور وحدت کا عظیم رکن ہے لیکن اس کو بھی اختلافات کا سامنا ہے۔ بدقسمتی سے مسلمانوں نے شائد ہی کبھی اس عظیم پلیٹ فارم کو

اپنی وحدت یا اتحاد و یگانگت کے لیے استعمال کیا ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ دُنیا میں بھیڑ بکریوں کی طرح زندگی نہ گزارر ہے ہوتے۔

عصر حاضر کا تقاضا ہے کہ فرقہ پرستی سے اجتناب کیا جائے اور قرآن وسنت کی روشنی میں اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کی جائے۔ مسلمانوں کی فعالیت اور بیداری کا مسئلہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت اور پیروی جس طرح اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کی ہے ان کے پاس نہ کھانے کو کچھ تھا نہ پینے کو لیکن پیروی کا ایک جذبہ تھا۔ آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر چیز سے نوازا ہے، دین بھی وہی ہے، قرآن بھی وہی ہے، سنت بھی وہی ہے صرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں ایسا دین چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کی راتیں دن کی طرح روشن ہیں یہ روایت ابنِ ماجہ میں ہے اس میں انفرادی مسائل ہوں، معاشی مسائل ہوں، معاشرتی مسائل ہوں، اُمت کے ہر مسئلے کا حل کتاب وسنت میں موجود ہے۔ فقہ کا تسلسل ہے قرآن وسنت کے بعد اجماع اور قیاس ہے اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے قیامت تک رہنمائی موجود ہے۔ مسلمانوں کی ایک طاقت بننا دین اسلام کی پیروی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اتباع میں ہے۔ علماء کو چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقہ حج کو واجب الاطاعت قرار دیں اور اُمت کو انتشار سے بچائیں۔

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

حج اور ہمارے اخلاقی رویے

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ 18 دسمبر 2007ء کو حج کا آغاز ہوا۔ پاکستان میں دسمبر کے مہینے میں سخت سردی ہوتی ہے۔ لیکن مکہ مکرمہ میں موسم اتنا شدید سرد نہیں تھا۔ ہم منیٰ پہنچے، لیکن وادیِ منیٰ میں شام کو کافی سردی تھی۔ منی میں دو خیموں کے درمیان ایک ہی ائیر کنڈیشنڈ یونٹ نصب تھا، لیکن اس کو چلانے کے لیے بٹن دونوں جانب تھے۔ میری والدہ ماجدہ کو سخت بخار ہو گیا ادویات

دیں لیکن افاقہ نہ ہوا ان کو سخت سردی لگ رہی تھی۔ ساتھ والے خیمے میں زیادہ تر صوبہ سرحد (موجودہ کے پی کے) کے حجاج تھے۔ انہوں نے ائرکنڈیشن آن کر دیا۔ میرے خیمے کے لوگوں نے میری والدہ کی بیماری کی وجہ سے ائیر کنڈیشن کا سوچ آف کر دیا۔ ساتھ والوں نے فوراً دوبارہ آن کر دیا۔ میں ان کی خدمت میں درخواست لیکر گیا کہ میری والدہ سخت بیمار ہیں آپ A.C بند کر دیں مہربانی ہوگی۔ ایک ضعیف العمر حاجی صاحب خیمے کے آخری کونے سے اٹھ کر تیزی سے میری طرف آئے، میں سمجھا میری درخواست منظور کر لی گئی ہے لیکن انہوں نے فرمایا ''خیمے میں جو اتنا لوگ ہے وہ گرمی سے مر جائے گا''۔ میں مایوس ہو کر اپنے خیمے میں واپس آ گیا اور والدہ ماجدہ کے لئے چائے لینے منیٰ بازار میں چلا گیا۔ واپس آیا تو میرے خیمہ والوں نے بتایا کہ معلم کا آدمی آپ کو بلانے آیا تھا اُنہوں نے میری شکایت کی تھی کہ میں ان کو ''اے سی'' نہیں چلانے دے رہا۔

تندرست اور ہٹے کٹے حاجیوں کی ایک بیمار اور کمزور عورت کے لیے عفو و درگزر اور قربانی و ایثار کی ایک مثال ہی کافی ہے۔

وادیِ منیٰ میں ہی حج کے پہلے دن بیت الخلا کے باہر آدمیوں کی لائن لگی ہوئی تھی میری باری قریب آئی تو دیسی صابن جو میں خاص طور پر پاکستان سے اسی مقصد کے لیے لایا تھا، میرے ہاتھ سے گر چکا تھا۔ میں قطار میں کھڑے ساتھ والے حاجی صاحب کو بتا کر صابن ڈھونڈنے لگا تو ساتھ ہی پڑا ہوا مل گیا۔ میں دوبارہ لائن میں اپنی جگہ پر جانے لگا تو ایک پٹھان حاجی صاحب نے مجھے اتنی زور سے کہنی ماری کہ میں اس کی تکلیف دیر تک محسوس کرتا رہا۔

تکمیل حج کے بعد حاجی ذہنی طور پر کافی سکون و آرام محسوس کرتا ہے۔ پھر اس کے ذہن میں جو بھی پلان ہوتے ہیں ان کی طرف توجہ دیتا ہے۔ چنانچہ ہمارے گروپ کے لوگوں نے مکہ مکرمہ کے تاریخی مقامات کی زیارت کا پروگرام بنایا۔ یہ ذمہ داری مجھے سونپی گئی کہ وین کا بندوبست کروں اور ڈرائیور سے کرایہ وغیرہ طے کر لوں۔ ایک عربی ڈرائیور سے بات ہوئی اس نے کہا میں فی کس دس ریال لوں گا۔ اس نے زیارات کے نام لیے اور خاص طور پر کہا کہ میدان عرفات میں جبل رحمت پر

صرف نیچے کھڑے ہو کر دیکھنے اور دعا وغیرہ کرنے کا وقت دوں گا اوپر چڑھنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ ڈرائیور کو لوگوں کے رویے کا تجربہ ہوا ہوگا کہ لوگ جبل رحمت پر چڑھ کر نوافل پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس میں وقت لگ جاتا ہے، نتیجتاً دیگر زیارات رہ جاتی ہیں، پھر اعتراض کرتے ہیں۔

حرم کے قریب چند زیارات جیسے مکہ مکرمہ کا قبرستان جنت المعلیٰ، حجون میں مسجدِ جن، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے پیدائش، ہم پیدل ہی دیکھ چکے تھے۔ دور کی زیارات غار حرا، غار ثور اور جبل رحمت پیدل نہیں جایا جا سکتا تھا، اس کے لیے ہم نے وین کرایہ پر لی۔ میں نے وین والے کی یہ ساری شرائط اپنے گروپ کے لوگوں کو بتا دیں انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ سب سے پہلے ہم نے میدانِ عرفات کا ہی قصد کیا، کیونکہ عرفات مکہ سے زیادہ فاصلے پر تھا۔

عرفات کا میدان شہرِ خموشاں کی تصویر پیش کر رہا تھا۔ سینکڑوں کارکن قطار باندھے حاجیوں کے ڈالے ہوئے کوڑا کرکٹ کی تن دہی سے صفائی کر رہے تھے۔ پورے میدان میں گو کہ مکمل سناٹا تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ کسی ایسی قوت کا بھی احساس ہو رہا تھا جیسے کسی رعب و دبدبے نے انسان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہو۔ عرفات میں میری ایسی کیفیت تھی جب مجھے یاد آتی ہے تو میں آج بھی وہی کیفیت اپنے دل و دماغ میں محسوس کرتا ہوں۔

ہم میدان عرفات میں جبل رحمت پہنچے۔ حجاج کرام نے ابھی تازہ تازہ حج کیا تھا، جذبہ جوان تھا، سب جوش و خروش کا مظاہرہ کرتے ہوئے جبل رحمت پر چڑھ گئے۔ میں اور میری فیملی نے وین میں بیٹھے بیٹھے ہی زیارت کر لی۔ ڈرائیور بہت ناراض ہوا مجھے کہنے لگا میں آپ کو چھوڑ کر سب سے طے شدہ دس ریال کی بجائے پندرہ ریال لوں گا کیونکہ ان لوگوں نے میرے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑا ہے۔ جب وہ لوگ واپس آئے میں نے ڈرائیور کی بات اُن تک پہنچا دی۔ میرے دفتر کے ایک ساتھی کے عمر رسیدہ بھائی فرمانے لگے ”آپکو کیا تکلیف ہے؟“ میں اس تکلیف دہ جملے پر حیران رہ گیا اور صرف اتنا کہا کہ حاجی صاحب، میں نے آپ کی شان میں کوئی گستاخی تو نہیں کی جس کا آپ نے اتنا بُرا منایا ہے۔ یاد رکھیں انسان کی عزت اس کے اپنے ہاتھ میں ہی ہوتی ہے۔ خیر

انہوں نے مزید کوئی بات نہیں کی۔ میری اہلیہ کہنے لگیں آپ کر لیں حاجیوں کی خدمت!

زیارات سے واپس آئے۔ ڈرائیور نے ہمیں اجیاد محلہ میں بڑی سڑک سے اتر کر دائیں جانب ہماری بلڈنگ کے قریب ہی وین سے اُتارا اور پندرہ ریال فی کس کا تقاضا کیا۔ وہ لوگ اس پر تیار نہ ہوئے بات اونچی آواز میں ہونے لگی وہ بار بار کہہ رہا تھا کہ آپ نے معاہدہ کی پاسداری نہیں کی، میرا وقت زیادہ لگا ہے۔ وہ سچی بات کر رہا تھا لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا پالا پاکستانیوں سے پڑا تھا وہ ہار ماننے والے کہاں تھے۔ میں نے اس کے کندھوں کو دباتے ہوئے منت سماجت کی یہ لوگ غریب ہیں ان کو معاف کر دیں خیر وہ مان گیا۔ اب اس نے وین کے اندر دیکھا تو مالٹے، مونگ پھلی اور کیلے وغیرہ کے چھلکوں سے بھری ہوئی تھی وہ پھر ناراض ہو گیا۔ اب میں نے اس سے برش نما جھاڑو لیا تمام وین کی صفائی کی اس سے معذرت کی اور جان چھڑوائی کسی حاجی صاحب نے تکلفاً بھی نہیں کہا کہ ہمارا پھینکا ہوا کوڑا کرکٹ آپ صاف کر رہے ہیں ہم خود ہی کر لیتے ہیں۔

یہ تو حج سے چند دن بعد کی بات ہے۔ حج ادا کیے ہوئے کچھ عرصہ گزر جائے تو پھر اس کا اندازہ آپ خود ہی لگا لیں کہ حج کے کتنے فیوض و برکات باقی رہیں گے؟

حج یا عمرہ کے سفر یا کسی بھی سفر میں جو لوگ اپنے ساتھیوں سے برادرانہ اور فیاضانہ رویہ اختیار کرتے ہیں وہ خود بھی ٹھیک رہتے ہیں، لوگ بھی سکون میں رہتے ہیں۔ میرے گروپ میں یہ سب لوگ الائیڈ بینک لمیٹڈ کی طرف سے شامل کیے گئے تھے۔ اگر بس میں ہو تو انسان کو صالح رفیق سفر کا انتخاب کرنا چاہیے تاکہ وہ آپ کے حسن سلوک کا جواب احسان اور نیکی کے ساتھ دے۔

مِنیٰ میں ہمارے خیمے میں ایک ساٹھ سالہ بزرگ تھے جو اپنے گاؤں کے دو افراد کے ساتھ حج کے لیے آئے۔ بابا جی سخت بیمار پڑ گئے۔ حج سے پہلے منیٰ تک ان کے دونوں ساتھی ان کی مدد کرتے رہے۔ لیکن جس دن عرفات جانا تھا انہوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ بابا جی نے بتایا کہ ان کا ایک بھتیجا جدہ میں ہے اس کو اطلاع کر دیں لیکن بار بار ٹیلیفون کرنے کے باوجود اس سے رابطہ نہ ہو سکا۔ میں نے اپنا اخلاقی فرض سمجھتے ہوئے بابا جی کی مدد کا فیصلہ کیا۔ مناسکِ حج شروع

ہونے سے ایک دو دن پہلے معلم اپنے اپنے مکتب کے حجاج کو حج کا کارڈ جس کو عربی میں بطاقہ کہتے ہیں جاری کرتے ہیں اس پر حاجی کا نام، ملک کا نام اور مکتب نمبر وغیرہ درج ہوتے ہیں۔ بطاقہ کے ساتھ کلائی میں پہننے کے لیے ایک بریسلٹ بھی دیا جاتا ہے، اور ہر حاجی کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ بطاقہ کو گلے میں اور بریسلٹ کو کلائی میں پہن کر رکھے۔ میں نے باباجی کا بطاقہ اور دوا کا پرانا نسخہ لیا اور آدھے کلومیٹر کی مسافت پر منیٰ اور مزدلفہ کی سرحد پر فیصل کبری (اوور ہیڈ پل) کے پاس سعودی ہسپتال میں گیا۔ استقبالیہ میں کوئی پانچ چھ ڈاکٹرز ایک لائن میں بیٹھے تھے۔ میں نے اپنا مدعا بیان کیا انہوں نے مجھے اگلی بلڈنگ میں پاکستانی ڈاکٹر کے پاس بھیج دیا۔ ڈاکٹر صاحب کے پاس ایک پاکستانی خاتون بیٹھی تھی جو اپنے پاؤں کے علاج کے لیے آئی تھی۔ خاتون کے جانے کے بعد ڈاکٹر صاحب کو بات بتائی وہ فرمانے لگے کہ میں تو صرف عورتوں کا علاج کرتا ہوں۔ میں آپ کو دوا نہیں دے سکتا۔ حالانکہ انہوں نے ایک فارم پر دوا لکھنی تھی، میڈیکل سٹور مشترک تھا۔ میں دوبارہ استقبالیہ پر ڈاکٹر صاحبان کے پینل کے پاس واپس آیا، اور ان کو سارا ماجرہ سنایا۔ یہ سب لوگ عرب تھے انہوں نے دوبارہ میری بات سنی، نسخہ دیکھا اور دوا لکھ دی، جو میں نے سٹور سے لے لی۔ واپس خیمہ میں آکر باباجی کو دوا دی، وہ دمہ کے مریض تھے لیکن افاقہ نہ ہوا۔

کسی نے بتایا کہ ہمارے ساتھ پاکستان سے بھی ایک میڈیکل دستہ آیا ہوا ہے، جو معلم کے دفتر کے پاس ہے۔ میں معلم کے دفتر میں گیا تو انہوں نے بتایا یہ خیمہ اسی طبی عملے کا ہے۔ لیکن ابھی تک ان میں سے کوئی بھی نہیں پہنچا۔ بہرکیف میں نے معلم کے نمائندے کی منت سماجت کی تو باباجی کو ایک موٹر سائیکل ایمبولینس کے ذریعہ سعودی ہسپتال منتقل کیا گیا۔

اجیاد میں ہماری رہائش گاہ اور حرم کے درمیان راستے میں ہی دو تین اچھے ہوٹل اور بقالے بھی تھے میں عام طور پر مطعم طیبات سے کھانا لیتا۔ جن کا کھانا بھی اچھا تھا اور اخلاق بھی اچھا تھا۔ حرم کے بابِ عبدالعزیز کے سامنے بن داؤد والی سٹریٹ میں محلہ مسفلہ فیصل آباد ہوٹل کے سامنے ایک ہوٹل تھا جس کا نام میں بھول گیا ہوں، اس میں تندور بھی تھا جہاں سے گرم گرم روٹیاں دستیاب

ہوتی تھیں۔ ہم بعض اوقات وہاں بیٹھ کر کھانا کھا لیتے۔ ہوٹل منیجر نے ہمیں بتایا کہ وہ لاہور سے ہیں اور اندرون شہر کے رہنے والے ہیں اور عرصہ چالیس سال سے اسی ہوٹل میں کام کر رہے ہیں۔ ہم سے عمر میں بڑے تھے۔ ہم نے اس ہوٹل سے کھانا لینا شروع کر دیا کہ اپنے ملک اور پھر اپنے شہر کا باشندہ ہے۔ ایک دن ہم نے کھانا اور کچھ مزید روٹیاں خریدیں۔ میرے ساتھی جناب محمد بشیر چوہان صاحب نے ایک روٹی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ روٹی تبدیل کر دیں، ٹوٹی ہوئی ہے اور کچی بھی ہے۔ اس شخص نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''حج تے آئے او یا بے کول آئے او'' یعنی آپ حج پر آئے ہیں یا ماں کے پاس آئے ہیں۔ جواب میں ہم نے اس کو کچھ نہیں کہا ایک تو ہم حدود حرم میں کھڑے تھے دوسرے ضیوف الرحمٰن تھے، خاموشی سے واپس آ گئے لیکن اس واقعہ کے بعد اس ہوٹل پر دوبارہ جانے کو دل نہیں چاہا۔ اگلی مرتبہ جب میں عمرہ کی ادائیگی کے لیے گیا تو وہ ہوٹل وہاں موجود نہیں تھا۔

حج مکمل ہو چکا تھا۔ ہمارے ساتھ والے کمرے میں اولمپئن جناب محمد سعید پہلوان رہائش پذیر تھے جو بہت عمر رسیدہ نہیں تھے۔ انہوں نے اپنے گولڈ میڈل کی چند تصاویر بھی اپنی کیپ میں رکھی ہوئی تھیں جو بڑے شوق سے اپنے ملنے والوں کو دکھاتے تھے۔ گڑھی شاہو، لاہور کے رہنے والے تھے اور پاکستان ریلوے میں ملازم تھے۔ ان کو جب بھی طبی امداد کی ضرورت ہوتی وہ میرے پاس آتے کہ میرے ساتھ اجیاد ہسپتال چلیں۔ میں نے کبھی انکار نہیں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ نیک کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کیا کرو۔ کسی کا جائز کام ہونا ہو تو وہ ہو ہی جاتا ہے۔ اگر آپ کے ذریعہ ہو جائے تو نیکی آپ کے حصے میں آئے گی۔ میں ان کے ساتھ جاتا، مریضوں کی لمبی لائن لگی ہوئی تھی لیکن کام جاری رہتا کم و بیش آدھے گھنٹے میں باری آ ہی جاتی۔ ایک دن ہسپتال گئے تو معمول سے بہت زیادہ وقت لگ گیا۔ میں ڈاکٹر کے کمرے کی طرف گیا تو دروازہ بند تھا اور کام بھی بند۔ معلوم ہوا ڈاکٹر صاحب چائے پی رہے ہیں۔ جب ہماری باری آئی تو میں نے ڈاکٹر صاحب، جو ماسک پہنے ہوئے تھے، کو پہلوان صاحب کی بیماری کے متعلق بتایا۔ جب میں

نے بات مکمل کر لی تو ڈاکٹر صاحب کہنے لگے ''ہور کچھ''۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ جانتے ہیں میں نے کس مشکل سے آپ کو مریض کی کیفیت بتائی ہے یہ خیال کرتے ہوئے کہ آپ عرب ہیں۔ اگر آپ پاکستان سے ہیں تو بتا دیتے۔ ڈاکٹر موصوف خاموش رہے۔

ہماری رہائش اجیاد محلہ میں تھی جو حرم سے بہت قریب ہے۔ سعید پہلوان صاحب کے ایک دوست پرائیویٹ ٹور آپریٹر کے ذریعہ حج پر آئے تھے۔ عمرہ کے دوران پہلوان صاحب کی ان سے حرم میں ملاقات ہوئی تو کہنے لگے کہ ہماری رہائش آپ سے زیادہ قریب ہے ہم نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ ہمارے ساتھ پرائیویٹ ٹور آپریٹر کے ذریعہ درخواست دیں؟ لیکن اگلے دن ان کے ساتھ یہ ہوا کہ نجی ٹور آپریٹر نے ان کو ایک دن حرم کے قریب ٹھہرایا عمرہ کرایا اور کہا کہ کل آپ کو منیٰ کے قریب عزیزیہ لے کر جانا ہے، آپ کی بقیہ رہائش کا انتظام وہاں ہے۔ حاجی صاحب نے لاہور میں کسی بڑے پہلوان کا نام لے کر دھمکایا کہ میں فلاں کا بندہ ہوں، واپس جا کر پہلوان صاحب سے آپ کے بچے اٹھوا دوں گا۔ پھر ہنس کر کہنے لگے مجھے چھوڑ گئے ہیں باقی سب کو عزیزیہ لے گئے ہیں۔ نجی ٹور آپریٹرز حجاج سے بھاری رقوم لے کر بھی لوگوں کو تنگ کرتے ہیں۔

خدام الحجاج

پاکستان سے سرکاری اہلکار، خدام الحجاج (معاونین) کے طور پر حجاج کی رہنمائی اور خدمت کے لیے سعودی عرب بھیجے جاتے ہیں۔ یہ خدام بھارت بھی بھیجتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے ملک اور خطے کی زبان پر عبور رکھتے ہیں۔ اس کام کے لیے سعودی عرب میں بھی حج کے موسم میں سرکاری اہلکار تعینات کیے جاتے ہیں۔ وہاں کی حکومت اپنے شہریوں کو بھی حجاج کی رہنمائی اور خدمت کی ترغیب دیتی ہے۔ اس مقصد کے لیے گلیوں، بازاروں اور گاڑیوں پر لگے ہوئے سٹکرز میں نے خود دیکھے ہیں جن پر لکھا تھا ''حاجی کی خدمت حج کے برابر''۔

لیکن ہمارے ہاں تو حج ایک بزنس بن گیا ہے۔ ہر گلی محلے میں دفتر کھلے ہوئے ہیں۔ حکومتی سطح پر پرائیویٹ ٹور آپریٹرز کو بھی حج کوٹہ پر شکایت رہتی ہے۔ پاکستانی حکومت حج کی درخواستیں

وصول کرتے وقت بینکوں کے ذریعے حجاج کرام سے پوری رقم چھ آٹھ ماہ پہلے ہی جمع کر لیتی ہے۔ اخباری خبروں کے مطابق اشرافیہ سرکاری خرچ پر حج کرتے ہیں۔

اس قسم کی کرپشن کو کیا نام دیا جائے؟

حج 2007ء میں ایک پاکستانی خادم الحجاج، جس نے قومی پرچم والی شرٹ پہن رکھی تھی نے حرم کے اندر مجھے بتایا کہ پاکستان سے غالباً تین سو کی تعداد میں تین ماہ کے لیے خدام الحجاج حرمین شریفین تشریف لائے ہیں۔ یہ سب لوگ مختلف سرکاری اداروں کے ملازم ہیں۔ اس نے بتایا کہ ہم نے مفت حج کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہمیں مشاہرہ بھی ملے گا۔ لیکن افسوس کہ منیٰ میں جب ہم اپنا خیمہ بھول گئے تو ان خادمین میں سے ڈھونڈنے سے بھی کوئی نہیں ملا جو ہماری رہنمائی کرتا۔

حکومت کو چاہیے کہ خدام الحجاج میں ایسے لوگ بھیجیں جو خدمت کے جذبے سے سرشار ہوں نہ کہ وہ لوگ جو صرف سرکاری خرچ پر حج کرنے جاتے ہیں۔

مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ایک پاکستانی بزرگ، جو ہمارے گروپ کے ایک حاجی صاحب کے دوست تھے، نے ہمیں بتایا کہ وہ عرصہ چالیس سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں اور حرم مدنی کے قریب ہی ان کی بلڈنگ بھی ہے۔ انہوں نے ہمیں مدینہ منورہ میں اپنا فارم ہاؤس بھی دکھایا، مدینہ منورہ کے ٹافی انگور بھی کھلائے، ہوٹل حضر موت کے قریب ایک اچھے ہوٹل سے پر تکلف کھانا بھی کھلایا۔ ”انہوں نے بتایا کہ پاکستان سے حج سے متعلقہ لوگ میرے پاس آئے تھے کہ آپ اپنے ہوٹل میں فی کمرہ ایک عدد اضافی بیڈ لگا دیں اور فی حاجی پچاس ریال ہمیں دے دیں تو ہم اپنے حجاج کے لیے آپ کی بلڈنگ کرایہ پر لینے کے لیے تیار ہیں۔ وہ کہتے ہیں میں نے انہیں کہا کہ میں عرصہ چالیس سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوں مجھے شرم آتی ہے کہ میں ایسی بد دیانتی کا مرتکب ہوں، مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پڑوس سارے مفادات سے زیادہ عزیز ہے، لہٰذا میں نے ان سے معذرت کر لی کہ میں آپ کو بلڈنگ کرایہ پر نہیں دے سکتا“۔

معلوم نہیں کہ اس طرح کی کرپشن ہماری سرکار کے علم میں بھی ہے کہ نہیں؟

2007ء میں حج کے لیے گورنمنٹ سکیم کے تحت ایک لاکھ پچیس ہزار روپے فی کس جمع کروائے گئے تھے۔ 2009ء میں گورنمنٹ سکیم کے تحت دو لاکھ اڑتیس ہزار روپے جمع کروائے گئے۔ گورنمنٹ کی طرف سے صرف ایک سال کے اندر حج اخراجات دوگنا کر دیے گئے۔ کہا گیا کہ رہائشیں مہنگی ہو گئی ہیں۔ حالانکہ وہاں جا کر ہم نے دیکھا کہ جس رہائش گاہ میں ہم گزشتہ سال ٹھہرے تھے اس پر بھارت کا جھنڈا لگا ہوا تھا اور پاکستان کے تمام حجاج کی رہائش دور ہی تھی۔ ہماری رہائش اس مرتبہ کدئی میں تھی، یہ علاقہ حرم سے تقریباً دو کلومیٹر دور تھا اور ہمیں دو بسیں تبدیل کرنی پڑتیں۔ شائد یہی وجوہات تھیں جن کی وجہ سے اس وقت کے وزیر حج و مذہبی امور کو قانونی کاروائی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

ہم نے مورخہ 21 جنوری 2008ء کو مکہ مکرمہ چھوڑتے وقت حج کا آخری واجب، طوافِ وداع کیا۔ معلم کے آدمی نے رات کو ہی بتا دیا تھا کہ صبح گیارہ بجے سے پہلے پہلے طوافِ وداع کر لیں ہم نے فلائٹ سے آٹھ گھنٹے پہلے جدہ ائیرپورٹ پر پہنچنا ہے۔ چنانچہ ہم نے سامان باندھا اور انتظار کرنے لگے بسیں آ گئیں سامان رکھا اور اداس چہروں، غمگین دلوں اور بہتی آنکھوں کیساتھ مکہ مکرمہ سے چل پڑے۔ مصری ڈرائیور شکل سے ہی مسکین لگ رہا تھا۔ اس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں مسافر بھی ہوں اہل و عیال ہیں مجھے پورے حج کے موسم کا صرف ایک ہزار ریال ملنا ہے جو میری ضرورت کے لیے ناکافی ہے، میری مدد کر دیں۔ میں نے بس میں کھڑے ہو کر اس کی درخواست سب لوگوں تک پہنچائی کہ ہر بندہ ایک ایک ریال صدقہ سمجھ کر دے دے بیچارے کا بھلا ہو جائے گا ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ پچاس لوگوں میں سے چار پانچ راضی ہوئے بعض نے سخت مخالفت کی بعض مجھ پر برس پڑے۔ میں نے ان سے کہا کہ ایک ریال دیں یا نہ دیں، لیکن مہربانی فرما کر مجھے معاف رکھیں۔ انہی لوگوں نے جدہ ائیرپورٹ پہنچ کر اپنے فالتو سامان کی رشوت دینے کے لیے اپنے کل پیسوں سے کچھ ریال الگ کر لیے تھے۔ مجھے اس بات کا بے حد افسوس ہے کہ جدہ ائیرپورٹ پر تعینات پاکستانی عملے نے حاجیوں سے رشوت لے کر

فالتو سامان لیجانے کی اجازت دی یہ رقم گورنمنٹ کے کھاتے میں جمع ہونی چاہیئے تھی۔

یہ تو چند واقعات ہیں جن کا میں عینی شاہد ہوں۔ ایسا تو نہیں ہوسکتا کہ لاکھوں کے مجمعے میں یہ واقعات صرف میرے ساتھ ہی پیش آئے ہوں۔ بعض نے تو حاجیوں کو ایک دوسرے کو مارتے ہوئے لہولہان ہوتے بھی دیکھا ہے۔

حضرت جنید بغدادی کا ایک حاجی صاحب سے مکالمہ

ایک شخص حج بیت اللہ سے واپسی کے بعد حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت جنید نے اس سے دریافت فرمایا: جب تم نے میقات پر احرام پہنا تو اپنا لباس اُتارنے کے ساتھ انسانی فطرت کے خواص سے بھی خلاصی حاصل کی؟ جواب ملا نہیں۔ حضرت جنید نے کہا پھر تم نے احرام پہنا ہی نہیں۔

اچھا تم نے عرفات میں وقوف کیا تو ایک لمحہ اپنے رب کے ساتھ مراقبہ میں بھی بسر کیا؟ جواب ملا نہیں حضرت جنید نے کہا پھر تمہارا عرفات میں وقوف ہی نہیں ہوا۔

اچھا جب تم مزدلفہ میں پہنچے تو کیا اپنی تمام مادی خواہشات کو خیر باد کہہ دیا؟ جواب ملا نہیں حضرت جنید نے کہا پھر تمہارا مزدلفہ میں قیام کہاں ہوا؟

اچھا تم نے کعبہ کا طواف کیا تو کیا بیت الحرام میں اللہ کے غیر مادی حسن کا دیدار ہوا؟ جواب ملا نہیں۔ حضرت جنید نے کہا تو پھر تم نے کعبہ کا طواف ہی نہیں کیا۔

اچھا صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے تم نے اخلاص و پاکیزگی اور احسان کو پایا؟ جواب ملا نہیں حضرت جنید پھر تم نے سعی کی ہی نہیں۔

اچھا جب تم منیٰ گئے تو کیا تم نے اپنی خواہش کا خاتمہ کر دیا۔ جواب ملا نہیں حضرت جنید نے کہا کہ پھر تم منی پہنچے ہی نہیں۔

اچھا جب تم نے قربانی دی تو کیا اپنی خواہشات کو بھی قربان کیا؟ جواب ملا نہیں۔ حضرت جنید نے کہا کہ پھر تم نے قربانی ہی نہیں دی۔

اچھا جب رمی جمرات کرتے ہوئے کنکریاں پھینکیں تو کیا تم نے حیوانی خواہشات کو بھی پھینک دیا؟ جواب ملا نہیں حضرت جنید نے کہا کہ پھر تم نے رمی ہی نہیں کی۔ (حج مبرور، ص 41)

اس مکالمے سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ظاہری طور پر تو وہ آدمی فریضہ حج کی ادائیگی کر کے لوٹا تھا لیکن باطنی طور پر کورا تھا جیسے وہ مقامات حج پر گیا ہی نہیں۔

حج جتنی اہم عبادت ہے اس کا اتنا ہی خیال نہیں رکھا جاتا۔ بعض حجاج کرام حج کے اہم اور مقدس ایام بھی اپنی سابقہ روٹین میں عام دنوں کی طرح گزار دیتے ہیں اور ان کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ وہ حج کرنے آئے ہیں۔ کچھ عرصہ مکہ مکرمہ میں گزار کر ہم نام کے تو حاجی ہو جاتے ہیں کچھ الحاج بھی ہو جاتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سال لاکھوں فرزندان توحید حج کا فریضہ ادا کرتے ہیں اور اتنی تعداد میں ہی عمرہ بھی کرتے ہیں، لیکن ہماری زندگیوں میں انقلاب کیوں نہیں آتا؟ معاشرے پر ہمارے حج کے اثرات مرتب کیوں نہیں ہوتے؟ ذرا سوچیں جتنی لمبی ہمارے گناہوں کی فہرست ہے اگر اس پر بارگاہ الٰہی سے باز پرس ہوئی اور اس پر فرد جرم عائد کر دی گئی تو کون بچ سکے گا؟

ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے حج مبرور وہ ہے، جس میں ریا اور فریب اور فسق و فجور اور فحش باتیں نہ ہوں اور حلال مال سے کیا جائے اور بعضوں نے کہا حج مبرور حج مقبول کو کہتے ہیں۔ علامت اس کی یہ ہے کہ حج کے بعد وہ آدمی پہلے سے بہتر ہو جائے اور پھر گناہوں میں نہ پھنسے۔

ارضِ اسلام ارضِ قرآں ہے
یہ زمیں افتخار ایماں ہے
اس کے راحت نصیب قریوں میں
روشنی کے سفر کا ساماں ہے

صحراؤں کے پہلو میں جو آباد زمیں ہے
صدیوں سے جہاں آج بھی آدم ہی مکیں ہے
تہذیب کی مٹی سے جڑا سادہ سا قریہ
تعمیر کی دنیا میں یہ تصویر حسیں ہے

امن و سلامتی کا پیمبر یہ دین ہے
اسلام حوصلوں کی کشادہ زمین ہے
انسانیت ہے دین مکمل کی وہ اساس
جس سے کہ اس جہان کی روشن جبین ہے

پہلی اذاں کے نور سے مہکی تھی یہ زمیں
اب تک سماعتوں میں ہے توحید جاگزیں
یہ سرزمیں ہے اوجِ کرم آسمان کا
ذرّے بھی اس کے عرشِ معلّیٰ کے جانشیں

(ہدیہ اشعار: جناب فیض رسول صاحب)

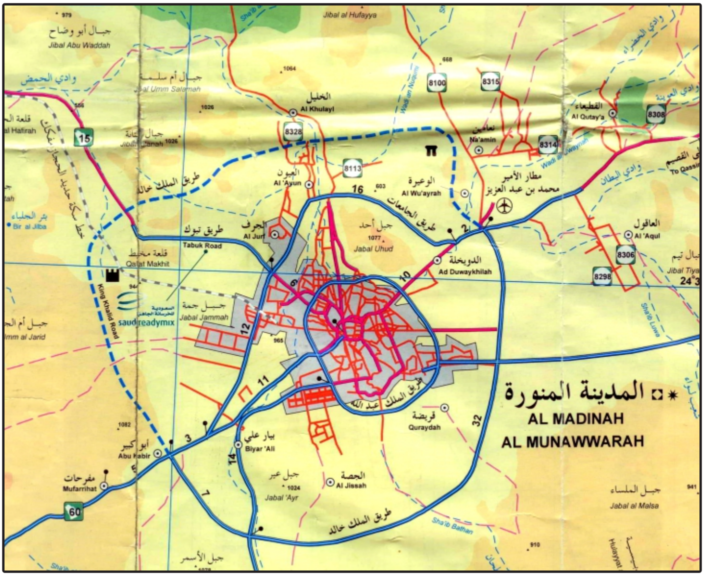

نقشہ مدینہ منورہ

روضہ اقدس کی طرف سے مسجدِ نبوی کا منظر

مسجدِ نبوی شریف

مسجدِ قباء، مدینہ منورہ

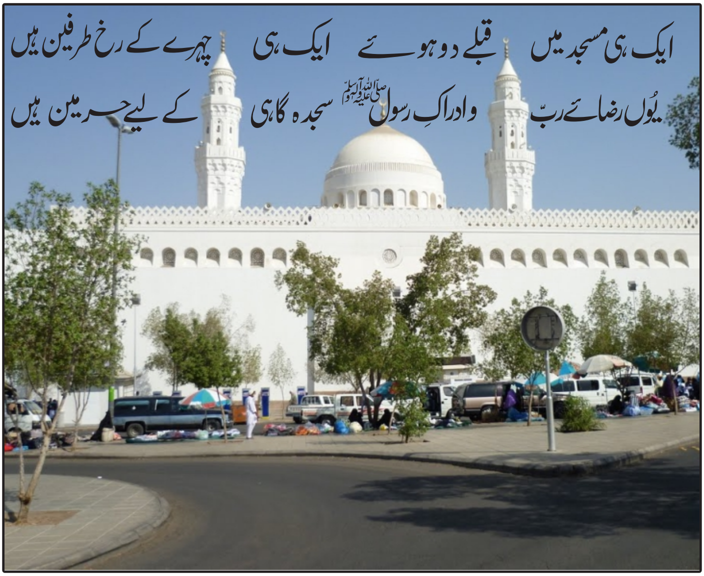

مسجدِ قبلتین، مدینہ منورہ

مسجدِ بلال، مدینہ منورہ

مسجدِ غمامہ، مدینہ منورہ

مسجدِ جمعہ، مدینہ منورہ

مسجدِ الفتح، مدینہ منورہ

مسجدِ میقات، ذوالحلیفہ مدینہ منورہ

جنت البقیع، مدینہ منورہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کنواں، مدینہ منورہ

جبلِ اُحد، مدینہ منورہ

مسجدِ نبوی شریف صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قدیم ماڈل اور حجرات اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن

مواجہہ شریفہ

مسجدِ نبوی شریف

مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مدینہ منورہ روئے زمین کے دو مقدس ترین شہروں میں سے ایک ہے ۔یہ شہر آپ ﷺ کی ہجرت گاہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسکن بھی۔اس لئے مدینہ منورہ سے ہر مسلمان کی عقیدت ومحبت آپ ﷺ کی ذات گرامی کی وجہ سے ہے۔ابوفراس ہمدانی نے کیا خوب کہا ہے:

وَ مِنۡ مَذۡهَبِیۡ حُبَّ الدِّیَارِ لِاَهۡلِهَا

اور میرا مذہب یہ ہے کہ گھروں سے محبت، گھروں کے ساکنان کی وجہ سے ہے۔

چنانچہ ہر حاجی اور معتمر کی یہ دلی خواہش ہوتی ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریف کی زیارت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پاک (قبر نبوی شریف) پر حاضر ہوکر درود وسلام پیش کرے۔خوش قسمتی سے ان کو یہ موقع سفرِ حج وعمرہ میں ہی میسر آتا ہے۔لوگ گورنمنٹ سکیم کے تحت حج کریں یا پرائیوٹ ٹور آپریٹرز کے ذریعے، دونوں صورتوں میں بعض حجاج ادائیگی حج سے پہلے اور بعض حج کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوتے ہیں۔اور عام طور پر یہاں آٹھ دن ٹھہرتے ہیں۔

حج 2007ء بمطابق 1428 ہجری مقدس میں ہمارے شیڈول میں قیام مدینہ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد تھا۔ چنانچہ معلم کے نمائندے نے رات کو ہی ہمیں اطلاع دے دی کہ ان شاءاللہ صبح یعنی 12 جنوری 2008ء کو ہم نے مدینہ منورہ روانہ ہونا ہے یہ پیغام سنا تو میری سوچیں مدینہ منورہ کی سرزمین کی طرف اس طرح منتقل ہوگئیں کہ پوری تاریخ نظروں کے سامنے آگئی۔

مدینہ منورہ کی مختصر تاریخ

مدینہ منورہ کو اسلامی تاریخ میں ایک نہایت اہم مقام حاصل ہے۔آپ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل مدینہ منورہ کا نام یثرب تھا۔اُس وقت یہاں دو بڑے خاندن سکونت پذیر تھے۔

ایک یہودی اور دوسرے اوس و خزرج۔ لیکن ان دونوں خاندانوں میں سے کسی نے یثرب کو آباد نہیں کیا تھا۔ بلکہ یہود کے آنے سے قبل یثرب قوم عمالقہ کا مسکن تھا جو حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ سید سلیمان ندوی کی تحقیق کے مطابق عمالیق 2200 ق م میں مصر کے حکمران تھے۔ اور 1600 ق م میں وہاں سے نکالے گئے۔ اس بنا پر تعمیر شہر کا زمانہ 1600 قبل مسیح اور 2200 قبل مسیح کے درمیان ہے۔ عمالیق کے بعد یہاں سب سے اول یہود آ کر آباد ہوئے اس کے بعد قبیلہ ازد کی دو شاخیں اوس اور خزرج یہاں آ کر آباد ہوئیں، یہ اوس اور خزرج وہی قبائل ہیں جن کا لقب اسلام میں انصار ہوا، اور جنہوں نے اس کام کی دعوت اولین قبول کی''۔ مورخین نے یہود کی یہاں آمد کے تقریباً دو ادوار بیان کیے ہیں۔ پہلا دور جب بابلی حکمران بُخت نصر نے 586 قبل مسیح میں بیت المقدّس کو تباہ و برباد کر دیا، تورات کو جلا دیا اور تمام یہودیوں کو گرفتار کر کے بابل لے گیا۔ بنی اسرائیل کے کئی قبائل ناپید ہو گئے۔۔ بُخت نصر کی موت کے بعد ایرانیوں نے شام پر قبضہ کیا تو یہودیوں کو آنے کی اجازت دے دی۔ ایرانیوں کے بعد مُلک سکندر اعظم کے قبضے میں چلا گیا۔ سکندر اعظم کی موت کے بعد یہودیوں نے 141 ق م میں یونانی غلامی سے چھٹکارا پا کر ایک ریاست قائم کر لی۔ دوسرا دور جب 70ء میں Titus رومی جس کا مذہب عیسائیت تھا، نے بیت المقدّس کو اس طرح تاراج کیا کہ ڈیڑھ لاکھ یہودی قتل ہوئے۔ ستر ہزار کے قریب غلام بنا لیے گئے۔ رومی ان کی خوبصورت عورتوں کو لونڈیاں بنا کر ساتھ لے گئے۔ اس طرح رومیوں نے ان کو فلسطین سے بے دخل کر دیا اور فلسطین میں ان کی آبادی ختم ہو گئی۔ یہ تھے وہ حالات جن کی وجہ سے یہود نے یثرب میں آ کر پناہ لی۔ ان کے مشہور قبائل یہ تھے۔ بنی مُصطلق، بنی قُریظہ، بنو قینقاع اور بنو نظیر وغیرہ۔

ظہور قدسی کے وقت یثرب میں آباد دوسرا بڑا خاندان اوس اور خزرج کا تھا۔ یہ قحطانی عرب تھے جو یمن میں آباد تھے۔ مورخین کے مطابق ان کی یثرب میں آمد کی بڑی وجہ سیل عرم تھا جس کا ذکر قرآن کریم کی سورۃ السبا (34:16) میں ہے۔ بعض مورخین نے سیل عرم سے پہلے بھی ان

کے کچھ قبائل کی یمن سے ہجرت کا ذکر کیا ہے۔سیل عرم کے زمانے میں بھی اختلاف ہے۔بعض مفسرین نے ایک کتبے کی بنیاد پراس کے زمانہ کا تعین 542ء یا 543ء کیا ہے جو یمن کے حبشی گورنر ابرہہ نے سدّ مارب کی مرمت کرانے کے بعد دیوار پر نصب کرایا تھا لیکن یہ محل نظر ہے۔بعض کے مطابق یہ واقعہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درمیانی عہد کا ہے۔ان کے خیال میں یہ غالباً اس واقعہ کے بعد ہوا جس کا ذکر قرآن میں ہے۔صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ اوس اور خزرج تیسری صدی عیسوی کے شروع میں وارد ہوئے۔

بہرکیف اوس اور خزرج نے یمن سے یثرب کی طرف ہجرت کی اور یہودیوں کے ساتھ امن وسکون سے رہنے لگے۔یہاں بعض مورخین نے ایک عجیب واقعہ بیان کیا ہے۔کہ ”یہودیوں کا ایک رئیس فطیون نہایت عیاش ومکار تھا۔اس کا حکم تھا کہ شہر میں جو لڑکی بیاہی جائے وہ پہلے اس کے عشرت کدہ میں لائی جائے۔یہود نے تو اس بے حیائی کو گوارا کرلیا تھا لیکن جب انصار کی نوبت آئی تو انہوں نے سرتابی کی۔اس زمانہ میں انصار کا سردار ایک شخص مالک بن عجلان تھا۔اس کی بہن کی شادی ہوئی تو وہ عین شادی کے دن گھر سے نکلی اور اپنے بھائی مالک بن عجلان کے سامنے سے بے حجابانہ گزری۔مالک کو غیرت آئی اُٹھ کر گھر آیا اور بہن پر بہت خفا ہوا،بہن نے کہا کہ آپ کا غصّہ تو ٹھیک ہے لیکن کل فطیون کی خلوت میں جو جانا ہوگا وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔یہ جملہ مالک کے لیے تازیانۂ عبرت ثابت ہوا۔دوسرے دن جب اس کی بہن دلہن بن کر فطیون کی خلوت گاہ میں گئی تو مالک بھی زنانے کپڑے پہن کر سہیلیوں کے ساتھ گیا۔اور فطیون کو قتل کر کے ملک شام کی طرف بھاگ گیا۔یہاں غسّانیوں کی حکومت تھی۔ان کے حکمران وقت نے مالک کی زبانی یہ حالات سنے تو ایک فوج گراں لے کر آیا اوس وخزرج کے رؤسا کو بلا کر ان کو انعام واکرام سے نوازا۔پھر رؤسا یہود کی دعوت کی اور ایک ایک کو دھوکے سے قتل کرادیا۔اس طرح یہود کا زور ٹوٹ گیا اور انصار نے نئے سرے سے قوت حاصل کی۔“

ایک مدت تک یہود، اوس وخزرج کے قبائل کے ساتھ اتفاق سے رہتے رہے۔ یہود

نے ان دونوں کے ساتھ معاہدے بھی کر رکھے تھے۔ لیکن اوس اور خزرج کی بڑھتی ہوئی تعداد اور طاقت سے خائف ہو کر یہود نے نا صرف ان قبائل سے معاہدے توڑ دیئے بلکہ اپنے سازشی ذہن کی وجہ سے ان دونوں قبائل کے درمیان عداوت پیدا کر دی، جس کے نتیجے میں ان کے درمیان طویل جنگ بعاث چھڑ گئی۔ اس جنگ میں ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے، تا آنکہ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے اس جنگ کا اختتام ہوا اور انصار آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ جس کا ذکر قرآن کی سورۃ آل عمران (113:3) میں ہے ''اور تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی۔ پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے حالانکہ تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکے تھے اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔''

بے زبانوں کو زمانے میں صدا بخشی ہے
آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے بجھتے چراغوں کو ضیا بخشی ہے
دے کے تہذیب کی مٹّی کو کرم کا پانی
عہد بیمار کو رحمت سے شفا بخشی ہے

ہجرت مدینہ

ہجرت مدینہ دین اسلام کا ایک نہایت ہی اہم باب ہے۔ قریش کی اسلام دشمنی کی وجہ سے حالات تیزی سے اس بات کا تقاضا کر رہے تھے کہ آپ ﷺ مکہ سے ہجرت کر جائیں۔ چونکہ اللہ کا رسول، اللہ کے اذن کے بغیر ہجرت نہیں کرتا، اس لیے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہجرت کی دُعا سکھائی گئی تھی، جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل آیت (80:17) سے ظاہر ہے: فرمایا اور دعا کیجیے! اے میرے رب، داخل کر مجھے عزت اور سچائی کا داخل کرنا، اور مجھے نکال عزت اور سچائی کا نکالنا، اور عطا کر مجھے اپنے پاس سے، اقتدار مدد کرنے والا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب جو وحی کی ہی ایک قسم ہے کے ذریعے ہجرت گاہ بھی دکھا دی گئی تھی جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس زمانہ میں مکہ مکرمہ میں ہی تھے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مسلمانوں سے فرما دیا تھا کہ تمہاری ہجرت گاہ مجھے خواب میں دکھا دی گئی ہے جو دو پتھریلی زمینوں کے درمیان واقع ہے اور اس میں کھجور کے درخت بہت ہیں۔

(مسند احمد: جلد نہم: حدیث نمبر 5559)

ریاست امورِ واجبیہ میں سے ہے۔ کوئی بھی نظریہ اس وقت تک کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوتا جب تک اس کو ریاست کی نصرت و تائید، سرپرستی اور قوت حاصل نہ ہو۔ وہ انبیاء کرام علیہم السلام جن کو ریاست نہیں دی گئی ان کی دعوت لوگوں نے اس طرح نہیں سنی جس طرح ان کی جن کو ریاست عطا کی گئی۔ جو الہامی نظریہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر چلے تھے اس کی کامیابی کے لیے ریاست کی صورت میں قوت و طاقت کی ضرورت تھی، جو مکہ میں بے پناہ کوششوں کے باوجود بھی میسر نہ آسکی، صرف چند لوگوں نے ہی آپ کا ساتھ دیا۔ مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرہ برس دعوت و تبلیغ جاری رکھی لیکن بہت کم لوگ ہی مسلمان ہوئے۔ لیکن اس کے برعکس جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے وہاں جا کر مدینہ کی شہری ریاست کی بنیاد رکھی تو اقتدار اور اختیار کی زندگی وجود میں آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر ریاست تشکیل نہ دیتے تو اسلام اتنی تیزی سے لوگوں کی زندگیوں میں داخل نہ ہوتا۔ قرآن کریم نے اس کو ہائی لائٹ کیا ہے: وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا [2:110]۔ نصرت فتح اور لوگوں کا اسلام میں فوج در فوج داخل ہونے کا دور ہجرت کے ایک سال بعد شروع ہو گیا تھا۔ اس طرح اسلام میں داخل ہونے والے ان لوگوں کے زیرِ کنٹرول علاقہ بھی ریاست مدینہ کا حصہ بنتا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں ایک لاکھ سے زیادہ صحابہؓ ساتھ تھے۔ مکہ کی تیرہ سالہ دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں سینکڑوں لوگ مسلمان ہوئے جبکہ مدینہ منورہ کی دس سالہ دعوت و تبلیغ میں لاکھوں لوگ مسلمان ہو گئے۔

ہجرت مدینہ کے وقت آپ ﷺ اپنے رفیقِ سفر حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے ہمراہ غارِ ثور پہنچے جس کا تذکرہ سورہ توبہ آیت 40 میں ہے۔ غارِ ثور میں قیام کے دوران سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کی سعادت مند اولاد عبداللہ بن ابوبکرؓ، اسماء بنت ابوبکرؓ اور غلام عامر بن فہیرہ غار میں خوراک اور دودھ وغیرہ پہنچاتے رہے۔ اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ ﷺ کو حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے خاندان پر کتنا اعتماد تھا۔ ہجرت کے اس سفر سے جو دوسرے فرد باخبر تھے وہ سیّدنا علی ؓ تھے جن کو حکم تھا کہ مکہ والوں کی امانتیں واپس کر کے مدینہ آجانا۔ آپ ﷺ کا ہجرت مدینہ میں عبداللہ بن اریقط لیثی، جو صحرائی اور بیابانی راستوں کا ماہر تھا سے پہلے ہی اجرت پر مدینہ منورہ پہنچنے کے لیے گائیڈ کے فرائض دینے کا معاملہ طے ہو چکا تھا۔ اس پاکیزہ قافلے کا پہلا پڑاؤ اُم معبد کا خیمہ تھا۔ ادھر مکہ میں ایک آواز سنائی دیتی تھی، کوئی بلند آواز سے چند اشعار پڑھتا تھا مگر نظر نہیں آتا تھا۔

جَزَى اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ خَيْرَ جَزَائِهِ رَفِيقَيْنِ حَلَّا خَيْمَتَيْ اُمِّ مَعْبَدِ

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کا بیان ہے کہ ہمیں معلوم نہ تھا کہ آپ ﷺ کس طرف گئے ہیں، لیکن مکہ کے نشیبی حصّہ میں سے کسی جِن نے آکر ان اشعار کو سنایا، لوگ اس کے پیچھے آواز سن کر چلتے تھے لیکن کسی کو دیکھ نہیں پاتے تھے، پھر وہ بالائی حصّہ سے نکل گیا۔ اسماءؓ کہتی ہیں کہ ان اشعار کو سن کر ہم نے سمجھ لیا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے گئے ہیں۔ (الرحیق المختوم) ہجرت مدینہ میں سراقہ بن مالک مدلجی نے سو سرخ اونٹوں کے لالچ میں آپ ﷺ کا تعاقب کیا تھا لیکن اُس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ بالآخر آپ ﷺ سے امان کی درخواست کی۔ امان لکھ دی گئی۔ فتح مکہ کے بعد جب نبی رحمت ﷺ حنین اور طائف کے غزوات سے فارغ ہو کر جعرانہ میں تشریف فرما تھے تو سراقہ وہ امان نامہ لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی میں سراقہ بن جعشم ہوں اور یہ آپ ﷺ کا امان نامہ ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا آج وفائے عہد اور نیکی کا دن ہے میرے قریب آجاؤ۔ مدلج قبائل کا مسکن مدینہ کے مغرب میں ساحل کے قریب واقع مقام رابغ کے قریب ہی تھا۔ رابغ حج وعمرہ والوں کی میقات بھی ہے اور ان کی بھی جو اس راستہ سے آئیں۔

اُمِ معبد خزرجی پختہ عمر کی باعفت مہمان نواز اور باوقار عورت جن کے خیمہ میں آپ کچھ دیر کیلئے ٹھہرے، قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتی تھیں۔گائیڈ عبداللہ بن اریقط لیثی نے مدینہ جانے والے تجارتی قافلوں کے راستے سے الگ ساحلی راستہ اختیار کیا تھا اور معروف راستے کو بار بار کاٹتا رہا حتیٰ کہ قبا پہنچ گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ سفر مبارک 23 ستمبر 622ء کو آٹھ دن میں مکمل ہوا۔اسی روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو پورے تیرہ سال مکمل ہو گئے ۔ مدینہ منورہ کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والہانہ استقبال کے لیے چشم براہ تھے۔بچیاں کہہ رہی تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاع
وَ جَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاع
اَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِيْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاع

ہم پر چودھویں کا چاند نکل آیا ہے، کوہ وداع کی مبارک پہاڑیوں سے۔

ہم پر اللہ کا شکر لازم ہے۔ جب تک کوئی بھی اللہ کو پکارنے والا باقی رہے۔

اے ہماری طرف تشریف لانے والے آپ ایسا حکم لائے ہیں۔جس کی اطاعت ضروری ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ میں قیام کا ذکر قیس بن صرمۃ انصاری رضی اللہ عنہ کے اشعار میں یوں ہے:

(ترجمہ) جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے یہاں آ کر مقیم ہو گئے۔اور مدینہ میں خوش و راضی رہنے لگے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی کے ظلم اور زیادتی کا اندیشہ باقی نہ رہا۔

تو ہم نے لڑائی وغیرہ کے مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جان و مال کی قربانی پیش کی۔

ہمارا دوست بھی اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی رکھے تو ہم اس کے دشمن ہیں۔

ہمارا یقین ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اس کی کتاب ہماری رہنما ہے۔ (زاد المعاد)

خطّاط بھی ، شاعر بھی مدینے کے مکیں تھے
حق گو تھے ، وفادار تھے، ایماں کے نگیں تھے
اَفلاک کے دَر اُن کے تصوّر پہ تھے قرباں
وہ جشم رِسالت کی طرح دار زمیں تھے

مدینہ کی مثالی ریاست کی بنیاد

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ذکر کیا گیا آپ ﷺ کی ہجرت مدینہ ایک حکمت عملی کے تحت تھی۔ ہجرت کی اجازت طلب کرنے کا حکم بھی آ چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب کے ذریعے اطلاع بھی دے دی گئی تھی۔ کفار مکہ کے بے پناہ مظالم اور خطرناک تدبیروں نے مکہ مکرمہ کی فضا کو اسلام کے پھیلاؤ کے لیے اس قدر ناساز گار بنا دیا تھا کہ آپ ﷺ کو اپنے آبائی وطن سے نکلنا پڑا، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ کو چھوڑنے کا ارادہ نہ فرماتے، جیسا کہ حدیث شریف سے ظاہر ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہر مکہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

تُو کس قدر اچھا شہر ہے اور مجھے کتنا محبوب ہے۔ اگر میری قوم نے مجھے نکالا نہ ہوتا تو میں تیرے سوا (کسی دوسرے شہر میں) رہائش پذیر نہ ہوتا۔

اہل مدینہ نے اپنی بچیوں کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پیغام دے دیا کہ جو حکم آپ ساتھ لائے ہیں اس کی اطاعت ہم پر ضروری ہے۔ جئتَ بِالاَمرِ المُطَاع۔

فلپ کے ہٹی اپنی کتاب History of The Arabs کے صفحہ 116 پر لکھتا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا استقبال (Honourable Chief) کے طور پر ہوا۔

مدینہ کی مثالی ریاست کے بارے میں تو ضخیم کتابیں لکھی گئی ہیں۔ میں تو صرف وہ باتیں احاطہ تحریر میں لا رہا ہوں جو عقیدتوں کے ان اسفار میں میری سوچوں کا محور بنیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو کئی مسائل کا سامنا تھا۔ جن میں سرفہرست شریعت کے احکامات کا نفاذ

تھا، اس کے ساتھ ساتھ مہاجرین کی آبادکاری، معاشی مسائل، امن وامان وغیرہ کے مسائل بھی تھے جو اپنی جگہ بہت اہم تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سب کا بہترین بندوبست فرمایا۔

مہاجرین کی آبادکاری:

روٹی، کپڑا اور مکان انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہیں۔ مکہ سے ہجرت کرنے والے مسلمان بالکل بے سروسامانی کی حالت میں مدینہ آئے تھے۔ ان کے اہل وعیال اور مال ومتاع مکہ میں رہ گئے۔ حالانکہ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کا شمار امراء میں ہوتا تھا۔ یہ حالات کسی ایسی حکمت عملی کا تقاضا کر رہے تھے کہ یہ مسائل فوری حل ہو جائیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں کئی اقدامات فرمائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہجرت کے پہلے سال ہی ''مواخات'' کے لیے قانون سازی کی۔ کہا جاتا ہے کہ کوئی بھی مہاجر باقی نہ رہا جس کی کسی انصاری کے ساتھ مواخات نہ قائم ہوئی ہو۔ انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کے لیے اس قدر قربانیاں دیں کہ تاریخ انسانی ایسی مثالیں دینے سے قاصر ہے۔ قرآن کریم نے سورۃ الحشر آیت 9 میں انصار کے اس جذبے کی مدح و تعریف کی ہے۔ فرمایا: اور (ان کے لئے) جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کتنی ہی سخت حاجت ہو (بات یہ ہے) کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب اور بامراد ہے۔

اس طرح تمام مسلمان معاشی طور پر اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو گئے۔

غریب مہاجرین کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دوسرا اقدام صفہ کی صورت میں تھا۔ ''اصحاب صفہ'' اصل میں تو یہ ان غریب الوطن صحابہ کرامؓ کی رہائش گاہ تھی جن کے گھر نہیں تھے۔ یہ چبوترا اسلام کی پہلی درس گاہ بھی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اصحاب صفہ کی دیکھ بھال اور تربیت خود فرماتے تھے۔

امن واستحکام:

امن و امان ریاست کے استحکام کی بنیادی ضرورت ہے۔آپ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے مدینہ کی آبادی کا بیشتر حصہ مسلمان ہو چکا تھا جو اوس اور خزرج پر مشتمل تھا، جبکہ یہودی قبائل کی اکثریت اپنے مذہب پر قائم تھی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریاست کے استحکام کے لیے ایک دستاویز تیار کی جس کو ''میثاق مدینہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔بقول ڈاکٹر حمید اللہ میثاق مدینہ دنیا کا پہلا تحریری دستور ہے۔

سیرت نگاروں کے مطابق دستور مدینہ کے دو وثیقے تھے۔ ایک یہودیوں کے ساتھ اور دوسرا مہاجرین وانصار کے مابین، لیکن مورخین نے ان دونوں کو یکجا کر دیا۔ یہ معاہدہ 52 دفعات پر مشتمل تھا اس کی 25 دفعات مسلمانوں کے متعلق ہیں اور 27 دفعات یہودیوں کے حقوق و فرائض سے متعلق ہیں۔

مدینہ منورہ کے اس دستور کی رو سے کسی بھی اختلاف کی صورت میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ یوں مدینہ کے تمام قبائل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا فیصلہ ساز سیاسی قائد تسلیم کرنے پر متفق ہو گئے۔اس معاہدے سے دس ہزار کی آبادی پر مشتمل مدینہ ایک ریاست میں تبدیل ہو گیا جس کی سربراہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھی یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقتدر اعلیٰ مان لیا اور حدود حرم کو تسلیم کر لیا۔

ان معاہدات سے آپ نے دوست بڑھائے اور دشمن کم کیے۔

احکامات کا نفاذ:

ریاست مدینہ کا رول ماڈل اس طرح تیار ہوا کہ آپ ﷺ نے اس میں قرآن کے احکامات عملاً نافذ کیے۔ اپنے پیروکاروں کی کردار سازی کی، ان کے دل فتح کیے نتیجتاً سر خود بخود جھک گئے۔ مکی زندگی میں عقائد پر زور دیا گیا مدنی زندگی میں احکامات شریعت نافذ کئے گئے۔ حدود اللہ نافذ کی گئیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جس ریاست کا صرف پانچ مربع میل کی حدود

سے آغاز کیا گیا تھا وہ دس سال کے قلیل عرصے میں دس لاکھ مربع میل تک پھیل گئی۔

شہر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ثقافتِ اسلام کا امیں
روشن اِسی چراغ سے تہذیب عالمیں
سیکھے یہیں سے آدم خاکی رُموزِ عِشق
تاریخ اِسی کے پہلو میں ہوتی ہے سجدہ بیں

آج بھی اگر ریاست مدینہ کی طرز پر ریاست قائم کرنی ہے تو نصاب بھی وہی ہوگا۔ اسلامی قانون قرآن وسنت سے ماخوذ ہوگا۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ شراب کی حرمت کا بل ایک ہندو پیش کرے اور کہے کہ اقلیتیں شراب کی وجہ سے بدنام ہورہی ہیں۔ شراب کشید کرنے یا امپورٹ کرنے کا لائسنس تو بوٹا مسیح کے نام پر ہے لیکن پیتا محمد بوٹا ہے۔ اس لیے شراب کو ملکی قانون میں سب کے لیے حرام قرار دیا جائے۔ لیکن بہت ہی افسوس ناک ایک مسلمان ملک جو ریاست مدینہ کا بھی دعویدار ہو، کے ارکان پارلیمنٹ اس کی مخالفت کریں۔ احکام شریعت کی تنفیذ کسی بھی جدید ریاست اسلامی کے لیے بنیادی چیز ہے۔ اگر یہ نہیں تو ریاست مدینہ کا نعرہ محض فریب ہے۔ قرآن کا فیصلہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔ اسی رکوع کی آیت نمبر 45 میں ایسے لوگوں کو ظالم کہا گیا اور آیت نمبر 47 میں ایسے لوگوں کو فاسق کہا گیا ہے۔

مدینہ کی راہ میں

ہمارا قافلہ حجاج 12 جنوری 2008ء کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ روانہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرتِ مدینہ میں جو سفر مبارک اختیار فرمایا تھا، میری خواہش تھی کہ اس راستے پر مجھے بھی سفر کی سعادت حاصل ہو۔ چنانچہ الحمد للہ وہ دن آ ہی گیا۔ ہم سب نے رات کو ہی اپنا ضروری سامان باندھ لیا تھا اور راستے میں استعمال کے لیے ضرورت کے مطابق اشیائے خورد ونوش بھی خرید لیں تھیں، بہت ہی آرام دہ بس کے ذریعے ہم مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے۔

اس متبرک راستے میں آنے والے مقامات اور وادیوں کے نام لکھنے کے لیے میں نے کاپی پنسل ہاتھ میں لیں اور بس میں کھڑکی کی جانب سیٹ پر بیٹھ گیا تاکہ سامنے آنے والے سائن بورڈز (مائل سٹون) وغیرہ واضح طور پر نظر آسکیں۔ بس تقریباً پون گھنٹہ مکہ مکرمہ کی پاکیزہ گلیوں اور راستوں سے نکل کر الشمیسی چیک پوسٹ پر پہنچی جہاں بس میں سوار پچاس حجاج کا اندراج کیا گیا۔ اس سے پہلے کنڈیکٹر نے ہم سب کے پاسپورٹ ہمیں دے دیے تھے کہ اپنے اپنے پاسپورٹ چیک کر کے تسلی کر لیں پھر تھوڑی دیر بعد واپس لے لیے۔

ہم جب پاکستان سے فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے حجاز مقدس آئے تھے تو مکہ مکرمہ جاتے ہوئے اسی مقام سے گزرے تھے جہاں اللہ کے مہمانوں کی بسکٹ، زمزم، کھجوروں اور جوس کے پیکٹس سے تواضع بھی کی گئی تھی۔ عموماً اس چیکنگ اور اندراج میں آدھا گھنٹہ لگ جاتا ہے۔ اسی دوران بعض لوگ واش روم وغیرہ بھی استعمال کر لیتے ہیں لیکن ذمہ دار مسافر ایسے معاملات سفر شروع کرنے سے پہلے ہی کر لیتے ہیں تاکہ راستے میں کوئی پریشانی نہ ہو۔ ہم بھی ایسا کر چکے تھے اس لیے بس سے اترنے کی نوبت پیش نہیں آئی۔

بس الشمیسی سے روانہ ہوئی۔ سفر میں جس مقام سے بھی گزرتی، میں اس کا نام لکھ لیتا۔ تقریباً تمام مقامات اور آبادیاں موٹروے سے دور دور تھیں لیکن بڑے بڑے بورڈز سے بخوبی نام وغیرہ کا پتہ چل جاتا تھا۔ سڑک کے قریب بھی چھوٹی بڑی آبادیاں تھیں۔ راستے میں سنگلاخ پہاڑ اور بے آب و گیاہ میدان تھے جہاں کہیں کہیں خودرو پودوں اور جھاڑیوں کے درخت نظر آرہے تھے اور بعض جگہوں پر اونٹ کے ریوڑ چر رہے تھے۔ پہلی مرتبہ مشاہدہ ہوا کہ اونٹوں میں سفید اور کالے رنگ کے اونٹ بھی تھے، اس سے پہلے تو ہم نے پاکستان میں صرف خاکی رنگ کے اونٹ ہی دیکھے تھے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے راستے میں پہاڑوں کے کئی رنگ ہیں۔ مکہ مکرمہ کی حدود تک ان پہاڑوں کا رنگ سیاہی مائل ہے چلتے جائیں تو بھورے رنگ کے بھی ہیں۔ براؤن رنگ کی پہاڑیوں کا بھی ایک سلسلہ ہے جس کے کئی شیڈ ہیں۔ جب مدینہ منورہ کی حدود قریب آتی جاتی

ہیں تو چھوٹے چھوٹے سرخی مائل پہاڑ زیادہ ہیں جیسے اُحد پہاڑ کا رنگ دور سے سرخی مائل نظر آتا ہے۔ایک خیال جو بار بار میرے ذہن میں اُبھرا مکہ مکرمہ میں بھی، منیٰ میں بھی، عرفات اور مزدلفہ میں بھی اور اب مدینہ منورہ کے راستے میں بھی کہ کبھی ان بلند و بالا پہاڑوں اور صحراؤں اور وادیوں پر آپ ﷺ کی نظر مبارک تو پڑی تھی لہٰذا میں جب بھی مکہ مکرمہ کی گلیوں اور راستوں سے گزرتا سارے راستے ان پہاڑوں اور وادیوں کو بڑے شوق سے دیکھنے کی سعادت حاصل کرتا۔ یہ تو حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں کہ جو مکہ مکرمہ میں میرے مبعوث ہونے سے پہلے مجھ پر سلام کیا کرتا تھا۔

مدینہ منورہ کے راستے میں تقریباً دو تین ہی ہوٹل ہیں اور ان کے ساتھ مساجد بھی تعمیر کی گئی ہیں جہاں لوگ واش روم استعمال کرتے، وضو کرتے، نماز کا وقت ہو تو نماز پڑھتے ہیں اور کھانا تناول کرتے ہیں۔ ہم بھی راستے میں دو مرتبہ رُکے۔ ہوٹل میں کھانا آسانی سے اور مناسب قیمتوں پر دستیاب تھا۔ ایک خاص بات جو حجاج نے نوٹ کی وہ باتھ رومز کا سسٹم تھا۔ جس تعداد میں حاجی اور معتمرین یہاں رکتے ہیں اس حساب سے صفائی ستھرائی کا نظام بالکل ہی ناکافی تھا۔ شائد ہوٹل مالکان یا مساجد کی انتظامیہ نے اس طرف توجہ ہی نہیں دی۔ اس کو بہتر بنانے کی بہت ضرورت محسوس کی گئی۔

مدینہ منورہ کے راستے میں دوسری مرتبہ صرف چائے وغیرہ پینے کے لیے رکے کیونکہ بس کا ڈرائیور مصری تھا اس کو قہوہ وغیرہ کی حاجت تھی اس کے ساتھ بعض حاجیوں نے بھی موقعہ سے فائدہ اٹھایا۔ دوسری جگہ ہماری بس ڈیزل ڈلوانے کے لیے ایک پمپ پر کھڑی ہوئی۔ پاکستان کے مقابلے میں پٹرول اور ڈیزل سعودی عرب میں کتنے سستے تھے آپ اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تیل ان کی اپنی پیداوار ہے۔ ہماری بس کافی دیر تک پمپ پر کھڑی رہی اسی دوران میں نے بس سے اتر کر ڈیزل کا ریٹ دیکھا تو پچیس پیسے اور پٹرول پنتالیس پیسے لیٹر تھا جبکہ اس وقت یعنی 2007ء میں سعودی ریال پاکستان کے سولہ روپے کے برابر تھا۔ پاکستانی عوام کی تو ہمیشہ یہ خواہش ہی رہی ہے کہ انہیں بھی پٹرول مناسب قیمت پر

دستیاب ہو۔ پاکستان کی حکومتیں تو عوام الناس کو یہ بتانے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتیں کہ پٹرول کی درآمدی قیمت کیا ہے اور اس پر ٹیکس کتنے ہیں؟

جدہ سے مدینہ منورہ کا سفر 425 کلومیٹر ہے۔ مدینہ منورہ کی مکہ مکرمہ سے مسافت بذریعہ شارع ہجرہ 444 کلومیٹر ہے۔ حجاج کی بسوں کے ڈرائیورز کو سعودی گورنمنٹ کی طرف سے حکم ہے کہ ستر کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے تجاوز نہ کیا جائے۔ لیکن ڈرائیور راستے میں جتنا لمبا قیام کرتے ہیں پھر وقتاً فوقتاً موقع ملنے پر اتنا ہی بس کو دوڑا بھی لیتے ہیں۔ عام طور پر سعودی پبلک ٹرانسپورٹ بسوں میں یہ سفر چھ سے سات گھنٹے میں طے ہوتا ہے۔ ٹیکسی میں یہ سفر تقریباً تین سے ساڑھے تین گھنٹے میں طے ہوتا ہے۔ وہاں ٹیکسی کو اُجرۃ کہتے ہیں جو عام طور پر ایک بڑی اور مہنگی گاڑی ہوتی ہے۔ میں نے وہاں پر ٹیوٹا کیمری سے کم کوئی ٹیکسی نہیں دیکھی۔ سعودیہ میں بسیں بھی کافی لگژری ہیں۔

جوں جوں مدینہ منورہ کے قریب آتے ہیں کھجوروں کے باغات اور درختوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ پھر مدینہ منورہ کی آبادی کے آثار معلوم ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ آثار اور بھی نمایاں ہوتے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند و بالا میناروں کی سنہری روشنیاں دور سے ہی نظر آنے لگتی ہیں۔ ہر شخص ساتھ والے ساتھی کو خوشی سے بتاتا ہے کہ ہم مدینہ منورہ پہنچنے والے ہیں۔ ہمارا قافلہ اس سفر کے اختتام پر مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے مقام ذوالحلیفہ پہنچا۔ ذوالحلیفہ حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تقریباً چھ کلومیٹر کی مسافت پر ہے اس کا موجودہ نام بیارعلی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرے اور حج کی ادائیگی کے لئے اِحرام باندھا تھا۔

ایک اخباری خبر ہے کہ سعودی حکومت نے پرانے وقتوں کی طرح ہجرت مدینہ کے راستے پر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا سفر دوبارہ اونٹوں پر شروع کرنے کا بھی سوچا ہے، جس کے لیے کئی مقامات پر ہوٹل، قیام گاہیں اور دیگر انتظامات کیے جائیں گے۔ اس صورت میں حجاج کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان سفر کرنے کے لیے تین قسم کے ذرائع آمدورفت میسر ہونگے۔ بذریعہ شاہراہ ہجرہ جس پر پہلے ہی بسیں اور ٹیکسی وغیرہ چل رہی ہیں، حرمین ٹرین کا بھی افتتاح ہو چکا ہے

اور تیسرا اونٹوں کے ذریعہ سفر۔ اونٹوں پر سفر یقیناً حجاج کے لیے نا صرف دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا بلکہ ماضی کی یاد بھی تازہ کر دے گا۔ لیکن ان قافلوں کے ذریعے وہ لوگ سفر کر سکیں گے جو تندرست وتوانا ہونگے اور ان کے پاس کافی وقت ہوگا۔

تاہم یاد رہے جدید ذرائع آمد و رفت کی موجودگی میں اونٹوں پر سفر کرنا حاجی کے لیے مشروع نہیں۔ ان کے لیے یہ سفر مشقت کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت مدینہ کے وقت آٹھ دن میں مدینہ منورہ پہنچے تھے۔

ہم تقریباً سات گھنٹے کا صبر آزما مگر عقیدتوں سے بھرپور سفر طے کر کے ذوالحلیفہ پہنچے۔ میں نے اس مقدس سفر کی تمام منازل کے جو نام لکھے تھے ان میں سے کوئی نام بھی ایسا نہیں تھا جس کا سیرت نگاروں نے ہجرت مدینہ میں تذکرہ کیا ہے۔ جیسے خرار، ثنیۃ المراۃ، لقف، مدلجہ، مرحج، حدائد، اذاخر، ذاسلم، عشائیہ، قاحۃ، عرج، جدوات، رکوبتہ، عقیق، حُجاتہ۔ ان ناموں کی پڑتال کے لیے میں نے مدینہ منورمیں قیام کے دوران سعودی عرب اور حرمین شریفین کا ایک خریطہ (نقشہ) بیس ریال میں خرید لیا تھا۔ لیکن ان نقشوں میں مذکورہ مقامات کا بھی کوئی نشان نہیں ملتا۔

مدینہ منورہ سے دیگر بلادِ عرب کی مسافت

مدینہ منورہ کی مکہ مکرمہ سے مسافت بذریعہ شارع ہجرہ 444 کلومیٹر،

مدینہ منورہ سے جدہ کی مسافت 425، کلومیٹر

مدینہ منورہ سے بدر کی مسافت 155 کلومیٹر

مدینہ منورہ سے خیبر کی مسافت 165، کلومیٹر

مدینہ منورہ سے ریاض کی مسافت 992، کلومیٹر

مدینہ منورہ سے ینبع کی مسافت 275، کلومیٹر

مدینہ منورہ سے دمشق کی مسافت 1303 کلومیٹر

مدینہ منورہ سے اردن کی مسافت 844، کلومیٹر

مدینہ منورہ سے طائف کی مسافت 535، کلومیٹر

مدینہ منورہ سے دمام کی مسافت 1495، کلومیٹر

مدینہ منورہ سے تبوک کی مسافت 686، کلومیٹر

مدینہ منورہ سے کویت کی مسافت 1886، کلومیٹر

مدینہ منورہ سے بندرگاہ قطر کی مسافت 1476 کلومیٹر

مدینہ منورہ سے نجران کی مسافت 1386 کلومیٹر

مدینہ منورہ سے الباحۃ کی مسافت 775 کلومیٹر

مدینہ منورہ سے جازان کی مسافت 2235 کلومیٹر

مدینہ منورہ سے حائل کی مسافت 461 کلومیٹر

مدینہ منورہ سے بریدہ کی مسافت 531 کلومیٹر (انسائیکلوپیڈیا مدینۃ النبی ﷺ ڈاکٹر خالد مدنی وخریطہ فارسی جیوٹیک)

مدینہ منورہ کو یثرب کہنا گناہ ہے

جیسا کہ آپ نے گزشتہ صفحات میں پڑھا کہ مدینہ منورہ کا پرانا نام یثرب تھا۔لیکن آپ ﷺ نے اِس شہر مقدس کو یثرب کہنے سے منع فرمایا ہے۔حضور(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حکم دیا کہ آئندہ اس شہر کو یثرب نہ کہا جائے کیونکہ اول تو یہ زمانہ اسلام سے قبل کا نام تھا جس سے عہد جاہلیت کی بو آتی تھی، دوسرے یہ کہ معنوی طور پر بھی یہ نام بالکل نامناسب تھا اس لیے کہ یثرب کے معنی ہیں" ہلاک وفساد" نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یثرب ایک بت یا ایک بہت بڑے ظالم شخص کا نام تھا۔امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ایک روایت نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ یثرب کہے تو اسے چاہیے کہ وہ دس مرتبہ مدینہ کہے تا کہ اس مقدس شہر کا ممنوع نام لینے کا تدارک اور اس کی تلافی ہو جائے، نیز ایک روایت یہ بھی ہے کہ" جو شخص یثرب کہے وہ استغفار کرے۔جبکہ ہمارے ہاں تو نعت خواں خواتین وحضرات ابھی بھی نعت شریف میں یثرب کا نام بکثرت استعمال کرتے ہیں۔اگر کسی کے علم میں آپ ﷺ کا یہ فرمان اقدس نہیں ہے تو اس کو بتانا

چاہیے اور اگر کسی کے علم میں ہے لیکن باوجود اس کے وہ اس نام کا استعمال کر رہا ہے تو وہ توبہ و استغفار کرے۔ امت کی حالت کے متعلق امام شافعی فرماتے ہیں:

كنت لا تدري فتلك مصيبةٌ

كنت تدري فمصيبةٌ اعظم

اگر تو نہیں جانتا تو یہ بڑی مصیبت ہے اور اگر تو جانتا ہے (جان بوجھ کر کر رہا ہے) تو یہ اس سے بھی بڑی مصیبت ہے۔

مدینہ بھی حرم ہے

مدینہ منورہ، سعودی عرب کا چوتھا سب سے زیادہ آبادی والا اور اسلام کا دوسرا مقدس ترین شہر ہے۔ شہر کی آبادی 2004ء کی مردم شماری کے مطابق 9 لاکھ 18 ہزار 889 تھی۔ زیارت مدینہ منورہ کے وقت ہم سب کو علم ہونا چاہیئے کہ جس طرح مکہ مکرمہ حرم ہے اسی طرح مدینہ منورہ بھی حرم ہے۔ ایک حدیث کے مطابق مدینہ منورہ کا گرداگرد بارہ میل کا علاقہ حرم ہے۔ جنوب جبل عیر سے شمال جبل ثور تک بارہ میل اور حارۃ شرقیہ تک کا علاقہ بارہ میل بنتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان اقدس ہے اے اللہ میں اس کے دونوں سنگستانوں (اطراف مدینہ کے دو پہاڑ عیر سے ثور تک) کے درمیانی مقام کو حرم قرار دیتا ہوں جس طرح ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ کو حرم قرار دیا مدینہ کے دونوں طرف کے پتھریلے علاقے کے درمیانی حصہ میں سے نہ کوئی درخت کاٹا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی جانور کا شکار کیا جا سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی ہے اللہ مدینہ والوں کے لیے مد میں اور صاع (وزن کے پیمانے) میں برکت دے۔

مسجد نبوی میں داخلہ

مسجد نبوی شریف میں ہمارا داخلہ باب السلام سے تھا کیونکہ ہماری رہائش اسی جانب تھی۔ ہم باوضو ہو کر مسجد نبوی پہنچے، مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں پہلے رکھا اور مسجد میں

داخل ہونے کی یہ دعا پڑھی: بسم اللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتك ۔مسجد میں داخل ہونے کی یہ پوری دعا ہے۔ پاکستان میں مساجد میں داخل ہونے اور باہر نکلنے کی دعاؤں کا نصف حصہ لکھا ہوتا ہے۔ عشاء کی نماز میں ابھی کافی وقت تھا۔اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں سلام عرض کرنے کے لیے ادب کیساتھ قطار میں کھڑے ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے آداب

لازم ہے کہ یہاں نہایت ادب واحترام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کیا جائے اور مسجد نبوی میں دنیا کی باتوں سے بھی گریز کرنے کی مقدور بھر کوشش کی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں کچھ اعرابی جو باہر سے آئے تھے باتیں کر رہے تھے۔آپ ؓ نے اُن کو بلایا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہنے لگے ہم فلاں علاقے کے رہنے والے ہیں۔آپ ؓ نے فرمایا: اگر تم مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا۔تم نے مسجد کا احترام نہیں کیا۔

یہاں سلام کا معاملہ بھی عجیب ہے۔روضہ شریف پر تعینات دربان اور فوجی روضہ کی جالیوں کے ساتھ کھڑے ہوئے لوگوں کو آہستہ آہستہ آگے جانے کا کہہ رہے تھے۔تاکہ پیچھے آنے والوں کو راستہ مل سکے مگر لوگوں پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ جو جہاں کھڑا ہے وہیں کھڑا رہتا ہے۔اور نظریں جمائے جامد وساکت روضہ شریف کی جالیوں کی طرف دیکھتا رہتا ہے۔جیسے اس میں جان نہ ہو۔

اللہ اللہ وقت رخصت زائروں کی کیفیت
دو قدم چلنا، ٹھہرنا اور مڑ کر دیکھنا

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ اس طرح محسوس ہوتا ہے جیسے محبان رسول کا یہ انبوہ اس وقت تک روضہ کی جالیوں کے سامنے سے ہٹنے کے لیے تیار وآمادہ نہیں جب تک ان میں سے ہر شخص کا دل یہ گواہی نہ دے کہ اس کا سلام قبول ومنظور ہو گیا ہے۔کسی نے سچ کہا ہے کہ:

وَلِلنَّاسِ فِيمَا يَعْشَقُوْنَ مَذَاهِب

اور محبت کرنے والے لوگوں کے محبت کے طریقے بھی اپنے ہوتے ہیں۔

مواجہہ شریفہ پر کھڑے ہونے والے لوگوں کے جذبات اور عقیدت و محبت کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ لوگ بھرے دل اور آنکھوں سے جاری اشکوں سے یہاں پہنچ کر سلام عرض کرتے ہیں تو اس کو وہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوش قسمتی تصور کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کی زندگی کی سب سے بڑی تمنا پوری ہو گئی ہے۔

کھڑے ہوئے ہیں ترے در پہ تیرے دیوانے
وفا کی نذر لئے اشکبار آنکھوں میں

روضہ شریف، جہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے دو سالاروں سمیت استراحت فرما ہیں۔ سنہری جالیوں پر بالترتیب تین سبز رنگ کی تین پلیٹیں لگائی گئی ہیں جن پر خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لکھا ہوا ہے۔ ان تینوں جالیوں کے اوپر کے حصے میں قرآن کریم کی درج ذیل آیات مبارکہ لکھی گئی ہیں جن میں آدابِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیان ہوئے ہیں:

(ترجمہ) محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں (سلسلہ نبوت ان پر ختم ہو گیا ہے) اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ (الاحزاب 40:33)

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ (الحجرات 49:2)

بیشک جو لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حضور میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ

ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لیے جانچ لیا ہے۔ ان کے لیے مغفرت اور بڑا ثواب ہے۔ (الحجرات 49:3)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ شریف پر حاضری اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کے آداب وہی ہیں جو قرآن و حدیث میں بیان ہوئے ہیں اور جن پر اصحاب رسول عمل فرماتے تھے۔ ڈاکٹر محمد اقبال لکھتے ہیں:

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

آسماں کے نیچے ایک ایسی ادب گاہ (روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ہے جو عرش سے بھی زیادہ نازک ہے یہاں جنید بغدادی اور بایزید بسطامی جیسے لوگ بھی سانس روک کر آتے ہیں۔

زائرین کو یہاں ادب کی آخری حد کی ضرورت ہے۔ کسی جگہ پڑھا تھا لیکن حوالہ یاد نہیں کہ مسجد نبوی کے پڑوس میں دیوار میں کوئی کیل وغیرہ ٹھونکے تو اس کی آواز آتی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہلا بھیجتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف نہ دو۔ لہذا ہم نے ان احکامات پر عمل کرتے ہوئے ہلکی اور دبی آواز میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم (فداک امیّ وابی) پر اس طرح سلام کیا: **السلام عليك يا رسول الله و رحمة الله و بركاته. السلام عليك ايها النبي و رحمة الله و بركاته**۔ اسی طرح حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بھی سلام کیا۔ **السلام عليك يا رسول الله، السلام عليك يا ابا بكر** رضی اللہ عنہ، **السلام عليك يا عمر** رضی اللہ عنہ روضہ شریف میں سلام کیلئے حاضر ہوتے ہوئے علامہ اقبال کے یہ رباعی بھی کئی مرتبہ زبان پر آئی۔

تُو غنی از ہر دو عالم، من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
گر تو می بینی حسابم نا گزیر
از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

یعنی اے اللہ کریم بے شک تُو دونوں جہانوں سے غنی ہے جبکہ میں فقیر ہوں۔ بس روز محشر میری ایک درخواست منظور فرما لیجئے ۔ اگر وہاں میرا حساب لینا ناگزیر بھی ہو جائے تو نبی کریم ﷺ کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا۔

ریاض الجنہ

مسجد نبوی شریف میں باب السلام سے داخل ہوں تو کچھ فاصلے پر بائیں جانب منبر رسول ﷺ اور ریاض الجنۃ ہے۔ الحمد للہ رب کریم نے ابھی تک مدینہ منورہ میں تین مرتبہ حاضری کی توفیق بخشی ہے میں نے دیکھا ہے کہ ریاض الجنۃ میں سبز وسفید رنگ کے قالین ہی بچھائے گئے ہیں جبکہ باقی مسجد نبوی شریف میں سرخ رنگ کے ہیں یہ بہت موٹے اوراعلیٰ قسم کے قالین ہیں جو خاص طور پر مسجد نبوی کے لیے ڈیزائن کیے اور بنائے گئے ہیں۔ العربیہ کے مطابق باب السلام سے لے کر باب البقیع تک سُرخ رنگ کے سابقہ قالین کو اب سبز رنگ کے قالین سے بدل دیا گیا ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: میرے حجرے (بیتی) اور منبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ ریاض الجنہ میں نوافل ادا کرنے کے لیے خواتین کے الگ اوقات متعین ہیں۔ چنانچہ میری تمام فیملی نے بھی ریاض الجنۃ میں نوافل اور دعاؤں کا اہتمام کیا۔ یہاں نماز پڑھنا، تلاوت کرنا، ذکرواذکار کرنا، دعائیں مانگنا اورتوبہ واستغفار کرنا بہت اجروثواب کا باعث ہے۔ الحمد للہ میں نے اللہ پاک کی توفیق سے حرمین شریفین میں ایک قرآن کریم بھی مکمل کیا۔

ریاض الجنہ میں بیٹھ کر یا آس پاس سے چھت کی طرف دیکھیں تو کچھ ستونوں کے بالائی حصوں پر ان ستونوں کے نام لکھے ہوئے ہیں جن کی ایک تاریخی حیثیت ہے۔ موجودہ مسجد نبوی کے ستون اسی جگہ پر ہیں جہاں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھے۔ مسجد نبوی کے اس سارے حصے پر Gold کا اتنا کام ہوا ہے کہ ایسے لگتا ہے جیسے یہ سارے کا سارا حصہ سونے کا بنا ہوا ہے۔

ریاض الجنۃ میں نوافل ادا کرنا بہت بڑی سعادت ہے ہمیں قیام مدینہ کے دوران جب بھی موقع ملا ریاض الجنۃ میں ضرور نوافل ادا کئے۔

ریاض الجنۃ کو خواتین کے لیے بھی کھولا جاتا ہے۔ اس کے لیے کینوس کی عارضی دیواریں کھڑی کی جاتی ہیں اور کافی تعداد میں مکمل طور پر باپردہ نوجوان عرب لڑکیاں مختلف ممالک کی عورتوں کو کنٹرول کرتی ہیں۔ میری اہلیہ بتاتی ہیں کہ ان لڑکیوں نے تمام عورتوں کو الگ الگ گروپوں میں بٹھا کر وعظ ونصیحت کی اور کہا کہ آپ سب بخوبی آگاہ ہیں یہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے یہاں ہر وقت ادب ملحوظ خاطر رہے۔ لیکن جب انہوں نے اجازت دی کہ اب آپ ریاض الجنۃ میں تشریف لے جاسکتی ہیں تو اکثر و بیشتر نے دوڑ لگادی جس طرح بچوں کی دوڑ کا مقابلہ ہو۔ بعض ایک دوسری پر گرتی پڑتی چیخ و پکار کرنے لگیں۔

روضہ شریف کا اندرونی منظر

ایک دن میری بڑی خواہش تھی کہ ریاض الجنۃ میں نوافل ادا کروں۔ لیکن مسجد نبوی میں معمول سے زیادہ رش تھا۔ ایک جم غفیر عورتوں کے لیے لگائے گئے کینوس کی دیوار ہٹائے جانے کا منتظر تھا۔ میں پہلی صف میں کھڑے زائرین میں شامل تھا۔ پردہ ہٹایا گیا تو ہجوم کے دھکے سے بلا روک وٹوک چار صفوں کو پھلانگتا ہوا فٹ بال کی طرح پہلی صف میں پہنچ گیا۔ اسی دوران زیادہ لوگوں کے داخل ہونے کی وجہ سے نہ صرف مزید لوگوں کا داخلہ بند کر دیا گیا بلکہ جو لوگ ریاض الجنۃ میں پہنچ چکے تھے ان کو کہا گیا کہ باہر بہت زیادہ رش ہے آپ لوگ مغرب کے بعد یہاں سے نکل سکیں گے۔ نماز عصر اور مغرب وہیں پڑھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں خوب خوب درودوسلام کا نذرانہ پیش کیا۔

ریاض الجنۃ میں نوافل پڑھنے کے بعد جب سب لوگ آرام سے اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ کر ذکرواذکار میں مشغول ہو گئے تو میں نے موقع محل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے روضہ شریف کی دیوار کے پاس ڈیوٹی پر موجود سپاہی سے درخواست کی کہ میں روضہ شریف کے اندر دیکھنا چاہتا ہوں۔

کہنے لگا آپ جہاں کھڑے ہیں وہیں سے دیکھ لیں۔ جبکہ میری خواہش تھی کہ میں اس جگہ سے دیکھوں جہاں سپاہی کھڑا تھا۔ خیال رہے میں یہاں ان تین سنہری جالیوں والی جگہ کی بات نہیں کر رہا جہاں سلام پیش کیا جاتا ہے، بلکہ میں اس کھڑکی کی بات کر رہا ہوں جو ریاض الجنۃ کی سمت دیوار میں ہے۔ اس ساری دیوار کی جالیاں سبز رنگ کی ہیں۔ خیر میں پہلی صف میں تھا اور روضہ کی دیوار اور میرے درمیان فاصلہ تقریباً تین فٹ کا ہی تھا۔ میں کھڑکی سے روضہ کے اندر مسلسل دیکھتا اور غور کرتا رہا۔ روضہ شریف کی بیرونی دیوار کے بعد ایک اور دیوار ہے، ان دونوں دیواروں میں تقریباً چھ سے آٹھ فٹ فاصلہ ہے۔ روضہ شریف کے اندر کی دیواریں سبز رنگ کے کپڑے سے مکمل طور ڈھانپ دی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ باہر سے کچھ نظر نہیں آتا۔ محققین کے مطابق قبر اطہر کے گرد چار مزید دیواریں ہیں جو بغیر دروازے کے ہیں۔ لہٰذا کسی کے ان دیواروں کے اندر جانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سربراہانِ اسلامی ممالک کو روضہ شریف کی زیارت کی جو سعادت حاصل ہوتی ہے وہ بیسمنٹ میں صرف اسی دیوار تک ہے۔ انٹرنیٹ پر لوگوں نے قبر اطہر کی جو تصویر لگائی ہوئی ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ ان لوگوں کو جھوٹ بولتے اور لکھتے وقت اللہ سے ڈرنا چاہیے۔

گنبدِ خضریٰ

جہاں گنبدِ خضریٰ ہے یہ عین وہ جگہ ہے جہاں حضرت عائشہؓ کا حجرہ تھا اسی حجرہ میں آپ ﷺ نے وصال فرمایا تھا۔ اسی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین عمل میں آئی کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان اقدس ہے انبیاء کرام علیہم السلام اُسی جگہ دفن کیے جاتے ہیں جہاں انکی وفات ہوتی ہے۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ میں نے خود حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ایک بات سنی ہے جو مجھے خوب یاد ہے کہ انبیاء (علیہم السلام) کا وصال اسی جگہ ہوتا ہے جہاں ان کو دفن ہونا پسند ہو۔

روضہ انور پر سب سے پہلا گنبد 678ھ بمطابق (1279) ء میں مملوک سلطان قلادون نے (لکڑی کا ایک گول قبہ) بنوایا اور اس پر زرد رنگ کرایا گیا۔ پھر مختلف ادوار میں اس میں تغیر

وتبدل ہوتا رہا۔1233ھ بمطابق 1818ء میں اس کی ازسرنوتعمیر کی گئی، بعدازاں اس پر سبز رنگ کیا گیا، جو بہت ہی دلکش اور جاذب نظر ہے۔ جب یہ رنگ پھیکا پڑ جائے تو نیا رنگ کر دیا جاتا ہے۔

مسجد نبوی کی سلائیڈنگ چھتیں اور فولڈنگ چھتریاں

روضہ شریف کے علاوہ مسجد نبوی کی چھت پر جو بڑے بڑے گنبد نظر آتے ہیں وہ دراصل سلائڈنگ چھتیں ہیں۔ جس کو موسم کے مطابق حرکت دی جاتی ہے۔ مسجد نبوی کی چھت پر بھی ہزاروں کی تعداد میں نمازیوں کے لیے گنجائش موجود ہے۔ چھت پر برآمدے بھی ہیں جہاں قالین بچھائے گئے ہیں۔ جبکہ کھلی چھت پر صفیں بچھائی گئی ہیں۔ ہمیں فجر کی نماز میں عام طور پر چھت پر جگہ ملتی کیونکہ ہماری رہائش مسجد بلال ؓ کی جانب ہوٹل لوئلوئ زمزم میں تھی جو حرم نبوی کی طرف تقریباً آدھا کلومیٹر دور تھا۔

سعودی حکومت نے زائرین کو درود و سلام، نماز اور عبادات کے لیے مسجد نبوی میں آتے جاتے ہوئے، دھوپ سے بچاؤ کے لیے مسجد کے صحنوں میں بجلی سے آپریٹ ہونے والی دیوہیکل فولڈنگ چھتریاں نصب کی ہیں۔ یہ چھتریاں رات کو بند کر دی جاتی ہیں اور صبح دھوپ میں کھول دی جاتی ہیں۔ ان کے بند ہونے اور کھلنے کا نظارہ دیکھنے والوں کو بہت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ ان چھتریوں کے نیچے سینکڑوں نمازی نماز ادا کر سکتے ہیں۔

مدینہ منورہ کی سردی

مدینہ منورہ کی سردی بھی قابل بیان ہے۔ دیار اقدس میں پہلی صبح فجر کی نماز کے لیے نکلے تو سردی برداشت سے باہر تھی۔ بلا شبہ اتنی سردی سے پاکستان میں کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا۔ حالانکہ میں نے قمیض کے نیچے اُونی سویٹر پہنا ہوا تھا اور اوپر گرم چادر اوڑھ رکھی تھی، لیکن سردی پھر بھی قابل برداشت نہیں تھی۔ مدینہ منورہ کی ہوائیں بھی خاص ہیں جب چلتی ہیں تو اپنا اثر دکھاتی ہیں۔ ہر انسان کو ان شدید ہواؤں سے بچاؤ کا بندوبست کرنا پڑتا ہے۔

چنانچہ مسجد بلال کے پاس، کہ ہماری رہائش اسی طرف تھی، ایک قریبی مارکیٹ سے پچاس ریال کی ایک جیکٹ خریدی جس کے اندر روئی لگی ہوئی تھی۔ تین چار دن تک سردی کی یہی کیفیت رہی ۔ ہم نے دیکھا جب تمام جیکٹس اور دکانوں کے باہر تک لٹکے ہوئے گرم کپڑے وغیرہ فروخت ہو گئے تو اچانک گرم موسم شروع ہو گیا۔ کہتے ہیں مدینہ منورہ کی فضا اور موسم کا اپنا فطری نظام ہے۔ جس سے کوئی بھی آشنا نہیں ۔ یہاں کے باسیوں بلکہ سب کو اللہ تعالیٰ کے رزق عطا کرنے کے رنگ بھی بڑے ہی نرالے ہیں۔ ہم اس کا گمان بھی نہیں کر سکتے۔

جنت البقیع

روضہ شریف (قبر نبوی علیہ الصلوۃ والسلام) کے پڑوس میں ہی بائیں جانب جنت البقیع ہے۔ مسجد نبوی کے بیرونی جنگلے اور جنت البقیع کے درمیان صرف ایک سڑک ہے۔ جنت البقیع میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیاںؓ، امہات المومنینؓ ، دیگر اہل بیت اور دس ہزار جاں نثارانِ رسول محوِ خواب ہیں۔ جن کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے معیار اور کسوٹی قرار دیا ہے۔ بقیع میں کوئی عمارت وغیرہ نہیں ہے بلکہ قبروں پر چھوٹے چھوٹے پتھر رکھے ہیں۔ پورے قبرستان میں آنے، جانے کے راستے بنا دیے گئے ہیں جہاں زائرین با آسانی چل پھر سکتے ہیں۔ بقیع غرقد کو زائرین کے لیے فجر اور عصر کے بعد کھولا جاتا ہے، تاہم خواتین کا داخلہ ممنوع ہے۔ لیکن وہ باہر کھڑے ہو کر دیکھ سکتی ہیں سارے قبرستان کے گرد دیوار ہے اس کے اوپر اونچائی تک لوہے کا جنگلہ ہے۔

بقول شخصے جنت البقیع قبرستان نہیں ہیروں کی کان ہے۔ قیمتی ہیروں کی جس کی قیمت کوئی نہیں دے سکتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ نہ زہد و تقویٰ میں ان کا کوئی ثانی تھا اور نہ ہی میدان کارزار میں ۔ ان لوگوں پر بہت تعجب ہوتا ہے جو اپنی تحریر و تقریر میں صحابہؓ کے فضائل ان کے مقام و مرتبہ اور ان کی خدمات عالیہ کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں۔

اَنصار و مُہاجِر تھے اِسی شہر کے اَندر
خُوشحال تھے ایثار کی دولت سے سبھی گھر
یکجائی نے تھاما جونہی توحید کا پرچم
دُنیا ہوئی اِسلام کی تابِش سے مُنوّر

شہداءِ اُحد کا قبرستان

جنت بقیع کے علاوہ میدان احد میں شہداء کی قبروں اور حضرت حمزہ ؓ کی قبر کی زیارت بھی کی۔ میدان اُحد کے ساتھ ہی شہداء اُحد کا قبرستان ہے جس کے اردگرد تقریباً دس فٹ اونچی لوہے کے پائپ اور جالی کی دیوار بنائی گئی ہے۔ جس سے اندر دیکھا جاسکتا ہے۔ تمام قبریں ہموار ہیں لیکن حضرت حمزہ ؓ کی قبر کے گرد پتھر رکھے ہوئے ہیں۔

شہداء اُحد کے قبرستان کے ساتھ ایک بڑا میدان ہے اس میدان سے ملحق حضرت حمزہ ؓ بن عبدالمطلب کے نام پر ایک مدرسہ ابتدائیہ بھی قائم کیا گیا ہے یہ پیلے رنگ کی عمارت ہے جس کے اوپر سبز رنگ کا پرچم بھی لہرا رہا تھا۔

شہداء اُحد کے قبرستان کی دوسری جانب وہ پہاڑی ہے جہاں آپ ﷺ نے تیراندازوں کا ایک دستہ تعینات فرمایا تھا۔ یہ پہاڑی اپنے دامن میں مسلمانوں کیلئے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے درس عبرت لئے کھڑی ہے اور اُن کو پکار رہی ہے کہ فتح و کامرانی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے بغیر ممکن نہیں۔

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران عام طور پر لوگ مسجد نبوی شریف میں آٹھ دن نمازوں کا خوب اہتمام کرتے ہیں بلکہ کسی کو زیادہ دن قیام کا موقع ملے تو اس کو ہر نماز مسجد نبوی شریف میں ادا کرنی چاہیے اور کثرت سے درود و سلام اور نفلی نمازوں کا بھی اہتمام کرنا چاہیے۔ ہم نے مشاہدہ کیا کہ روزانہ حرم مکی اور حرم مدنی میں مختلف علماء کرام دروس کی مجالس منعقد کرتے ہیں۔ اور بچوں کی باقاعدہ کلاسز ہوتی ہیں۔

دیگر زیارات

مدینہ منورہ میں ہمارا قیام آٹھ دن تھا۔ایک دن ہم مدینہ منورہ کی چند مزید تاریخی جگہوں اور مساجد کی زیارت کے لیے گئے۔تمام گروپ والوں نے ایک بس کرایہ پر لی۔گائیڈ کے فرائض بھی ڈرائیور نے انجام دیے جس مقام کی طرف جاتے راستے میں وہ ہمیں اس کا پس منظر اور تاریخی حیثیت بتاتا رہا، مائک بس کے سٹیئرنگ کے ساتھ ہی لگا ہوا تھا۔مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر آپ ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تو سب سے پہلے جس مسجد کی بنیاد رکھی وہ مسجد قبا تھی کیونکہ اسی جگہ آپ ﷺ نے پڑاؤ فرمایا تھا۔حرم سے اس کا فاصلہ تقریباً 3 کلومیٹر ہے۔جو شخص (اپنے گھر سے) نکلے اور اس مسجد یعنی مسجد قباء میں آکر (دو رکعت) نماز پڑھے تو اسے عمرہ کے برابر ثواب ملے گا۔ہمیں جب بھی موقع ملا ہم نے ایسا ہی کیا اور ہر مرتبہ ایک عمرہ کا ثواب حاصل کیا۔حاجی اور عمرہ کرنے والے آپ ﷺ کی سنت مطہرہ پر عمل کرتے ہوئے اس مسجد میں جانے کا بڑا اہتمام کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہم مسجد اجابہ، مسجد جمعہ اور مسجد قِبلَتَین بھی گئے۔مسجد قبلتین وہ مسجد ہے جہاں قبلہ تبدیل ہونے کا حکم ہوا تھا۔مسجد قبلتین اور مسجد قبا بڑا خوبصورت منظر پش کرتی ہیں۔ہم نے مسجد قبلتین میں بھی دو رکعت پڑھیں۔مسجد میقات ذوالحلیفہ میں ہے جو مدینہ والوں کی حج وعمرہ کے لیے میقات ہے۔مسجد میقات میں احرام باندھنے کے بہت وسیع اور قابل تعریف انتظامات کیے گئے ہیں۔مسجد غمامہ حرم نبوی شریف کے قریب ہی دائیں جانب واقع ہے۔عمرہ میں ہمارے ہوٹل کے راستے میں یہ مسجد تھی۔مسجد علیؓ مسجد غمامہ سے تھوڑے فاصلے پر واقع ہے۔مسجد فتح، سبعہ مساجد وہ جگہ ہے جہاں غزوہ خندق ہوا تھا، اب وہاں ایک بڑی اور شاندار مسجد بنا دی گئی ہے۔سعودی حکومت مساجد کی تعمیر وتزئین میں بہت فراخ دل ہے، تمام مساجد میں اعلیٰ درجے کے قالین، ائیر کنڈیشنڈ اور طہارت خانے وغیرہ موجود ہیں۔

اہل مدینہ منورہ

مدینہ منورہ کے لوگوں میں اخلاص ہے لالچ نہیں محبت کرنے والے لوگ ہیں۔فراڈ نہیں ہے۔

نمازیں پڑھتے ہیں، اچھائی زیادہ ہے اچھی صفات زیادہ پائی جاتی ہیں لوگوں کی خدمت کرتے ہیں اچھے لوگوں کا اجتماع ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ محبت کرنے والے لوگ ہیں وہ عام لوگ تو نہیں ہو سکتے۔

مدینہ منورہ میں ہر شخص کی زندگی میں مرکزی حیثیت مسجد نبوی شریف اور روضہ شریف کو حاصل ہے۔ مدینہ منورہ کے باشندے کثیر تعداد میں تمام نمازیں مسجد نبوی میں پڑھتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر سلام بھی پیش کرتے ہیں۔

اہل مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ چائے عموماً قہوہ کی صورت میں چھوٹے کپوں میں دن میں کئی مرتبہ پینے کے عادی ہیں۔ قہوے کے تھرمس اور کھجوریں حرم میں لاتے اور اپنے حلقے میں بیٹھنے والے حاجیوں کو بھی پیش کرتے ہیں۔ دکانوں اور ہوٹلز پر دودھ (حلیب) ملی چائے صرف برصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے لوگ ہی طلب کرتے ہیں۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ایک کپ گرم پانی میں ایک ٹہنی پودینہ کی رکھ کر پینے کا بھی عام رواج ہے۔

بخور، مدینہ منورہ کی مشہور خوشبو

بخور عربوں کی تاریخی اور مشہور خوشبو ہے۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ مدینہ منورہ میں خاص طور پر بازار میں تقریباً تمام تاجر اپنے بزنس پوائنٹ پر البخور سلگانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ یہ بڑی اچھی اور تیز خوشبو ہے۔ کھلی خوشبو مہرون رنگ کی ہوتی ہے اور اس کے زعفران کی طرح باریک باریک ریشے ہوتے ہیں۔ تبرک کے طور پر میں بھی گھر کے لیے خرید کر لایا تھا۔ اس کے علاوہ عطر کی شکل میں پیکنگ میں بھی ملتی ہے اُس وقت ایک پیکنگ کی قیمت دس ریال تھی۔ مجھے یہ بہت پسند تھی اس لیے میں نے رشتہ داروں اور احباب کو البخور خوشبو ہی خرید کر تحفے میں دی تھی۔ یہ عربوں کی تاریخی خوشبو ہے۔ کہا جاتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عورتیں بخور لگا کر جنگوں میں شریک ہوتیں۔

شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس

حرمین شریفین میں رہنے والے پاکستانی اپنے ہم وطنوں سے بہت محبت کرتے ہیں۔ ان کو

کھانا کھلاتے ہیں اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت بھی کراتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے باشندے خاص طور پر آپ ﷺ کے اعلیٰ ترین اخلاق حسنہ کی تاثیر سے نہایت متواضع اور مہمان نواز ہیں۔ ان کے اثرات دیگر اسلامی ممالک سے آنے والے لوگوں پر بھی بہت نمایاں ہیں۔ ہمارے گروپ میں شامل ایک دوست جناب محمد بشیر چوہان صاحب کے ایک رشتہ دار محمد شبیر صاحب مدینہ منورہ میں خدمات انجام دے رہے تھے۔ ان کو معلوم ہوا تو اپنی گاڑی لے کر آ گئے ہمیں مدینہ منورہ کی سیر کرائی، مسجد قبلتین کی زیارت کروائی، ایک ہوٹل سے نہایت لذیذ مچھلی اور چاول سے تواضع کی اور ہمیں بہت قیمتی کپڑے کا سوٹ عنایت فرمایا جس پر میں آج بھی ان کا احسان مند ہوں۔ اسی طرح دوسرے دوست جناب قیصر اقبال صاحب کے رشتہ دار جناب عبدالمجید صاحب بھی اپنی گاڑی لے کر آئے اور ہمیں اپنے فارم ہاؤس لے گئے جو ہوائی اڈے کی طرف تھا۔ انہوں نے البیک کے سٹیم روسٹ اور مدینہ منوہ کے انگوروں سے ہماری تواضع کی۔ اللہ ان کو سلامت رکھے۔

جناب محمد شبیر صاحب ہمیں مدینہ منورہ میں واقع فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس بھی لے کر گئے لیکن اتفاق سے وہاں اس دن چھٹی تھی۔ سعودی گورنمنٹ تمام حجاج کو اپنے ملک روانہ ہوتے وقت شاہ فہد پرنٹنگ پریس کے شائع کردہ قرآن کریم بمعہ تفسیر تحفتاً پیش کرتی ہے۔ یہ ترجمہ مولانا محمد جونا گڑھی کے قلم سے ہے اور تفسیر وحواشی مولانا صلاح الدین یوسف کے تحریر کردہ ہیں۔ شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ پریس ایک عظیم الشان منصوبہ ہے۔ عالم اسلام سے جو بھی مندوب سعودی عرب تشریف لاتے ہیں ان کو یہاں قرآن کریم کی چھپائی کے تمام مراحل کے متعلق بتایا جاتا ہے۔ حج سے واپسی پر مجھے بھی یہ عظیم تحفہ وصول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ بلاشبہ یہ قرآن انتہائی دیدۂ زیب، شاندار جلد، معیاری کاغذ اور اعلیٰ طباعت کا حامل ہے۔

مدینہ منورہ کی مارکیٹ

مکہ مکرمہ میں دکانوں اور ہوٹلز پر سیلز مین زیادہ تر انڈین مسلمان اور بنگلہ دیشی ہیں اور مدینہ منورہ میں پٹھانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ مکہ میں خادم زیادہ تر بنگالی ہیں۔ بلڈنگ کی صفائی پر زیادہ تر بنگالی معمور ہیں۔ سندھی بھی مدینہ میں آباد ہیں۔ کام کرنے والے لوگوں سے محسوس ہوتا

ہے کہ مدینہ منورہ کی دوسری اہم زبان اردو ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حاجیوں پر تحائف وغیرہ خریدنے اور شاپنگ کرنے کا بہت دباؤ ہوتا ہے۔تو بے جا نہیں ہوگا۔بعض لوگ تو اپنا پیٹ کاٹ کر تحائف خریدتے ہیں خود روکھی سوکھی کھا کر گزارا کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کمزور ہو جاتے ہیں۔اس طرح بالکل بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جان ہے تو جہان ہے۔

ہماری ترجیح یہ تھی کہ تحائف وغیرہ مکہ مکرمہ کی بجائے مدینہ منورہ سے خریدیں۔دونوں مقدس شہروں کی مارکیٹیں دیکھیں کچھ چیزیں مکہ مکرمہ میں سستی ہیں کچھ چیزیں مدینہ منورہ میں۔مکہ مکرمہ میں سونے کی قیمت 90 ریال فی گرام تھی لیکن مدینہ منورہ میں 105 ریال۔وہاں بھی لوگوں کی عقیدتوں سے ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ساری دنیا کے لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔خریداری کرتے وقت جن حالات کا سامنا ہمیں اپنے ملک میں ہوتا ہے،حرمین شریفین میں بھی ایسا ہی ہے۔وہاں بھی اشیاء کے نرخ طے کرنے پڑتے ہیں۔ورنہ لوٹ مار کا بازار ہمارے ملک کی طرح وہاں بھی گرم ہے،سوائے ایماندار تاجروں کے۔

دورانِ حج حرمین شریفین کی مارکیٹیں سامان تجارت سے بھر جاتی ہیں۔ان کے سب سے بڑے اور زیادہ خریدار حجاج کرام ہی ہوتے ہیں۔اگر حاجیوں کے بس میں ہو اور ائیر لائن کی سامان پر پابندی نہ ہو وہ تو ساری دکان ہی خرید لیں۔یہ عقیدت کی وجہ سے بھی ہے۔جس کا دکاندار خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان اقدس ہے: بیع صرف باہمی رضامندی سے ہوتی ہے۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دکان دار پاکستان کا ہو یا سعودی عرب کا،اپنی بیس روپے کی چیز،خریدار کو دوسو روپے میں بیچے پھر اس تجارت پر مطمئن بھی ہو۔اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو یہ حقیقی بیع نہیں بلکہ ناجائز منافع خوری اور اپنے خریدار بھائی کے ساتھ دھوکہ دہی ہے۔جس کا وہ اپنے رب کے ہاں جواب دہ ہے۔

2009ء اور اس سے پہلے 2007ء میں ہم حج پر تھے تو مسجد نبی شریف کے باہر ایک بڑی مارکیٹ تھی جس کو اسواق حرم کہتے تھے۔ یہ مارکیٹ مسجد نبوی کے جنوبی صحن کی طرف واقع

تھی۔ یہاں پر زائرین کے لیے تمام اشیاء دستیاب تھیں۔ 2012ء میں عمرہ پر گئے تو معلوم ہوا کہ اسواق حرم ختم کر دیے گئے ہیں اور ان دکانوں میں گورنمنٹ کے دفاتر بنا دیے گئے ہیں۔ ورنہ زائرین کے لئے یہ بہت اچھی مارکیٹ تھی جو ان کی پہنچ میں تھی۔

اسواق حرم سے میں نے اپنے بیٹے کے لیے چاندی کی انگوٹھی خریدی۔ میرے چھوٹے بیٹے محمد حارث کی خواہش تھی کہ میرے لیے مدینہ منورہ سے چاندی کی انگوٹھی لائیں۔ یہ حج 2007ء کی بات ہے جب ہم جنوری کے مہینے میں مدینہ منورہ میں تھے۔ اسواق حرم کی ایک شاپ پر سیلز مین ایک سیاہ فام باشندہ تھا کہنے لگا پچاس ریال، میں نے اسے کہا یہ تو بہت زیادہ ہیں میرے ملک کی کرنسی کے سولہ روپے آپ کے ایک ریال کے برابر بنتے ہیں۔ پہلے تو حیران ہو کر کہنے لگا آپ کا ملک اتنا غریب ہے پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا پچیس ریال دے دیں۔

اس مارکیٹ میں زیادہ تر پٹھان برادری ہی دکانوں وغیرہ پر نظر آئی مسجد بلالؓ کے ساتھ بھی مارکیٹ ہے جس کو سوق مسجد بلال کہتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں ایک وقت میں حجاج اور معتمرین کی ایک کثیر تعداد قیام کرتی ہے۔ ظاہر ہے سارے لوگ حرم کے قریب رہائش پذیر نہیں ہو سکتے پھر یہاں رہائشیں مہنگی بھی ہیں، چنانچہ سب زائرین دور کی آبادیوں میں بھی رہائش پذیر ہوتے ہیں۔ میرے اندازے کے مطابق جہاں زائرین کی رہائش ہے وہاں چھوٹی یا بڑی مارکیٹ بھی موجود ہے۔ اہل مدینہ منورہ اور اہل مکہ نئی آبادیوں میں اب ایسی عمارتیں ڈیزائن کر رہے ہیں جہاں انہوں نے گھروں کے ساتھ دکانیں بھی بنائی ہوئی ہیں، خواہ وہ گھر کم آبادی والی جگہ پر ہوں یا ویرانے میں۔

مدینہ شہر کی سبزی منڈی، فروٹ منڈی، گوشت مارکیٹ، مچھلی مارکیٹ، ڈرائی فروٹ مارکیٹ اور کھجور مارکیٹ قربان روڈ پر واقع ہیں۔

قدیم مدینہ منورہ کے ماڈل کی نمائش

مسجد نبوی کے باب اُحد سے جبل اُحد کی طرف جانے والے راستے پر چلیں تو تقریباً ایک کلومیٹر کی مسافت پر ایک گراؤنڈ میں انتظامیہ کی طرف سے ایک نمائش کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جس

میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے شہر کا ایک ماڈل تیار کیا گیا تھا اور مختلف جگہوں کی تصاویر بھی لگائی گئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد نبوی کے ساتھ ازواجِ مطہراتؓ کے حجرات (کمرے) بھی تھے۔ اس نمائش میں مسجد نبی شریف کی اولین تعمیر اور اُمہات المؤمنینؓ کے ان حجرات کا ماڈل بھی بنایا گیا تھا۔ تمام دنیا سے آئے ہوئے مختلف رنگ و نسل سے تعلق رکھنے والے زائرین کے لیے یہ ماڈل بہت ہی اہم، معلوماتی اور عقیدتوں سے بھرپور تھا۔ لوگوں کے سوالات کے جوابات کے لیے گائیڈ بھی موجود تھے۔ سب زائرین اپنے جذبات کا اظہار انتہائی عقیدت اور بے پناہ خوشی سے کر رہے تھے۔ نمائش میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مبارکہ کے ان پہلوؤں کو شامل کیا جانا سیرت طیبہ کا ایک حصہ ہے۔

اگر یہ حجرات ختم نہ کئے جاتے تو آج دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتی کہ امام کائنات، سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کس قدر سادہ تھے۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تو اپنے اہل بیت کے لیے پکے مکانات تعمیر کروا سکتے تھے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہمارے لیے رول ماڈل قرار دی گئی ہے۔ لیکن جس قدر پیسہ ہم اپنے گھروں کی بناوٹ اور تزئین و آرائش پر خرچ کرتے ہیں، ہم نے کبھی سوچا ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ پر کتنا عمل کر رہے ہیں؟

کہا جاتا ہے کہ اُمہات المؤمنینؓ کے یہ حجرے اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد تک قائم تھے۔ لیکن جب انہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو مسجد نبوی کی توسیع کا حکم دیا تو یہ حجرے ختم کر کے مسجد نبوی کا حصہ بنا دیے گئے۔ اس وقت تک تمام ازواج مطہراتؓ وفات پا چکی تھیں۔ جب یہ حجرے گرائے گئے تو اہل مدینہ منورہ زار و قطار روتے رہے۔

قرآن کریم کی ایک سورۃ کا نام بھی ''الحجرات'' ہے۔ اس سورۃ میں آداب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور معاشرتی زندگی کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔

کھجور منڈی

کھجور مارکیٹ مدینہ منورہ کے درمیان میں شاہراہ قربان کے شروع اور گوشت مارکیٹ کے

ساتھ واقع ہے۔ کھجور کی دوسری مارکیٹ مسجد غمامہ کے پاس ہے۔ دونوں جگہ پر تمام قسم کی کھجور دستیاب ہے۔ ہم نے ہر مرتبہ حرم کے نزدیک مارکیٹ سے ہی کھجوریں خریدیں۔ دکانوں پر بڑے بڑے بینرز لگائے گئے ہیں جن پر کھجوروں کے نام ان کی تصویر کے ساتھ دیئے گئے ہیں۔ مدینہ منورہ کی معروف اور مشہور عجوہ کھجور ہے، عجوہ کے علاوہ عنبر، مبروم، سویدا، صفاوی، خلاص، ربیعہ، صفری، حلیہ، خضری، مسکانی، شلابی اور مکتومی کے علاوہ بہت سی دیگر اقسام ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مدینہ منورہ میں کھجور کی تمام اقسام تقریباً 123 ہے۔ ایک اخباری خبر کے مطابق سعودی عرب کی عالمی معیار کی کئی اقسام کی عالمی شہرت کے بعد مملکت کے مشرقی علاقے الاحسا کی مقامی سطح پر کاشت کی جانے والی 127 اقسام کی کھجوروں کو گینز بک میں شامل کیا گیا ہے۔ جہاں تک ریٹ کا تعلق ہے باقی اشیاء کی طرح کھجور کا ریٹ بھی طے کرنا پڑتا ہے۔ حج پر تھے تو قلمی کھجور کے نرخ 15 سے 20 ریال فی کلوگرام اور عجوہ 40 سے 80 ریال فی کلوگرام تھی۔ تقریباً تین سال بعد عمرہ پر گئے تو قلمی کھجور 20 سے 25 ریال اور عجوہ 40 سے 100 ریال فی کلوگرام تھی۔ سائز میں چھوٹی کھجور کے نرخ کم ہیں اور بڑی کے زیادہ ہیں۔ اس کے علاوہ ہم نے ایک اور کھجور بھی خریدی جس کا ذائقہ بہت اچھا اور نرخ صرف 5 ریال فی کلوگرام تھے اس کھجور کا نام مجھے بھول گیا۔ یہ مدینہ منورہ کی مقامی کھجور ہے اور انتہائی لذیذ ہے۔ اب تو قلمی اور عجوہ کھجور اکبری منڈی لاہور میں بھی دستیاب ہے۔ میں نے یہ کھجور جنوری 2021ء میں 2 ہزار روپے فی کلوگرام کے حساب سے خریدی۔ اسی طرح آبِ زمزم بھی لاہور میں مختلف اسلامی سٹورز پر دستیاب ہے۔

مکوجی

حرمین شریفین میں لانڈری والے کپڑے ڈرائی کلین کرنے کے چار ریال لیتے تھے، جن کو مکوجی بھی کہتے ہیں۔ میں نے تمام شلوار قمیض موقع محل کی مناسبت سے مہنگے برانڈ کے لیے تھے اس لیے، ہم بڑے شوق سے کپڑے ڈرائی کلین کراتے رہے۔ مدینہ منورہ میں ایک دن ایسا ہوا کہ مکوجی نے میرا سوٹ گم کر دیا اور کہا کہ اندر آ کر آپ خود بھی دیکھ لیں۔ لانڈری کے اندر گئے تو کپڑے واشنگ مشین کے ذریعے دھوئے جا رہے تھے۔ وہاں ہر چھوٹے بڑے ڈرائی کلینر کے پاس ہمارے ہاں کی

طرح استری نہیں ہوتی بلکہ بجلی کا پریس ہوتا ہے جو پورے کپڑے کو یکبارگی پریس کر دیتا ہے۔

سفرِ حج میں مدینہ منورہ سے واپسی

الحمدللہ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران ہم سب نے مسجد نبوی شریف میں دعاؤں کا خوب اہتمام کیا اور ساتھ ہی ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر باقاعدگی سے درود وسلام بھی پیش کیا۔ ہم کئی بار اصحاب صفہ کے مشہور ومعروف چبوترے کی طرف گئے لیکن وہاں زائرین ٹانگیں لٹکا کر اس طرح بیٹھے ہوتے تھے جیسے آج ان کا اٹھنے کا کوئی پروگرام نہیں اس لیے ہمیں اس جگہ بیٹھنے کی سعادت حاصل نہ ہو سکی۔

مسجد نبوی شریف کی چاروں طرف سے زیارت کی۔ مسجد نبوی کے بڑے اور مشہور دروازے یہ ہیں۔ باب السلام، باب الصدیقؓ، باب الرحمۃ، باب الملک سعود، باب عمرؓ، باب الملک عبدالعزیز، باب بدر، باب جبریل علیہ السلام، باب علیؓ بن ابی طالب، باب عثمانؓ بن عفان اور باب اُحد، وغیرہ۔

ایک دن ظہر کی نماز کا وقت قریب تھا میں باب السلام سے داخل ہوا روضہ اقدس کے سامنے پہنچنے سے تھوڑا پہلے اذان شروع ہوگئی۔ جو جہاں تھا وہیں بیٹھ گیا اللہ کی قدرت میں اس وقت عین روضہ کی جالیوں کے سامنے تھا ادھر ہی بیٹھ گیا وہیں نماز ادا کی اور وہیں سلام عرض کیا اور درود شریف پڑھتا رہا اور لطف روحانی اٹھایا۔

حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واپسی پر رب کریم سے التجائیں کیں کہ اللہ کریم دیار حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہماری یہ حاضری آخری حاضری نہ ہو بلکہ حرمین شریفین میں بار بار آنے کی توفیق عطا فرما۔ نہایت ادب واحترام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں الوداعی درود وسلام پیش کیا اور مدینہ منورہ سے ذوالحلیفہ پہنچے۔

ذوالحلیفہ میں ایک بہت بڑی مسجد ہے۔ اس مسجد کو مسجد میقات بھی کہتے ہیں۔ اہل مدینہ منورہ اور اس راستے سے آنے والوں کے لئے یہی میقات (اِحرام باندھنے کی جگہ) ہے۔ اس میں کثیر تعداد میں غسل خانے بنائے گئے ہیں تاکہ حج وعمرہ پر جانے والے افراد یہاں غسل کر کے

اِحرام باندھ سکیں۔ یہاں پہنچ کر بس سے اترنے سے پہلے ڈرائیور نے ہر مسافر کو ایک کارڈ دیا جس پر بس کا نمبر لکھا تھا تاکہ بس ڈھونڈنے میں مشکل پیش نہ آئے، کیونکہ بسوں کا رنگ اور بناوٹ تقریباً ایک جیسی ہی ہوتی ہے۔ ہم نے عصر کی نماز ذوالحلیفہ کی مسجد میقات میں پڑھی۔

ذوالحلیفہ میں حاجی بابا گم ہو گیا

مسجدِ میقات میں عصر کی نماز پڑھنے کے بعد سب لوگ بس میں آ کر اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ڈرائیور نے حسب معمول پاسپورٹ کے مطابق مسافروں کی گنتی کی تو ایک بابا جی ندارد۔ ان کی اہلیہ نے بتایا کہ بابا جی کا حج کا بطاقہ (کارڈ) اور پاسپورٹ وغیرہ میرے پاس ہیں۔ انکے پاس کوئی کاغذات نہیں ہیں۔ ہمیں اور پریشانی لاحق ہوئی۔ اب ساری بس کے لوگ بابا جی کو ڈھونڈنے نکلے مغرب کا وقت ہو گیا مغرب کی نماز مسجد میں پڑھی پھر سارے لوگ اس کام میں لگ گئے مختلف مقامات پر اعلان بھی کروایا۔ تب معلوم ہوا کہ اور بھی بابے گم ہوئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہمیں کئی گم شدہ بابے دکھائے گئے چونکہ ہم تو بابا جی کی شکل سے ناواقف تھے ہم اماں جی سے پوچھتے وہ ناں میں سر ہلا دیتیں، ہماری مایوسی اور بڑھ جاتی۔ لیکن بابا نہ ملا۔ عشاء کا وقت ہو گیا، پھر عشاء کی نماز مسجد میں پڑھی پھر بابا جی کو ڈھونڈنے لگ گئے رات کے دس بج گئے، ڈرائیور کہنے لگا میں تو یہاں بیٹھا ہوں، یہ ممکن نہیں کہ میں بابا جی کے بغیر یعنی ایک حاجی صاحب کو چھوڑ کر مکہ مکرمہ روانہ ہو جاؤں، بندہ ڈھونڈیں۔ اب ہم نے اپنی تلاش کو مزید بڑھا دیا، مسجد سے تقریباً دو سو گز دور بابا جی کھیت کی وٹ پر بیٹے سکون کے ساتھ سگریٹ پی رہے تھے۔ رات کا وقت تھا۔ بابا جی نے سفید لباس پہنا ہوا تھا۔ روشنی میں دور سے کسی کی نظر پڑی تو وہی بابا جی تھے سب نے سکھ کا سانس لیا۔ ہم یہاں سے عمرہ کی نیت کا احرام پہلے ہی باندھ چکے تھے۔ ڈرائیور سے درخواست کی کہ ہم مقام بدر جانا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا وہ ساحل کی طرف ہے اور حجاج کا راستہ نہیں ہے اس لیے سب ڈرائیور ادھر جانے سے کتراتے ہیں۔ اگر پکڑے گئے تو سزا اور جرمانہ بھگتنا پڑے گا۔ افسوس کہ ہم مقام بدر نہ جا سکے اور مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔

مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ ادا کیا۔ ایک دن مزید اس شہر مقدس میں ہمارا قیام رہا۔ بالآخر معلم نے

اعلان کیا کہ مکتب نمبر 35 کے تمام حجاج اپنے وطن جانے کے لیے رات کے آٹھ بجے تیار رہیں۔ چنانچہ ہم نے طواف وداع کیا اور اپنے ہوٹل آ گئے، بسیں تیار تھیں اپنا سامان بس میں رکھا اور جدہ روانہ ہو گئے۔ ہوائی اڈے پر کافی انتظار کرنا پڑا۔ جدہ ہوائی اڈہ عجیب منظر پیش کر رہا تھا جب دیگر ممالک کی ائیر لائینز حاجیوں کو لیکر واپس لیجانے کے لیے قطاروں کی صورت میں اُڑ رہی تھیں۔

حرمین شریفین میں ہم نے خاص طور پر مشاہدہ کیا کہ بس ڈرائیوز صرف قرآن کریم کی تلاوت لگاتے ہیں، ایسے لگتا ہے کہ ان کو یہی حکم ہے۔ یہاں عورت کی تصویر والا کوئی ہورڈنگ یا بورڈ وغیرہ بھی نظر نہیں آیا۔ ہمارے ہاں تو زمین کا پلاٹ بھی عورت کی تصویر کے بغیر نہیں بکتا۔ اسی طرح حرمین شریفین میں دکانوں مارکیٹوں اور پبلک ٹرانسپورٹ بسوں وغیرہ میں گانے بجانے کا رواج ہی نہیں صرف قرآن کریم کی تلاوت سنتے ہیں۔

آخر میں اتنا عرض کروں گا کہ یہ بدیہی حقیقت ہے کہ حج اور عمرے سے انسان کی تطہیر ہوتی اور روح کو بالیدگی حاصل ہوتی ہے۔ اب یہ حاجی صاحب پر منحصر ہے کہ وہ اس کیفیت کو کب تک سنبھال کر رکھتا ہے۔ میں جس حالت میں حج پر گیا تھا، الحمدللہ واپس آیا تو ویسا نہیں تھا۔ لوگوں کے رویوں اور ماحول سے بعض اوقات تو ایسا محسوس ہوتا جیسے میں پاکستان میں نہیں بلکہ کسی غیر ملک میں آ گیا ہوں۔

ذکر ایک عمرے کا

میں نے اہلیہ کے ساتھ اپریل 2012ء میں عمرہ پر جانے کا ارادہ کیا اور -/113,000 روپے فی کس کے حساب سے ایجنٹ کو ادا کر دیے۔ ہم نے اپنے بیٹے محمد عبدالرحمٰن خالد جوائنٹر کے بعد تعلیم حاصل کرنے کے لیے آسٹریلیا کے شہر ملبورن چلا گیا تھا، کو بتایا تو اُس نے بھی خواہش ظاہر کی کہ میں نے بھی عمرہ کرنا ہے۔ ہمارا پیکج 21 دن کا تھا۔ ہم ویزا کے لیے کاغذات پاسپورٹ وغیرہ ٹریول ایجنٹ کے پاس جمع کروا چکے تھے۔ ہم نے بیٹے کو اجازت دے دی کہ آپ کوشش کر لیں اگر اللہ کریم کو منظور ہوا تو آپ ہمارے ساتھ عمرہ کریں گے۔ کیونکہ جب وہ پاکستان میں تھا تب بھی اس نے عمرہ کرنے کا مصمم ارادہ کیا تھا۔ لیکن قارئین کرام کو یہ جان کر حیرت ہو گی کہ اس کو پاکستان سے عمرہ پر جانے کی اجازت نہیں ملی تھی۔ اسی ایجنٹ نے مجھے کہا تھا کہ آپ لاکھ روپے کسی کو دے دیں گے وہ چھ مہینے

استعمال کر کے آپ کو واپس کر دے گا، کیونکہ پاکستان سے پچیس سال سے کم عمر لڑکے کوا کیلے عمرہ پر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ تب ہمارے گھر میں اس طرح کا انتظام نہیں ہوسکتا تھا کہ اس سفر میں اس کا کوئی ساتھ دے سکتا۔ سوال یہ ہے کہ یہ قصور کس کا ہے؟ پاکستانی عوام کا جو غیر ملکی قوانین کی پابندی نہیں کرتے اور وہاں غائب ہونے کی کوشش میں رہتے ہیں، جس کا خمیازہ دوسرے شہریوں کو بھگتنا پڑتا ہے، یا حکومتی پالیسیوں کا جو بیرون ملک اپنے شہریوں کے تحفظ کے لیے اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کرتی۔ ہماری حکومت کو اس مسئلے کی طرف بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

چنانچہ ہماری اجازت کے بعد بیٹے نے ایجنٹ کے ذریعہ آسٹریلیا میں سعودی ایمبیسی سے رابطہ کیا تو انہوں نے کہا آپ کے پاسپورٹ کی مدت چھ مہینے سے کم ہے جو کہ کم از کم چھ ماہ ہونا ضروری ہے۔ اس نے مجھے فون کیا، میں اس وقت آفس میں تھا، اور اپنے سینئر آفیسر، ڈپٹی ڈائریکٹر جناب محمد طارق صاحب جو انتہائی درد دل رکھنے والے انسان ہیں، کے پاس دفتری کام کے سلسلے میں بیٹھا تھا۔ عبدالرحمٰن کی باتیں انہوں نے بھی سن لیں اور مجھے کہا میرے ایک کلاس فیلو اس وقت پاکستان میں آسٹریلین ایمبیسی میں ہیں، یہ ایک نیک کام ہے، میں آپ کی مدد کرتا ہوں۔ طارق صاحب نے اسی وقت ان کو کال کی، انہوں نے نہ صرف حامی بھر لی بلکہ کہا کہ بیٹے کو کہیں فوراً فیکس کرے۔ عبدالرحمٰن نے فیکس کرائی، پاکستان سے اسی وقت منظوری دے دی گئی، چنانچہ دو دن کے قلیل عرصے میں ہاتھ سے لکھا ہوا پاسپورٹ عبدالرحمن کو مل گیا۔ اللہ کریم طارق صاحب کو سلامت اور آباد رکھے۔

اب بیٹے نے ایجنٹ کے ذریعہ ویزہ کے لیے درخواست دی۔ ایمبیسی نے کہا اپنی یونیورسٹی سے اجازت نامہ لے کر دیں کہ آپ کی یونیورسٹی کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس نے اگلے ہی دن مطلوبہ سرٹیفیکیٹ حاصل کر کے ای میل کر دیا۔ اس سے اگلے دن ایمبیسی نے ایک اور اعتراض لگا دیا کہ کمیونٹی سنٹر کے امام صاحب سے بھی سرٹیفیکیٹ لے کر دیں کہ آپ پیدائشی مسلمان ہیں۔ یعنی ہر نئے دن ایک نیا کام نکلتا رہا اور ہوتا بھی رہا۔ دوسری طرف ان تین چار دنوں میں ہمارے پاسپورٹ ویزے لگ کر آ چکے تھے، اور اٹھارہ اپریل 2012ء کو ہماری جدہ روانگی تھی، جب

ارادہ نیک ہو اور بنیادی چیز اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت آ جائے، تو کچھ بھی ناممکن نہیں رہتا۔ بیٹے کا پاسپورٹ ایمبیسی میں جمع ہو گیا اس نے اندازاً چند دن پہلے Emirate ائیر لائن کی ٹکٹ خرید لی تھی۔ ہم مسلسل رابطے میں تھے۔ اسی دوران اٹھارہ اپریل 2012ء کو ہم مکہ مکرمہ جانے کے لیے جہاز میں سوار ہو گئے۔

جدہ پہنچ کر مکہ کے راستے میں تھے کہ ہمیں بیٹے کا پیغام ملا کہ میرا پاسپورٹ گھر کے ایڈریس پر پہنچ گیا ہے۔ اور میری دو دن بعد ملبورن سے دبئی کے لیے فلائٹ ہے۔ ہم نے اس کو دبئی سے اِحرام باندھنے کے مختصراً مسائل سمجھا دیئے۔ اور اس کی آمد کا شدت سے انتظار کرنے لگے۔ حرم میں دعائیں کیں۔ ''ہوٹل یاجد'' کے مینیجر سے بات کی، اس کا نام ابوبکر تھا اور رحیم یار خان، پاکستان کا رہنے والا تھا۔ اس نے کہا کہ آپ فکر نہ کریں۔ آپکا بیٹا آپ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آپ کے کمرے میں ہی رہے گا، اور مدینہ منورہ بھی آپ کے ساتھ جائے گا اور وہاں ہوٹل میں بھی آپ کے پاس رہے گا، بس اس کا مجھے دو سو ریال الگ سے دے دیں۔ حالانکہ ہم نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں مقامات پر پورے کمرے کا کرایا پیشگی ادا کیا ہوا تھا کہ ہم نے کسی کے ساتھ شیئرنگ نہیں کرنی۔ اس میں پانچ بیڈ تھے ہم نے اسے کہا کہ آپ بیڈ کا کرایہ تو ہمیں چھوڑیں، پورے کمرے کا کرایہ ہم پہلے ادا کر چکے ہیں۔ لیکن وہ نہیں مانا۔ خیر ہم نے اس کا شکریہ ادا کیا اور مطلوبہ ریال اس کو دے دیئے۔ کھانے کا انتظام ہمارا اپنا تھا۔

محمد عبدالرحمٰن نے بتایا کہ وہ رات کے دس بجے جدہ کے ہوائی اڈے پر اُترا۔ ہوائی اڈے پر امیگریشن اہلکار نے انٹری کی مہر لگا کر پاسپورٹ آگے کسی کمپنی کے ایجنٹ کے حوالے کر دیا جو مجھے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے بضد تھا۔ میں نے بار بار کہا کہ رہائش کا میرا اپنا انتظام ہے، میں اپنے والدین کے ساتھ ٹھہروں گا جو پہلے ہی مکہ مکرمہ میں ہیں۔ لیکن وہ نہیں مانا اور میرا پاسپورٹ دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ میرے ساتھ ایک سوڈانی نوجوان بھی سفر کر رہا تھا جو آسٹریلیا سے میرے ساتھ تھا۔ اس نے ایجنٹ سے عربی میں بات کی تو کہنے لگا پچاس ریال دیں۔ میں نے مجبوراً پچاس ریال دے دیے، کہنے لگا کہ پاسپورٹ میں رکھ کر دیں۔ ان دونوں

نے جدہ سے ٹیکسی لی اور مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ ہوٹل مینیجر ابوبکر کی فون پر ٹیکسی ڈرائیور سے بات کرا دی جو ہمارے بیٹے کو عین ایک بجے رات ہمارے ہوٹل میں لے آیا۔ ہم نے بیٹے کو احرام میں دیکھا تو اللہ کریم کا شکرادا کیا کہ ہمارا بیٹا کفرستان کی سرزمین میں بھی آداب سحر خیزی نہیں بھولا تھا۔ اسکا ذوق وشوق اس بات کی خبر دے رہا تھا کہ وہ پہلے سے زیادہ اچھا اور راسخ العقیدہ مسلمان ہے:

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری

وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیز گار

جوانی میں توبہ کرنا پیغمبروں کا شیوا ہے۔ بڑھاپے میں تو ظالم بھیڑیا بھی پرہیز گار بن جاتا ہے۔

عبدالرحمٰن ماشاء اللہ اِحرام میں بہت ہی وجیہ اور خوبصورت لگ رہا تھا۔ میں اور اُمِ عبدالرحمٰن اسی وقت بیٹے کو لے کر ادائیگی عمرہ کے لیے حرم کی طرف چل پڑے۔ عبدالرحمٰن کا قیام تین دن مکہ مکرمہ میں اور دو دن مدینہ منورہ میں رہا۔ اس نے ان تین دنوں میں کافی طواف کیے۔ مدینہ منورہ کے ائیر پورٹ پر ہم نے اس کو الوداع کیا۔ یوں مختصر عرصہ میں عمرہ کر کے واپس آسٹریلیا چلا گیا۔ اس نے اپنے دوستوں کے لئے عجوہ کھجوریں اور خوشبو وغیرہ خریدیں۔ تین بجے اس کی فلائٹ تھی ہم اس کو رات بارہ بجے مدینہ منورہ ائیر پورٹ پر چھوڑ کر واپس ہوٹل آ گئے۔

عبدالرحمٰن نے آسٹریلیا پہنچ کر ہمیں فون پر بتایا کہ مدینہ ہوائی اڈے پر عملہ اس کو بورڈنگ پاس دونوں منازل یعنی دبئ اور ملبورن کے لئے ایک ساتھ جاری نہیں کر رہا تھا۔ میں نے اصرار کیا تو انہوں نے کہا یہاں سے صرف دبئ کا جاری ہوگا، آپ کا ہاتھ سے لکھا ہوا پاسپورٹ ہمارے پاس سسٹم میں نہیں آ رہا، ملبورن کے لیے بورڈنگ کارڈ دبئ سے جاری کروالینا۔ میں نے انہیں کہا کہ اصولی طور پر دونوں بورڈنگ کارڈ مدینہ منورہ ائیر پورٹ سے ہی جاری ہونے ہیں۔ آپ اس کا ابھی اندراج کروائیں کیونکہ دبئ میں بھی یہی مسئلہ درپیش ہوگا۔ خیر انہوں نے میرے سیل فون سے ہی آسٹریلیا ایمبیسی سے رابطہ کیا۔ جب اللہ کریم کی مدد شامل حال ہو تو دنیا کی ساری طاقتیں اس کام میں لگ جاتی ہیں۔ عبدالرحمٰن کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ بہت قلیل وقت میں مینوئل پاسپورٹ سسٹم میں لے کر مطلوبہ بورڈنگ کارڈ جاری کیے گئے۔

مسافروں کو چاہیئے کہ ائیر پورٹ مقررہ وقت سے پہلے پہنچیں تا کہ کسی بھی قسم کی مشکل میں ان کے پاس کچھ وقت ہو کہ اپنے معاملات بہتر طریقے سے انجام دے سکیں۔ بلکہ زندگی کے ہر معاملے میں وقت کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔اسی لیے اسلام ایک ایسا دین ہے جو ٹائم مینجمنٹ پر بہت زیادہ زور دیتا ہے۔اس کی واضح مثال اسلام کی عبادات ہیں۔

مدینہ منورہ میں ہماری رہائش فندق قصر الامل میں تھی، یہ ہوٹل شارع السلام سے ملحق شارع الحسن بن علیؓ کے بائیں جانب تھا۔ اس کے اردگرد اساور قرتاج، زمردہ قرتاج، تحت الانشاء، جوھرہ الرشید، دیارالامل، سرایا الامل، ارض فضاء، منازل مختارہ اور دائیں جانب مکارم المدینہ، انوار المکارم، صدف طیبہ، البدیع الیاس، جراند مرمرہ، وغیرہ واقع تھے۔ ہم حرم مدنی جانے کے لیے ہوٹل سے نکلتے تو راستے میں مسجد علیؓ اور مسجد غمامہ پڑتیں۔ یہ سارے فندق مسجد نبوی شریف کے قریب ہی تھے لیکن اس طرف مطعم وغیرہ کوئی نہیں تھا صرف بقالے تھے جہاں بیکری کا سامان یا ریڈی میڈ روٹیاں وغیرہ دستیاب تھیں یا ترکوں کا ہوٹل تھا جہاں پر کئی قسم کے کھانے دستیاب تھے لیکن وہ سب ہماری سمجھ سے بالاتر تھے صرف چکن کے نام سے ہم واقف تھے۔ چکن کا حال یہ تھا جیسے ایک پیالہ شوربہ میں چھوٹی چھوٹی تین، چار عدد بوٹیاں اور سرخ مرچ۔ ہم اسی پر گزارا کرتے رہے۔ بیٹا عبدالرحمٰن جب آسٹریلیا چلا گیا تو ہم نے ایک دن پوری مسجد نبوی شریف کا چکر لگایا تو گیٹ نمبر 25 کی طرف مطعم (کھانوں کے ہوٹلز) کی ایک مارکیٹ تھی جہاں ہر قسم کے پاکستانی کھانے دستیاب تھے۔

ایک دن میں اور اُم عبدالرحمٰن مسجد نبوی شریف کے باہر دھوپ میں بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے کہ ایک بلی ہمارے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ ہم نے یہ چیک کرنے کے لیے ایک روٹی کا ٹکڑا آگے رکھا کہ دیکھیں کھاتی ہے یا نہیں، ارادہ یہ تھا کہ اگر نہیں کھائے گی تو گوشت ڈالیں گے۔ لیکن وہ بڑے سکون و آرام کے ساتھ وہ ٹکڑا کھاتی رہی، اور مزید خوراک کا انتظار کیے بغیر تھوڑے فاصلے پر آرام اور سکون سے سو گئی۔ ہم سوچتے رہے کہ مدینہ کی بلیاں بھی کتنی صابر و شاکر ہیں پاکستان کی بلیاں تو گوشت کے علاوہ کچھ نہیں کھاتیں۔

مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ واپسی پر میں ذوالحلیفہ سے اپنے والدِ گرامی کے لیے عمرہ کی نیت کا احرام باندھنا چاہتا تھا جو کہ مشروع ہے۔ ہوا یوں کہ مسجد نبوی کے مصلّی نساء کی جانب کسی عالمہ نے خواتین کو خطاب کیا۔ میری اہلیہ نے مجھے بتایا کہ انہوں نے کہا ہے کہ آپ اپنے فوت شدہ والد کی جانب سے عمرہ نہیں کر سکتیں۔ میں نے انہیں کہا کہ ایسا بالکل بھی نہیں آپ کو سننے میں سہو ہوا ہے۔ یہ احادیث رسول اقدس سے ثابت ہے، لیکن پھر بھی ان کو اصرار تھا کہ آپ مسجد نبوی کے مفتی صاحب سے پوچھ لیں۔ میں نے سبز رنگ کی وردی والے نظافہ سے مفتی صاحب کا پوچھا۔ انہوں نے میرے بار بار پوچھنے پر یہی جواب دیا کہ مجھ سے مسئلہ پوچھ لیں۔ میں بھی بضد رہا کہ آپ مجھے مفتی صاحب کا بتائیں۔ آپ میرے لیے بڑے قابل احترام ہیں کہ حرم سے وابستہ ہیں۔ پھر کہنے لگا میں نے آپ ﷺ کا عمرہ کیا ہے۔ میں نے کہا بھائی آپ ٹھیک کہتے ہو لیکن میں بھی اسلام کا طالب علم ہوں مجھے مفتی صاحب سے ہی ملنا ہے۔ تب انہوں نے ایڈریس بتایا جو مسجد نبوی کے اندر ہی تھا۔ میں ان کے پاس گیا۔ مفتی صاحب عرب تھے۔ انہوں نے بڑی محبت سے کرسی پر بیٹھنے کو کہا پھر مجھے قہوہ پیش کیا، جو بڑا لذیذ تھا اور میں نے بڑی خوشدلی سے پیا۔ انہوں نے کہا آپ اپنے مرحوم والد کا عمرہ کرنا چاہتے ہیں تو یہ بالکل صحیح ہے۔ پھر کہنے لگے پاکستان میں کس شہر کے رہنے والے ہیں۔ میں نے لاہور کا بتایا۔ تھوڑے توقف سے ایک صوبے کا نام لے کر کہنے لگے فلاں صوبہ کے لوگ اچھے نہیں ہیں۔ ممکن ہے کسی ایسے شخص سے مفتی صاحب کا واسطہ پڑا ہو۔ تاہم انہوں نے فوراً ہی اپنی بات سے رجوع کر لیا اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔ میں ان کا شکریہ ادا کر کے ان کے دفتر سے باہر آ گیا۔

والدین کے لیے حج کرنے کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمانِ اقدس ہے کہ جب آدمی اپنے والدین کی طرف سے حج کرتا ہے، تو ان کی طرف سے اور اس کی طرف سے بھی قبول ہوتا ہے، اور ان کی ارواح کو آسمان میں خوشخبری دی جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرمانبردار لکھا جاتا ہے۔

چنانچہ مدینہ منورہ میں ایک ہفتہ گزارنے کے بعد ذوالحلیفہ سے والد گرامی کے لیے عمرہ کا

احرام باندھا اور مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔

بیت اللہ شریف میں بعض نمازوں کی امامت امام کعبہ عبدالرحمٰن السدیس کراتے تھے۔ ایک دن عشاء کی نماز کے وقت حرم میں بہت جنازے آئے۔ میں انسان کی پائیداری کے متعلق سوچ رہا تھا کہ یکدم میں خود انتہائی ڈپریشن میں چلا گیا۔ ایسا ڈپریشن کہ اللہ کے گھر میں بھی مایوسی انتہا کو پہنچی ہوئی، بے حد خوف کی کیفیت طاری، اس طرح محسوس ہو رہا جیسے میں اگلے لمحے ہی ختم ہو جاؤں گا۔ نماز شروع ہوئی، امام صاحب سورۃ فاتحہ پڑھ رہے تھے لیکن میری توجہ صرف اپنے دل کی کیفیت کی طرف جو اس قدر سہا ہوا اور خوف زدہ کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ نماز کے اندر ہی سوچنے لگا الٰہی میرے ساتھ یکدم کیا ماجرہ ہوا ہے۔ معافی کی درخواست ہے:

اک نظر مجھ پہ بھی ہو ارض و سما کے مالک
تیری قدرت میں ہے پتھر کو ستارہ کرنا

امام صاحب نے جونہی سورہ فاتحہ کے بعد قرأت شروع کی اور یہ آیت مبارکہ تلاوت کی:

اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الۡغَيۡثَ وَيَعۡلَمُ مَا فِى الۡاَرۡحَامِ وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَكۡسِبُ غَدًا وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌۢ بِاَىِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ

(لقمان 31:34)

قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا پرورش پا رہا ہے۔ کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل کیا کرنے والا ہے۔ اور نہ کسی شخص کو یہ خبر ہے کہ اس کو موت کس سرزمین میں آئے گی۔ اللہ سب کچھ جاننے والا اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔

امام صاحب نے رکوع جانے کے لیے جونہی تلاوت مکمل کی الحمدللہ میں ڈپریشن کی کیفیت سے مکمل طور پر نکل چکا تھا۔ اور میری طبیعت بالکل ہشاش بشاش تھی۔

بنتے ہیں یہاں کام فقط حسن عمل سے
ہوتی ہے سوالوں کے جوابات کی بارش

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں حجاج اور معتمرین کو ادویات مفت ملتی ہیں۔ مکہ مکرمہ میں طواف کے دوران میرے ٹخنے میں سخت درد محسوس ہوئی جو ٹیس کی صورت میں پاؤں سے شروع ہو کر ٹانگ کے اوپر کے حصے کی طرف جاتی تھی۔ مجبوراً مجھے شاہراہ ابراہیم خلیل پر واقع ڈسپنسری جانا پڑا۔ استقبالیہ میں ایک بہت صحت مند ملازم بہت اونچی آواز میں منہ کے آگے ہتھیلی اور انگلیوں کا حلقہ بنا کر، جیسے ہجوم میں اعلان کیا جاتا ہے، کہنے لگا۔ ''کوووو بی ی یی''۔ یعنی ''کو بی'' کو اتنا لمبا کیا جتنا بڑی مدّ میں طول دیتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ میرے نزدیک یہ ایک غیر سنجیدہ گفتگو تھی جس کو سمجھنے سے میں قاصر تھا۔ میرے بار بار پوچھنے پر اس نے وہی الفاظ اسی انداز میں دہرائے۔ مجھے پھر بھی سمجھ نہیں آئی۔ میں وہاں سے اٹھا اور ڈاکٹر کا پوچھ کر ان کے کمرے میں گیا۔ ان کو ماجرہ سنایا تو انہوں نے ہنس کر کہا وہ پاسپورٹ کی کاپی مانگ رہے ہیں۔

اس عمرہ میں 8 مئی 2012ء کو ہماری مکہ مکرمہ سے واپسی تھی۔ طواف کعبہ کیا، رخت سفر پہلے ہی باندھ چکے تھے ہوٹل واپس آئے تو جدہ کے لیے بسیں تیار کھڑی تھیں، مکہ مکرمہ سے رخصت ہوئے۔ رخصت ہوتے وقت رب کے حضور دعا کی کہ رب کریم ہمیں حرمین شریفین کی بار بار حاضری کی توفیق عطا فرما اور بیت اللہ شریف کی زیارت اور آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں درود و سلام پیش کرنے کی سعادت عطا فرما۔ یہ دعا ہر زائر کو ضرور کرنی چاہیے لیکن اگر کسی کو حج یا عمرہ کرنے کا دوبارہ موقع نہ مل سکے تو وہ اپنے ایک فرضی حج کو ہی سنبھال کر رکھ لے تو بڑی سعادت کی بات ہے۔

قارئین کرام! دیگر مصروفیات کے باوجود یہ سفر نامہ جمعۃ المبارک کے دن مورخہ 29 جمادی الثانی، 1442 ہجری مقدس بمطابق 12 فروری 2021ء کو لکھنا شروع کیا تھا جو الحمدللہ آج بروز جمعۃ المبارک 05 نومبر 2021ء بمطابق 29 ربیع الاوّل 1443 ہجری مقدس 2021ء تقریباً 10 مہینے کے مختصر عرصہ میں مکمل ہو گیا ہے۔ چودہ سالہ پرانے اس قصے کی یادداشتیں جو لکھ رکھیں تھیں ان میں سے کچھ طویل عرصہ گزر جانے کے بعد نہ جانے کہاں گم ہو گئیں۔ حافظہ پر زور دیکر یہ چند یادداشتیں اکٹھی کیں باقی ناپید ہو گئیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شَكَوْتُ اِلٰى وَكِيْعٍ سُوْٓءَ حِفْظِيْ
فَاَوْصَانِيْ اِلٰى تَرْكِ الْمَعَاصِيْ
فَاِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنْ اِلٰهٍ
وَنُوْرُ اللهِ لَا يُعْطٰى لِلْعَاصِيْ

(مکتبہ شاملہ)

میں نے اپنے حفظ کی شکایت اپنے استاد وکیع (رحمۃ اللہ علیہ) سے کی۔انہوں نے مجھے کہا گناہ چھوڑ دے۔علم اللہ تعالی کا نور ہوتا ہے۔اور اللہ کا نور کسی نافرمان کو نہیں دیا جاتا (متقی پرہیزگار کو دیا جاتا ہے)

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَاٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ